انگریز جاسوس کے اعترافات

اور

انگریزوں کی اسلامی دشمنی

مصنف

محمد صدیق

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست

مكتبة الحقيقة

HAKİKAT KİTÂBEVİ
Darüşşefeka Cad. No: 53 P.K.: 35
34083 Fâtih-İSTANBUL
Tel: 0212 523 45 56 Fax: 0212 523 36 93
http://www.hakikatkitabevi.com
e-mail: info@hakikatkitabevi.com
NİSAN-2014

انگریز جاسوس کے اعترافات

اور

انگریزوں کی اسلامی دشمنی

مصنف

محمد صدیق

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست
مكتبة الحقيقة

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٣ استانبول–تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤٣٥	١٣٩٢	٢٠١٤

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم (**خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه**) وقال ايضا (**خذوا العلم من افواه الرجال**)

ومن لم تتيسّر له صحبة الصالحين وجب له ان يذكّر كتبا من تأليفات عالم صالح وصاحب إخلاص مثل الإمام الرباني المجدد للألف الثاني الحنفي والسيد عبد الحكيم الاروسي الشافعي واحمد التيجاني المالكي ويتعلم الدين من هذه الكتب ويسعى نشر كتب أهل السنة بين الناس ومن لم يكن صاحب العلم أو العمل أو الإخلاص ويدعي أنه من العلماء الحق وهو من الكاذبين من علماء السوء واعلم انّ علماء أهل السنة هم المحافظون الدين الإسلامي وأمّا علماء السوء هم جنود الشياطين[١]

---

(١) لاخير في تعلّم علم مالم يكن بقصد العمل به مع الإخلاص (الحديقة الندية ج: ١. ص: ٣٦٦، ٣٦٧، والمكتوب ٣٦، ٤٠، ٥٩، من المجلّد الأوّل من المكتوبات للإمام الرّبّاني المجدّد للألف الثاني قدّس سرّه)

تنبيه: إنّ كلاّ من دعاة المسيحية يسعون إلى نشر المسيحية والصهاينة اليهود يسعون إلى نشر الادعاءات الباطلة لحاخاماتها وكهنتها ودار النشر – **الحقيقة** – في استانبول يسعى إلى نشر الدين الاسلامي وإعلائه اما الماسونيون ففي سعي لإمحاء وازالة الاديان جميعا فاللبيب المنصف المتصف بالعلم والادراك يعي ويفهم الحقيقة ويسعى لتحقيق ما هو حق من بين هذه الحقائق ويكون سببا في إنالة الناس كافة السعادة الابدية وما من خدمة اجلّ من هذه الخدمة اسديت إلى البشريّة

Baskı: İhlâs Gazetecilik A.Ş.
Merkez Mah. 29 Ekim Cad. İhlâs Plaza No: 11 A/41
34197 Yenibosna-İSTANBUL Tel: 0.212.454 30 00

پیش لفظ:

اللہ تعالیٰ قرآن الکریم میں سورت مائدہ کی آیت نمبر ۸۲ میں فرماتے ہیں « اسلام کے سب سے بڑے دشمن یہود اور مشرکین ہیں » اسلام کو اندرونی طور پر کمزور کرنے کیلئے سب سے پہلا فتنہ برپا کرنے والا شخص یمن کا یہودی تھا جس نے آپ کو عبد اللہ بن سبا کا نام دیا ہوا تھا۔ اس نے حقیقی مسلمانوں یعنی اہلسنت کے مد مقابل شیعہ فرقہ قائم کیا۔ اس میں اُسے یہودیوں کی مکمل مدد حاصل تھی۔ اُس وقت کے یہودیوں نے شیعوں کے بھیس میں اس فرقے کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا۔ [یہودیوں کی جانب سے اسلام کو پہنچنے والے نقصانات کی تفصیل وضاحت کویت کے نشریاتی ادارے مکتبۃ الصحابۃ الاسلامیہ کی خیانت الیہود نامی کتاب اور بیروت میں چھپنے والی کتاب اَلرِّجْلسَانِمُ میں کی گئی ہے] مسیحی برادری حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد جعلی انجیلوں کی اشاعت اور اُن پر ایمان لاکر مشرکین میں شامل ہو گئے۔ اور جو لوگ اس صف میں شامل نہ تھے وہ بعد میں آنحضرت محمدؐ پر ایمان نہ لاکر کافرین کے گروہ میں جا بیٹھے۔ انہی یہودیوں کو اہل کتاب کہا جاتا تھا مگر قرآن کا نزول اور اسلام کا قیام عمل میں آیا تو اِنکے پادریوں کی حکمرانی ختم ہو گئی۔ اس بات کا بدلہ لینے کیلئے یعنی اسلام کو نیست و نابود کرنے کیلئے انھوں نے مشنری انجمنیں قائم کیں۔ اِن میں انگریز سرفہرست تھے جنھوں نے اس مشن کو کامیاب بنانے کیلئے لندن میں ایک وزارت دولت مشترکہ قائم کی تاکہ اسلام کے خلاف جنگ کی جاسکے اس وزارت میں لوگوں کو یہودی چالیں سکھائی جاتی تھیں اور معصوم لوگوں کو بھٹکا کر اسلام کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا۔ اس وزارت کے ہزاروں مرد اور عورت کارندوں میں سے ایک ہمسفر تھا جس نے بصرہ میں ۱۱۴۶ نجدی محمد ۱۱۴۵ نامی شخص کو اپنے جال میں پھنسایا اور اُسے سالوں تک بھٹکاتا رہا۔ آخر کار جندی محمد ۱۱۲۵ھ (۱۷۱۳ء) میں دھافی فرقے کے قیام کا باعث بنا۔ انگریزوں نے اس فرقے کا اعلان ۱۱۵۰ھ میں کیا۔

ہیمفر انگریزوں کی اس وزارت کے حکم کے مطابق مصر، عراق، ایران، حجاز اور اسلامی خلافت کے مرکزی شہر استنبول میں جاسوسی کے مقاصد کیلئے عرصہ دراز تک قیام کر چکنے والا انگریز جاسوس تھا جس نے مسلمانوں کو بھٹکا کر عیسائیت کی خدمت کی۔ اسلام کے دشمن اسلام کو نیست و نابود کرنے کی جتنی مرضی کوشش کرلیں مگر وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے نور کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہونگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن الکریم میں سورۃ یوسف کی آیات ۱۲،۱۳،۶۳ جبکہ سورۃ حجر کی آیت ۹ میں فرماتے ہیں۔ « اس قرآن کو میں نے ہی تم پر نازل کیا ہے اور میں خود ہی اسکی حفاظت کروں گا » کفار اور مشرکین اس کتاب کو تبدیل کرنے، آلودہ کرنے یا اس میں تحریف کرنے میں

کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ وہ کبھی اس نور کو نہیں بجھا سکیں گے۔ اللہ تعالی نے اپنے فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے زریعے اپنے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ٹکرے ٹکرے کر کے ۲۳ سال کی مدت میں قرآن کریم نازل فرمایا۔ اور پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (٦٢٣٦) چھ ہزار دو سو چھتیس آیات کو اکھٹا کیا جو کہ اللہ تعالی نے اِن آیات کریمہ کو نازل فرمایا تھا۔ اور عظیم کتاب مصحف تشکیل دی گئی۔ حضرت محمد ﷺ نے مکمل قرآن مجید اپنے صحابہ کرامؓ کو بیان کیا۔ علمائِ اسلام نے وہ سب کچھ اپنی کتاب میں لکھا جو انہوں نے صحابہ کرامؓ سے سنا تھا۔ تفسیر کی ہزاروں کتابوں کو شکل دی گئی اور اِن کو ہر ملک میں چھاپہ گیا۔ اور آج ایک واحد کتاب قرآن مجید پوری دنیا میں موجود ہے۔ اور اِس کتاب میں ایک لفظ یا ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں ہے۔

چودہ صدیوں تک مسلمان قرآن شریف کو مشعل راہ بنائے رہے اور علم، اخلاق، ثقافت، تجارت، سیاست اور فکر میں ہمیشہ دوسروں پر سبقت لیئے رہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ ۱۲۰۴ھ (۱۴۸۹ء) میں فرانسیسی انقلاب کے بعد یورپی جوانوں نے گرجوں میں پادریوں کی بدکاریوں، ظلم، لوٹ مار اور غیر اخلاقی حرکتوں کو دیکھ کر یا تو اسلام قبول کر لیا یا پھر بے دین ہونے کو ترجیح دی۔ وہ عیسائیت سے جتنا دور ہوتے چلے گئے اتنی ہی ترقی کرتے گئے۔ کیونکہ موجودہ پادریوں کے احکامات اور ہدایات پر عمل کی صورت میں کوئی عیسائی دینی اور دنیاوی کاموں میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح بعض مسلمان بھی جھوٹے عیسائی پادریوں کی اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کی نیت سے لکھی جانیوالی کتب کا مطالعہ کرکے اور اُن پر عمل کر کے جاہلوں کی صف میں شامل ہو گئے اور اسلام سے جتنا دور ہوتے گئے اتنی ہی پستی میں چلے گئے کیونکہ اسلام آخرت کیلئے کوشش کرنے کے علاوہ دنیا کی ترقی کیلئے بھی کام کرنے کی ہدایات کرتا ہے۔

انگریز حکمرانوں کی بنیادی سیاسی حکمت عملی دنیا کے اور خصوصی طور پر افریقہ اور ہندوستان کے قدرتی خزانے لوٹنا اور وہاں کے لوگوں سے حیوانوں کی طرح کام کرا کر انکی آمدنی کو برطانیہ منتقل کرنا تھا۔ اس صورتحال میں انصاف، محبت اور بھائی چارے کا درس دینے والے دین اسلام سے وابستگی در حقیقت انگریزیوں کے مفادات کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کے مترادف ہے۔

ہم نے اپنی اس کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب جو سات حصوں پر مشتمل ہے، انگریز جاسوس کے بہتانوں کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ بہتان انگریروں نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کیلئے تیار کیئے تھے۔

دوسرا باب بیان کرتا ہے کہ انگریزوں نے اپنے عیارانہ منصوبوں کو مسلم ممالک میں کس طرح عملی جامہ پہنایا۔ انھوں نے مسلم ممالک میں اعلیٰ عہدوں پر فائز مدبروں اور سیاستدانوں کو کس طرح ورغلایا۔ انھوں نے مسلمانوں پر ناقابل تصور جبر و ستم اور ظلم کیئے۔ انھوں نے کسطرح ہندوستانی اور عثمانی سلطنتیں تباہ کیں۔ نیز اس حصے میں وہابیوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے بدنصیب مسلمانوں کو غفلت سے بیدار کرنے کیلئے اہلسنت والجماعت کے جید علماء کی کارپر اور آرا ٔ سے منسوب حکامات بھی شامل ہیں۔

تیسرا باب ایک عربی کتابچے خلاصۃ الکلام کا ترجمہ ہے جس میں اسلام کے سچا اور حق ہونے کو دلائل سے بہت اچھی طرح ثابت کیا گیا ہے۔

آج عالم اسلام تین مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔

ان میں سے پہلا اصحاب کرام کے راستے پر چلنے والا حقیقی مسلمان ہے۔ انہیں اہلسنت، سُنی اور فرقہ ناجیہ یعنی جہنم سے نجات پانے والا فرقہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا فرقہ اصحاب کرام سے دشمنی کرنے والوں پر مشتمل ہے۔ یہ شیعہ ہیں جنھیں فرقہ دالّہ یعنی منافق کہا جاتا ہے۔

تیسرا فرقہ سُنیوں اور شیعوں کا دشمن ہے۔ انھیں وھابی یا نجدی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ فرقہ سب سے پہلے عربستان کے شہر نجد میں وجوند میں لایا گیا۔ نیز انھیں فرقہ ملعون بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں۔ ہماری کتابیں قیامت وآخرت اور سعادت ابدیہ مینں واضح انداز میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کا کافر اور آخری پیغمبر حضرت محمدؐ کو (نعوذ باللہ) قابل لعنت قرار دیا ہے۔

چاہے تعلق کسی بھی فرقے سے ہو اپنے شیطانی نفس پر چلنے والا اور دل میں شرک رکھنے والے لوگوں کا مقدر جہنم ہے۔ ہر مومن کو اپنے نفس پر قابو پانے، دل ودماغ میں موجود برُے اور شیطانی وسوسوں سے چھٹکارا پانے کیلئے ہمیشہ لاَاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد کرتے رہنا چاہئے اور شیطانی نفس، برُے دوستوں اور گناہوں سے بچنے کیلئے اَستغفر اللّٰہ کا ہمیشہ ورد لازمی ہے۔ شریعت پر چلنے والوں کی دعائیں بلاشبہ قبول ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کو ان تین فرقوں میں تقسیم کرنے والے یہودی اور انگریز ہیں۔

سال عیسوی	ہجری شمسی	ہجری قمری
۲۰۰۱	۱۳۸۰	۱۴۲۲

باب اوّل «انگریز جاسوس کے اعترافات»

حصہ اوّل

ہیمفر کہتا ہے: ہمارا عظیم برطانیہ بہت وسیع ہے۔سورج اِسکے سمندروں سے نکل کر اسکے سمندروں ہی میں غروب ہوتا ہے تاہم ہماری سلطنت برطانیہ اپنی نو آبادیوں ہندوستان، چین اور مشرق وسطیٰ میں کچھ کمزور ہے۔یہ ملک پوری طرح ہمارے زیر اثر نہیں ہیں تاہم ہم ان علاقوں میں انتہائی فعال، موثر اور کامیاب حکمت عملی اپنائے ہوئے ہیں۔ ہم جلد ہی ان پر مکمل قبضہ حاصل کرلیں گے۔دو چیزیں اہمیت کی حامل ہیں۔

۱) زیر اثر علاقوں میں قبضہ جاری رکھنا۔

۲) ان علاقوں پر قبضہ کرنا جو اب تک ہمارے زیر اثر نہیں ہیں۔

وزارت دولت مشترکہ نے ان دو مقاص کے حصول کیلئے ہر نو آبادی کیلئے ایک کمیشن تشکیل دیا۔میں نے جب وزارت دولت مشترکہ میں کام کا آغاز کیا تو وزیر نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مشرقی ہندوستان میں اپنی کمپنی کا منتظم بنادیا۔بظاہر یہ ایک تجارتی کمپنی تھی مگر اسکا اصل مقصد ہندوستان کی وسیع وعریض سرزمین پر قبضہ جمانے کیلئے راستے تلاش کرنا تھا۔

ہماری حکومت ہندوستان کے بارے میں بالکل بھی پریشان نہ تھی۔کیونکہ اس ملک میں بہت سارے مذاہب، ممالک اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے افراد آباد تھے جنھیں باآسانی ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کیا جاسکتا تھا۔چین کی طرف سے بھی ہماری حکومت خوفزدہ نہ تھی کیونکہ چین میں برسراقتدار طبقہ بدھ اِزم اور کنفیوشن ازم سے تعلق رکھتا تھا۔جن سے کسی غیر معمولی بیداری کی توقع نہ تھی۔ یہ دونوں دین مردہ تھے اور زندگی سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔اِن وجوہات کی بناء پر ان دونوں ممالک کے عوام میں حبُ الوطنی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ لہٰذا یہ دونوں

ممالک ہماری راہ میں بالکل رکاوٹ نہ تھے۔ تاہم حفظ ماتقدم کے طور پر، مستقبل کے خدشات کے پیش نظر ان دو ممالک میں تفرقات، نفرت، جہالت افلاس اور حتیٰ کہ بیماریاں تک پھیلانے کیلئے پروگرام ترتیب دیئے گئے۔ ہم یہاں کی مقامی آبادیوں کے رہن سہن، رسومات اور ثقافت میں گھُل مل کر اپنے ارادے اچھی طرح چھپا سکتے تھے۔

اپنے مقاصد کے حصول میں اسلامی ممالک ہمارے اعصاب منجمد کرتے تھے۔ ہم نے مرد بیمار (سلطنت عثمانیہ) سے پہلے ہی چند ایسے معاہدے کر رکھے تھے جو ہمارے مفاد میں تھے۔ وزارت دولت مشترکہ کے تجربہ لوگ اس مرد بیمار کے زیادہ نہیں صرف ایک صدی میں مر جانے کی پیشگوئی کر رہے تھے۔ مزید برآں ہم نے ایرانی حکومتوں سے بھی بعض خفیہ معاہدے کیئے تھے۔ ان معاہدوں کی مدد سے مندرجہ بالا دونوں ممالک کے اعلیٰ عہدوں پر اپنے اہلکاروں کو تعینات کر دیا تھا۔ ان آدمیوں کی رشوت ستانی، بدعنوانی، جاہلیت اور خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ مشغولیت کی وجہ سے اپنی ذمہ داریوں سے غفلت نے ان دونوں ممالک کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ اسکے باوجود ہم خاطر خواہ نتائج حاصل نہ ہونے کے متعلق فکر مند تھے۔ ہماری اس فکر مندی کے اسباب یہ تھے۔

۱) مسلمان اپنے دین سے بہت قریب ہیں انکی اپنے دین سے وابستگی ہم سے کہیں زیادہ ہے بالکل اُسی طرح جس طرح پادری اپنی جان تو دے سکتا ہے مگر عیسائیت نہیں چھوڑتا۔ مسلمانوں میں سب سے زیادہ خطرناک فرقہ پرست ایران کے شیعہ ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ اہل تشیع سے خارج تمام لوگوں کو کافر اور نجس سمجھتے ہیں۔ شیعوں کی نظر میں عیسائیت گندے اور ناپاک ہیں طبیعتاً ہر انسان اپنی تمام تر توانائی اور طاقت کے ساتھ گندگیوں کو صاف کرنا چاہتا ہے اور ایرانی لوگ عیسائیوں کے بارے میں یہی سوچ رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک شیعہ سے پوچھا۔ آخر تم لوگ عیسائیوں کو ایسا کیوں سمجھتے ہو؟ اُس کا جواب یہ تھا۔ پیغمبر اسلام محمدؐ ایک بہت بڑے

حاکم تھے کافروں کے ساتھ آپؐ نے ایسی حکمت عملی اختیار کی تھی کہ وہ مجبوراً تمام مذاہب چھوڑ کر اسلام کے دائرے میں داخل ہوں۔ تم اس سلسلے میں ایک حکومت کی مثال لو۔ اگر کسی حکومت کے سسٹم میں کسی پر بھی یہ شک ہو کہ وہ خطرناک ہے تو اُسے ایسے روحانی کرب میں رکھا جاتا ہے کہ وہ مطیع ہو جائے۔ جس ۱۴۶ نجاست ۱۴۵۱۴۶ ناپاکی ۱۴۵ کی میں بات کر رہا ہوں وہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے اور یہ صرف عیسائیوں کیلئے نہیں بلکہ اس میں سُنی اور دیگر کافر بھی شامل ہیں حتیٰ کہ ہمارے پرانے اور قدیم آتش پرست ایرانیوں کو بھی نظریہ تشیع کے مطابق نجس سمجھا جاتا ہے۔

میں نے اس سے کہا «اچھا! سنی اور عیسائی تو اللہ، رسول اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ نجس کیسے ہو گئے» اُس نے جواب دیا «وہ دو وجوہات کی بنا پر نجس ہیں۔

پہلا یہ کہ وہ لوگ (اہلسنت) بعض اوقات حضرت محمدؐ کو دروغ گو کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے عمل سے بچائے) ہم بھی انکے اسی غلیظ نظریئے کی وجہ سے اسی مثال کی طرح کہ، تمھیں نقصان پہنچانے والے کو تم بھی اذیت دے سکتے ہو، کے مطابق اُنھیں یہ کہتے ہیں کہ تم نجس ہو۔ دوسرا یہ کہ عیسائی لوگ پیغمبروں کے متعلق بُرے خیالات کے حامل ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اُن کا یہ خیال ہے کہ وہ شراب پیتے تھے اور ملعون ہونے کی وجہ سے انھیں صلیب پر چڑھا دیا گیا»[۱]

---

(۱) درحقیقت جو لوگ حضرت محمدؐ کو دروغ گو کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ عیسائی اور شیعہ ہیں شیعوں کے اُن عقائد، الفاظ اور اعمال جو قرآن اور رسول سے مطابقت نہیں رکھتے، کی پردہ کشائی اہلسنت کی کتب «الصواعق المحرقہ، تحفہ اثنا عشریہ، تائید اہلسنت، ناہیہ، اصحاب کرام، حجج قاطعہ اور ملال ونہال» میں کی گئی ہے۔ صواعق کے مصنج احمد ابن ہجر مکی مکہ میں ۹۷۴ھ (۱۵۶۶ء) فوت ہوئے۔ تحفہ کے مصحف عبدالعزیز دہلی میں ۱۲۳۹ھ (۱۸۲۴ء) میں فوت ہوئے تائید کے مصنف امام ربانی احمد فاروقی سرہندی سرہند میں ۱۰۳۴ھ (۱۶۲۴ء) میں فوت ہوئے۔ ناہیہ کے مصنف عبدالعزیز فرخاروی ۱۲۳۹ھ (۱۸۲۴ء) میں فوت ہوئے۔ اصحاب کرام کے مصنف عبدالحکیم ارواسی انقرہ میں ۱۲۶۲ھ (۱۹۴۳ء) میں فوت ہوئے۔ حجاج قاطیہ کے مصنف عبداللہ سعودی بغداد میں ۱۱۷۴ھ (۱۷۶۰ء) میں فوت ہوئے۔ ملال ونہال کے مصنف محمد شیرستانی بغداد میں ۵۴۸ھ (۱۱۵۸ء) میں فوت ہوئے۔

عجیب سی کیفیت کے ساتھ میں نے اس سے کہا کہ عیسائی اِسطرح نہیں سوچتے تو اُس نے کہا « نہیں تم نہیں جانتے۔ مقدس انجیل میں ایسا ہی لکھا گیا ہے۔ » میں خاموش ہو گیا کیونکہ وہ اپنے دوسرے نظریئے پر حق بجانب نہیں بھی تھا تب بھی پہلے نظریئے پر ضرور حق پر تھا۔ میں اس بحث کو طول نہیں دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ مین اس کے سامنے ایک مسلمان کی حیثیت سے پیش تھا۔ معلومات میں کمی کی وجہ سے وہ مجھ پر شک میں پڑ سکتا تھا۔ اسی وجہ سے میں ہمیشہ مباحثوں اور کشمکشوں سے دور رہا۔

۲) ایک زمانے میں اسلام نظم وضبط اور حکمت کا دین تھا اور مسلمانوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اِن قابل عزت انسانوں کو اب غلام کہنا اچھا نہیں لگتا۔ اور نہ ہی یہ ممکن تھا کہ مسلمانوں کی تاریخ کو جھٹلا دیا جائے اور انھیں یہ کہا جائے کہ جو شان وشوکت تم نے حاصل کی تھی وہ ساز گار حالات کی وجہ سے تھی۔ وہ دن اب جا چکے ہیں اور پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے۔

۳) ہمیں اس بات کی کافی فکر تھی کہ کہیں ایرانی اور عثمانی ہمارے ارادوں کو بھانپ کر ہماری امیدوں پر پانی نا پھیر دیں۔ اس حقیقت سے قطع نظر کہ یہ دونوں ممالک پہلے ہی سے کافی کمزور ہو چکے تھے انکے اسلحہ اور طاقت اور انکی وفاقی حکومت ہمیں اپنے ارادوں کے سامنے رکاوٹ معلوم ہوتے تھے۔

۴) ہم علمائے اسلام کے بارے مین بہت زیادہ الجھن کا شکار تھے کیونکہ استنبول، الاذہر، عراق اور دمشق کے علماء ہمارے راستے کے سب سے مزاحم پہاڑ تھے کیونکہ وہ اس قسم کے لوگ تھے جو اس فانی دنیا کی جعلی خوبصورتی، جعلی خوشی اور عارضی فوائد کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اُن لوگوں کا مقصون صرف وہ جنت تھی جس کا قرآن الکریم میں وعدہ کیا گیا ہے۔ عوام انکی طابع تھی حتیٰ کہ سلطان بھی ان سے خوفزدہ رہتا تھا۔ اہلسنت لوگ شیعوں کی طرح علماء سے انتہائی قریب نہ تھے۔ کیونکہ اہل تشیع کتابیں نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ صرف علماء کو جانتے اور مانتے تھے۔

وہ لوگ سلطان کی مناسب عزت نہیں کرتے تھے۔ دوسری طرف اہلسنت کتابیں بھی پڑھتے تھے اور علماء کے ساتھ ساتھ سلطان کی بھی عزت کرتے تھے۔ اسی مسئلے کے حل کیلئے ہم نے کئی اجلاس منعقد کیئے۔ تاہم ہر دفعہ ہمیں یہ جان کر مایوسی ہوئی کہ ہمارا راستہ بند تھا۔ جو رپورٹس ہمارے جاسوس ہمیں بھجواتے تھے وہ ہمیشہ مایوس کن ہوتی تھیں اور ہمارے اجلاسوں کا نتیجہ بھی اسی لیئے صفر رہا۔ اسکے باوجود ہم نے امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کیوں کہ ہم ان لوگوں میں سے تھے جو ایک لمبی سانس لے کر صبر کر لیتے ہیں۔

ایک اجلاس میں وزارت کے ڈائریکٹر، اعلیٰ پادری (لاٹ پادری) اور ماہرین نے بھی شرکت کی۔ ہم کُل بیس افراد تھے۔ تین گھنٹے تک جاری رہنے والے اجلاس کا اختتام بغیر کسی منزل پر پہنچے ہوا۔ تاہم ایک پادری نے کہا « پریشان نہ ہوں کیونکہ عیسائیت تین سو سال کے ظلم و ستم سہنے اور انتہائی محنت کے بعد پھیلی تھی۔ ہمیں امید ہے کہ یسوع مسیح عالم غائب میں سے ہم پر کرم کریں گے اور تین سو سال بعد ہی کیوں نہ ہو کافروں (یعنی مسلمانوں) کو ان کے مرکز (یعنی انکے دین اسلام) سے نکالنے میں ہماری مدد فرمائیں گے۔ ہمیں چاہئیے کہ قوی ایمان اور طویل صبر کی صلاحیت پیدا کریں۔ حاکمیت کے حصول کیلئے ہر طریقہ استعمال کرنا چاہیئے۔ ہمیں عیسائیت کو محمدیوں میں پھیلانے کیلئے سخت جدوجہد کرنا ہوگی۔ صدیوں بعد بھی اگر کامیابی حاصل ہوئی تو بہت خوش آئند ہوگی کیونکہ والدین اپنے بچوں کیلئے ہی کام کرتے ہیں۔ » ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں روس، فرانس اور برطانیہ سے سیاستدانوں اور مذہبی شخصیتوں نے شرکت کی قسمت مجھ پر مہربان تھی کیوں کہ ڈائریکٹر سے اچھے تعلقات ہونے کی بناء پر میں نے بھی اجلاس میں شرکت کی اجلاس میں مسلمانوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے اور اسپین کی طرح انھیں بذریعہ طاقت اپنا ایمان ترک کرنے اور عیسائیت کو اپنانے پر مجبور کرنے کے طریقے زیر غور آئے۔ تاہم نتائج توقعات کے مطابق نہ تھے۔ میں نے اس کانفرنس میں ہونے والی تمام گفتگو اپنی کتاب « الاملکوت المسیح » میں درج کی ہے۔

زمین کی گہرائیوں تک اپنی جڑیں مضبوط کر چکنے والے درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن ہم نے مشکلات حل کرنی ہیں۔ عیسائیت پھیلنے کیلئے ہی آئی ہے۔اس بات کا وعدہ ہمارے آقا مسیح نے ہم سے کیا ہے۔ محمد کو مشرق و مغرب کے بُرے حالات میں پھنسے ہونے کا فائدہ ملا۔ان حالات کے ختم ہو جانے سے انکی مدد کرنے والی بلائیں (یعنی مسلمان) بھی ختم ہو چکے ہیں اور اس بات سے ہم خوش ہیں کہ اب حالات مکمل طور پر تبدیل ہو چکے ہیں۔ ہماری وزارت اور دوسری عیسائی حکومتوں کی سخت جدوجہد کے نتیجے میں مسلمان زوال پذیر ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف عیسائی روبہ ترقی ہیں۔ اب وقت آ پہنچا ہے کہ ہم وہ مقامات دوبارہ حاصل کر لیں جو ہم صدیوں پہلے کھو چکے تھے۔ عظیم برطانیہ کی طاقتور مملکت اس نیک کام یعنی اسلام کی تباہی کا راستہ ہموار کرے گی۔

حضرت امام ربانیؒ دینی کتاب مکتوبات شریف کی جلد نمبر ۱ کے مکتوب نمبر ۲۷۵ میں فرماتے ہیں۔
آپکو یہ نعمتیں اسلام کے اصولوں کو سکھانے اور احکامات کی تشریح کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ جہاں جہالت عام اور شرک ہر طرف پھیلا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں میں آپکو منتخب کر کے آپکو سرفراز فرمایا ہے اوراسلام پھیلانے کی ذمہ داری آپ کو سونپی ہے۔ایسی صورت میں ضروری ہے کہ آپ سب دین کے اصولوں اشاعت اور فقہ کے احکامات کو پھیلانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں ان دو احکامات کی بجا آوری سعادتوں کی ابتدا، ترقی کی سیڑھی اور نجات کا ذریعہ ہے۔
بہت جدوجہد کریں۔ ایک عالم دین کی حیثت سے اپنا کردار ادا کریں۔ اپنے اردگرد کے لوگوں کو ۱۴۶ امر بالمعروف ۱۴۵ اور ۱۴۶ نہی عنِ المنکر ۱۴۵ کا عملی پیکر ہونے کا ثبوت پیش کر کے سچا راستہ دکھائیں۔ سورۃ مزمل کی آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ « اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے خواہشمندوں کیلئے یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے »

کسی سے نہیں شکایت رو رہا ہوں اپنے حال پر کانپ رہا ہوں مثل مجرم سوچ کر اپنے استقبال پر

باب اوّل حصہ دوئم

۱۱۲۲ھ (۱۷۱۰ء) میں نازارت دولت مشترکہ کے ڈائریکٹر نے مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا کرنے کیلئے ضروری اور کامل معلومات حاصل کرنے اور جاسوسی کے مقاصد سے مجھے مصر، عراق، حجاز اور استنبول بھیجا انھی دنوں وزارت نے اسی مشن کیلئے مزید ۹ قابل اور باہمت افراد کو بھرتی کیا۔ ہمیں حسب ضرورت دولت معلومات اور نقشہ جات کے علاوہ وہاں کے مقامی سرداروں، اعلیٰ سرکاری اہلکاروں اور علماء کی ایک فہرست بھی دی گئی۔ میں یہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب میں نے سیکرٹری کو الوداع کہا تو وہ گویا ہوا « ہماری ممالک کے مستقبل کا انحصار تمھاری کامیابی پر ہے۔ اسلیئے اس مشن کی کامیابی کیلئے تمہیں اپنی تمام تر توانائیاں بروئے کار لانا ہونگی۔ »

میں نے عالمِ اسلام کی خلافت کے مرکز استنبول جانے کیلئے سمندری سفر منتخب کیا۔ میری ابتدائی ذمہ داریوں کے علاوہ ایک ذمہ داری یہ بھی تھی کہ میں وہاں کے مسلمانوں کی مادری زبان ترکی پر مکمل عبور حاصل کروں۔ اس سے پہلے میں لندن میں بھی ترکی، قرآن کی زبان عربی اور ایرانیوں کی زبان فارسی ایک حد تک سیکھ چکا تھا۔ تاہم ایک زبان سیکھنا اور بات ہے جبکہ اس زبان کو اسکے علاقائی لوگوں کے لب و لہجے میں ادا کرنا اور بات۔ لہٰذا دو تین سالوں میں پہلی مشکل سے نجات پانے کے بعد بھی دوسری مشکل کے حل کیلئے مزید دو تین سال کی ضرورت تھی۔ ترکی زبان کو اسکے تمام رموز واو قاف کے ساتھ سیکھنا انتہائی لازمی تھا مبادا لوگ مجھ پر شک کریں۔ تاہم اس بارے میں مجھے زیادہ پریشانی نہ تھی کیونکہ مسلمان اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بہت خوش اخلاق اور کھلی ذہنیت والے لوگ تھے وہ ہماری طرح شکی ذہنیت نہیں رکھتے اور ویسے بھی اس وقت ترکی حکومت کا کوئی ایسا ادارہ نہ تھا جو جاسوسوں کو گرفتار کرنے کا کام کرتا ہو۔

تھکا دینے والے سفر کے بعد استنبول پہنچا۔ اپنا نام محمد رکھا اور مسلمانوں کی عبادت گاہ مسجد جانا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے نظم وضبط، صفائی پسندی اور اطاعت امام نے بہت متاثر کیا۔ ایک

لمحے کیلیئے میں نے اپنے آپ سے کہا: ہم کیوں ان معصوم لوگوں سے لڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کیا ہمارے آقا حضرت عیسیٰؑ نے ہمیں اسکا حکم دیا تھا؟ لیکن میں فوراً اس گمراہی سے واپس آیا اور اپنی ذمہ داریاں باحسن وخوبی سرانجام دینے کا تہیہ کیا۔

استنبول میں احمد آفندی نامی عالمِ دین سے ملاقات ہوئی میں نے کبھی اپنے مذہب میں اتنی کھلی ذہنیت، اعلیٰ اخلاق اور روحانی عظمت والا شخص نہیں دیکھا تھا۔ یہ بزرگ رات دن آنحضرت محمدؐ کے احکامات کی بجاآوری اور آپؐ کی سنتوں کی پیروی میں مصروف رہتے تھے۔ انکے بقول محمدؐ دنیا کے تمام انسانوں سے بلند درجے پر فائز کامل بشر تھے۔ انکی زبان پر جب بھی محمد ﷺ کا نام آتا تھا تو اس کی آنکھیں بھر آتی تھیں۔ میں اس لحاظ سے کافی خوش قسمت تھا کہ انھوں نے ایک بار بھی میرے نام، علاقے اور دوسری باتوں کے متعلق نہیں پوچھا تھا۔ مجھے ۱۴۶ اجناب محمد ۱۴۵ کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ میرے ہر سوال کا جواب بڑی شفقت ومحبت سے دیا کرتا تھا کیونکہ وہ مجھے ایسا شخص سمجھتا تھا جو سلطنت عثمانیہ میں اسلیئے آیا تھا کہ کوئی نوکری تلاش کرسکے اور پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے نمائندے یعنی خلیفہ کے زیرسایہ رہ سکے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ میں وہاں اسی بہانے سے رہ رہا تھا۔

ایک دن میں احمد آفندی سے کہا « میرے والدین فوت ہوچکے ہیں۔ بھائی یا بہن بھی نہیں اور ورثے میں بھی کچھ نہیں ملا۔ اس لیئے میں نوکری کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم کے حصول یعنی دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی کے حصول کیلیئے عالم اسلام کے مرکز میں آیا ہوں » میری یہ باتیں انھیں بہت پسند آئیں اور انھوں نے جواب دیا « ان تین وجوہات کی بناء پر تمھاری عزت کی جانی چاہئیے۔ »

۱) تم مسلمان ہو اور سب مسلمان آپس میں میں بھائی بھائی ہیں۔

۲) تم ہمارے مہمان ہو اور رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے۔ « اپنے مہمانوں کی

اعلیٰ مہمان نوازی کرو»

۳) تم کام کرنا چاہتے ہو اور ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ « محنت (کام) کرنے والا اللہ کا محبوب ہوتا ہے »

ان باتوں سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے اپنے آپ سے کہا « کاش !عیسائیت میں بھی ایسے ہی روشن حقائق موجود ہوتے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کوئی بھی نہیں ہے » مگر ایک چیز میرے لیئے باعثِ خیرت تھی وہ یہ کہ اسلام جیسے بہترین ضابطہ حیات سے وابستگی کے باوجود مسلمان ذبوں حال کیوں تھے۔

میں نے ایک دن احمد آفندی سے کہا، میں قرآن سیکھنا چاہتا ہوں تو انھوں نے کہا « مجھے تم کو قرآن سکھاکر بہت مسرت ہو گی۔ اور پھر اُنھوں نے سورۃ فاتحہ شروع کر کے مجھے قرآن سکھانا شروع کر دیا، پڑھاتے وقت وہ قرآن کے معانی کی وضاحت بھی کرتے تھے۔ ابتدا ً میں مجھے قرآن کے الفاظ کی ادائیگی میں بہت مشکل پیش آتی تھی۔ میں نے دو سال میں قرآن مکمل پڑھ لیا۔ وہ قرآن شریف کو ہاتھ لگانے سے پہلے وضو کرتے اور مجھے بھی اسکا حکم دیتے تھے۔ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے اور پھر سکھانا شروع کرتے تھے۔ مسلمانوں کا وضو اعضاء دھونے کی ایک سیریز پر مشتمل ہے جن کی تفصیل یہ ہے: ۱) چہرے کو دھونا۔ ۲) سیدھے ہاتھ کو انگلیوں سے لیکر کہنی کے اختتام تک دھونا۔ ۳) الٹا ہاتھ انگلیوں سے لیکر کہنی کے اختتام تک دھونا۔ ۴) سر اور کانوں کے پیچھے سے ہوتے ہوئے گردن تک مسح کرنا۔ ۵) دونوں پیر دھونا۔

میں مسواک کے استعمال سے بہت کتراتا تھا۔ وضو سے قبل منہ اور دانتوں کی صفائی کیلیئے استعمال کی جانے والی لکڑی مسواک کہلاتی ہے۔ میرے خیال میں لکڑی کا وہ ٹکڑا منہ اور دانتوں کیلیئے نقصان دہ تھا۔ بعض اوقات میرا منہ اس سے زخمی ہو جاتا اور خون بہنے لگتا مگر میں اسکے استعمال پر مجبور تھا۔ کیونکہ احمد آفندی کے مطابق مسواک کا ستعمال حضرت محمد ﷺ کی سنت

موکدہ ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ لکڑی انتہائی مفید ہے۔ در حقیقت مجھے بھی اس سے فائدہ پہنچااور میرے منہ سے خون بہنابند ہو گیااور وہ بدبو جو اکثر انگریزوں کے منہ سے آتی ہے میرے منہ سے آنابند ہو گئی۔

استنبول میں اپنے قیام کے دوران رات کو میں ایک کرائے کے کمرے میں رہتا تھا جو میں نے ایک مسجد کے خدمتگار سے لیا تھا۔ اسکانام مروان آفندی تھا۔ اسکے مطابق مروان حضرت محمد ﷺ کے ایک اصحابی کانام تھا۔ وہ ایک حساس شخص تھا اور مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر تمھارا کوئی بیٹا پیدا ہو تو اسکانام بھی مروان ہی رکھنا کیونکہ مروان ایک عظیم جنگجو مجاہد تھا۔

رات کا کھانا مروان آفندی ہی تیار کرتا تھا۔ مسلمانوں کے مقدس دِن جمعہ کو میں کام پر نہیں جاتا تھا۔ جبکہ ہفتے کے دن خالد نامی بڑھئی کے پاس کام کرتا تھا جہاں ہفتہ وار تنخواہ ملتی تھی۔ پارٹ ٹائم کام کرنے کی وجہ سے دوسرے مزدوروں سے نصف تنخواہ ملتی تھی بڑھئی خالد فارغ اوقات میں مشہور جنگجو صحابی خالد بن ولید کی کہانیاں سنایا کرتا تھا۔ اسلام کے مختلف معرکوں میں انھوں نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ تاہم بعد میں عمر بن خطاب نے خالد بن ولید کو اسکے عہدے سے ہٹادیا تھا۔ اور اس بات کا بڑھئی خالد کو بہت رنج تھا۔[۱]

میرا استاد بڑھئی خالد انتہائی بداخلاق اور الجھن زدہ شخص تھا۔ بہر حال وہ مجھ پر اعتماد کرتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کیوں مگر شاید میرے فرمانبردار ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کرتا تھا۔ وہ تنہائی میں شریعت کی پیروی نہیں کرتا تھا مگر جب اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا تھا تو شریعت پر کار بند رہتا تھا۔ وہ جمعہ کی نماز ادا کرتا تھا مگر روزانہ کی نمازوں کی ادائیگی سے متعلق مجھے یقین نہیں۔

میں ناشتہ دکان ہی میں کرتا تھا۔ کام سے فارغ ہو کر دوپہر کی نماز مسجد میں پڑھتا اور پھر

---

(۱) خالد بن ولید کی جگہ متعین کیئے گئے دوسری صحابی عبیدہ بن جراح نے بھی فتوحات جاری رکھیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کامیابیاں خالد بن ولید کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتی ہیں۔

عصر کی نماز تک وہیں رہتا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد احمد آفندی کے گھر جاتا دو گھنٹے تک ان کے پاس رہ کر قرآن پڑھتا اور عربی اور ترکی کے متعلق بھی علم حاصل کرتا تھا۔ ہر جمعہ کے دن اپنی تنخواہ ان کو دیتا تھا کیونکہ انھوں نے مجھے بہت اچھے طریقے سے پڑھایا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انھوں نے قرآن الکریم صحیح طرح سے پڑھنے، اسلامی مذہب کی ضروریات اور عربی و ترکی زبانوں کی باریکیوں سے متعلق مجھے بہت اچھی طرح سے پڑھایا تھا۔

احمد آفندی کو جب یہ پتہ چلا کہ میں غیر شادی شدہ ہوں تو انھوں نے مجھے پیشکش کی کہ میں ان کی بیٹیوں میں سے کسی ایک سے شادی کرلوں میں انکی اس پیشکش سے معذرت کی مگر وہ اسرار کرتے رہے اور اکثر پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے تھے۔ میری سنت کی پیروی نہ کرنے والے (یعنی شادی نہ کرنے والے) ہم میں سے نہیں۔ اور مجھے تلقین کرتے تھے کہ میں بھی اس حدیث پر عمل کروں۔ اس بات کے خدشے کے تحت کہ ہمارے ذاتی تعلقات خراب نہ ہو جائیں میں نے اُن سے بہانہ بنایا کہ مجھ میں مردانہ کمزوری ہے اور اسطرح اس بات کو یقین بنایا کہ ہمارے تعلقات دوستانہ رہیں اور آگے بڑھتے رہیں۔

جب استنبول میں میرا دو سالہ قیام ختم ہو گیا تو میں نے کہا « احمد آفندی صاحب! میں گھر واپس جانا چاہتا ہوں » انھوں نے جواب دیا « مت جاو کیوں جا رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ استنبول کو دین و دنیا کے تمام خزانے ایک ساتھ دیئے ہیں۔ تم نے بتایا تھا کہ تمارے ماں باپ اور بہن بھائی بھی نہیں ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر یہاں مستقل سکونت اختیار کرلو » احمد آفندی مجھ سے بہت مایوس ہو چکے تھے اسلیئے مجھے وہاں ہی رکھنا چاہتے تھے۔ مگر حب الوطنی مجھے مجبور کرتی تھی کہ میں لندن واپس جاؤں اور خلافت کے متعلق تفصیلی رپورٹ فراہم کرکے نئے احکامات حاصل کروں۔

استنبول میں قیام کے دوران اپنی وزارت دولت مشترکہ کو ماہانہ رپورٹ بھجوایا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اپنی ایک رپورٹ میں، میں نے وزارت سے پوچھا تھا کہ اگر کوئی

شخص مجھ سے جنسی زیادتی کرنا چاہے تو میں کیا کروں ؟وزارت کا جواب یہ تھا « اگر اس سے تمھارے مقصد کے حصول میں آسانی ہو تو ضرور کرو » اس جواب پر مجھے بہت غصہ آیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ تمام دنیا میرے سر پر آگری ہو۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ بے حیا عمل انگلستان میں بہت عام تھا مگر میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے اعلیٰ عہدیدار مجھے یہ کام کرنے کا حکم دیں گے۔ میں کیا کر سکتا تھا؟ میرے سامنے کوئی اور راستہ نہیں تھا سوائے اسکے کہ ذہر کا یہ آخری قطرہ بھی گلے سے اتار لوں۔ اسی لیئے میں چُپ رہا اور اپنے فرائض نبھاتا رہا۔

جب احمد آفندی سے الوداع ہو رہا تھا تو انکی انکھیں نم تھیں اور انھوں نے مجھ سے کہا تھا « بیٹا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری مدد فرمائے !اگر تم پھر کبھی استنبول واپس آؤ اور مجھے زندہ نہ پاؤ تب بھی مجھے یاد رکھنا۔ میری روح کو ثواب پہنچانے کیلیئے کم از کم ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ ضرور پڑھنا۔ ہم دونوں روز آخرت میں رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کے سامنے پھر ملیں گے » حقیقتاً مجھے بھی بہت دکھ ہوا۔ یہ دُکھ اتنا زیادہ تھا کہ میرے بھی آنسو نکل آئے۔ مگر احساس ذمہ داری میرے جذبات پر حاوی تھا۔

باب اوّل حصّہ سوئم

میرے ساتھی مجھ سے پہلے ہی لندن واپس پہنچ چکے تھے اور نئے احکامات بھی حاصل کر چکے تھے۔ واپس پہنچنے پر مجھے بھی نئے احکامات دیئے گئے۔ بد قسمتی سے بھیجے گئے ۱۰ افسران میں سے صرف ٦ واپس آسکے تھے۔

واپس نہ آنے والے چار افراد میں سے ایک تو مسلمان بن کر مصر ہی میں رہ گیا تھا۔ تاہم سیکرٹری خوش تھا کہ اس نے اسلام قبول کر لینے کے باوجود کوئی راز افشانہ کیا تھا۔ دوسرا شخص روس ہی میں رہ گیا تھا کیونکہ روس ہی اسکا آبائی وطن تھا۔ وزارت کے سیکرٹری کو اسکے وطن واپس جانے پر ہیں بلکہ وزارت کیلیئے روس کی جاسوسی کرنے اور ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد واپس جانے پر

زیادہ افسوس تھا۔ تیسر ا شخص بغداد کے نواحی علاقے میں وبائی امراض میں مبتلا ہو کر مر گیا تھا۔ چوتھا شخص یمن کے شہر صنعا گیا تھا۔ ایک سال تک اسکی جانب سے رپورٹس موصول ہوتی رہیں مگر بعد میں اسکی جانب سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی سر توڑ کوشش کے باوجود اسکا کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ سیکرٹری ان چار افراد کی گمشدگی سے بہت افسردہ تھا۔ کیونکہ ہماری اس کم افراد کی ٹیم پر بہت ساری ذمہ داریاں عائد تھیں اور اسی لیئے اس ٹیم کا ایک ایک فرد بہت اہمیت کا حامل تھا۔

میری چند ایک رپورٹس کے بعد دیگر ساتھیوں کی رپورٹس کا جائزہ لینے کیلئے سیکرٹری نے ایک اجلاس منعقد کیا۔ میرے ساتھیوں نے بھی میرے ساتھ ہی اپنی رپورٹس جمع کرائیں۔ مجھے امید تھی کہ کارکردگی کے لحاظ سے میں پہلے نمبر پر آؤں گا مگر میں تیسرے نمبر پر رہا۔ پہلے نمبر پر خارج بلکوڈو اور دوسرے نمبر پر ہنری فرنس تھا۔

بے شک ترکی، عربی، قرآن اور شریعت سیکھنے میں، میں بہت کامیاب رہا تھا مگر اسکے باوجود وزارت کیلئے ایسی رپورٹ تیار نہیں کر سکا تھا جو سلطنت عثمانیہ کے تمام ضعیف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہو۔

دو گھنٹے کے اجلاس کے بعد سیکرٹری نے مجھ سے اسکی وجہ پوچھی تو میں نے کہا «میری اصل ذمہ داری قرآن اور شریعت سیکھنا تھی۔ اس کام سے ہٹ کر دوسرے کاموں کی طرف اتنی توجہ نہ دے سکا۔ لیکن اگر آپ مجھے ایک موقع اور دیں تو میں آپ کو خوش کر دوں گا» سیکرٹری نے کہا کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تم نے اپنی بنیادی ذمہ داریاں بالکل ٹھیک سرانجام دیں مگر میں یہ چاہتا تھا کہ تم پہلے نمبر پر آتے۔

سیکرٹری آگے کہتا گیا «اے ہیمفر، تمھارا اگلا مشن ان دو مقاصد کے حصول پر مشتمل ہے۔»

۱) مسلمانوں کے وجود کے اندر گھسنے اور ان کے اعضاء کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے

(یعنی ان میں تفرقہ ڈالنے) کیلئے ان کے کمزور پہلوؤں کو تلاش کرو۔ دشمن کو مات دینے کیلئے یہ گرُانتہائی مفید ہے۔

۲) مسلمانوں کے کمزور تر پہلوؤں کی تلاش کے بعد اگر تم انھیں آپس میں لڑانے اور انکے مابین تفرقہ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے تو تم سب سے کامیاب جاسوس بن جاؤ گے اور میڈل کے حقدار ٹھہرو گے۔

میں نے لندن میں ٦ ماہ قیام کیا۔ اپنے تایا کی بیٹی «ماریہ شوئے» کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گیا۔ اس وقت میری عمر ۲۲ سال اور اسکی ۲۳ سال تھی۔ ماریہ درمیانہ ہئیت عالی عام سی مگر خوبصورت لڑکی تھی۔ اپنی زندگی کے خوبصورت ترین لمحات میں نے اسی وقت ماریہ کے ساتھ گزارے۔ جب وہ حاملہ تھی اور ہم بچے کی پیدائش کے انتظار میں تھے تب عراق جانے کا حکم ملا۔

ایسے وقت میں یہ حکم انتہائی تکلیف دہ تھا۔ تاہم حب الوطنی اور اپنے ساتھیوں سے بہتر کارکردگی پیش کرنے کا جذبہ شوہر اور باپ کے جذبات پر حاوی تھا۔ اسلیئے بغیر کسی پس و پیش کے ان کا حکم قبول کر لیا۔ میری بیوی کی خواہش تھی کہ بچے کی پیدائش تک میں رُک جاؤں مگر میں نے اسکی خواہش کو اہمیت نہ دی جب ہم جُدا ہو رہے تھے تو دونوں رو رہے تھے۔ ماریہ نے کہا «مجھے خط لکھتے رہنا! میں بھی خط لکھتی رہوں گی اور تمھیں اپنے نئے گھر کے بارے میں بتاؤں گی جو ہمارے لیئے سونے کی طرح قیمتی ہو گا» اسکی ان باتوں نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اگر جذباتی آدمی ہوتا تو سفر ترک کر دیتا مگر میں نے اپنے جذبات پر قابو پایا۔ ماریہ کو الوداع کہا اور نئی ہدایات لینے کیلئے وزارت کے دفتر جا پہنچا۔

٦ ماہ بعد میں عراق کے شہر بصرہ میں تھا۔ اس شہر کی آدھی آبادی شیعہ اور آدھی سُنی تھی۔ یہ ایک قبائلی شہر تھا جس مین عرب، فارسی اور کچھ عیسائی آبادی بھی تھی۔ اپنی زندگی مین پہلی مرتبہ فارسیوں سے ملاقات ہوئی تھی۔ بات چل ہی نکل ہے تو شیعہ ازم اور سنی ازم کے متعلق

کچھ معلومات فراہم کر دوں

شیعہ ازم:۔ اہل تشیع کہتے ہیں کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی دختر حضرت فاطمہ ؓ کے شوہر علی بن ابوطالب کے پیروکار ہیں۔ انکے مطابق حضرت محمد ﷺ نے رحلت کے بعد حضرت علی اور انکی اولاد یعنی حسن اور حسین کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

میرے خیال سے علی اور انکی اولاد حسن و حسین کے خلیفہ ہونے کے بارے میں شیعہ حق پر ہیں۔ کیونکہ اسلامی تاریخ سے جس حد تک میں سمجھ سکا ہوں اسکے مطابق علی خلیفہ ہونے کی تمام خصوصیات کا حامل تھا۔ اور اسی طرح اسلامی تاریخ سے اس بات کے شواہد بھی نہیں ملتے کہ پیغمبر محمد ﷺ نے حسن اور حسین کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ جو چیز مجھے شک مین مبتلا کرتی ہے وہ یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے حسین کے بیٹے اور حسین کے آٹھ پوتوں کو بھی خلیفہ مقرر کیا تھا۔ کیونکہ جب محمدؐ نے وفات پائی تو اُس وقت حسین ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور محمد ﷺ کو اس بات کا علم کیسے ہو سکتا تھا کہ حسین کا ایک بیٹا اور آٹھ پوتے ہونگے۔ اگر محمد ﷺ واقعی ایک پیغمبر تھے تو یہ ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مطلع کیئے جانے کے باعث وہ مستقبل کے بارے میں بتا سکیں تاہم عیسائی تو محمدؐ کی نبوت پر بھی شک کرتے ہیں۔

مسلمان حضرت محمد ﷺ حقیقی نبی ہونے کے بہت سارے ثبوت پیش کرتے ہیں جن میں سے سب سے بڑا ثبوت نزولِ قرآن ہے۔ میں نے قرآن کا مطالعہ کیا ہے۔ واقعی ایک عظیم کتاب ہے۔ حتیٰ کہ تورات اور انجیل سے بھی بالاتر کتاب ہے کیونکہ اس میں مکمل ضابطہ حیات (اخلاقیات، دستورات، نظامات) غرض ہر چیز موجود ہے۔ تاہم میرے لیئے یہ باعث حیرانی تھا کہ محمدؐ جیسا ان پڑھ شخص قرآن جیسی عظیم کتاب کیسے لا سکتا ہے اور یہ کہ محمدؐ ان خصوصیات کا حامل کیسے ہو سکتا تھا جن کا حامل ایک پڑھا لکھا، دنیا کو جاننے والا، ہوشیار اور بااخلاق شخص نہیں تھا۔ میں سوچتا ہوں کہ کیا۔ یہی حقائق محمدؐ کی نبوت کے ثبوت ہیں۔

محمدؐ کی نبوت کی سچائی تک پہنچنے کیلئے ہمیشہ تگ ودو میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ لندن میں ایک عیسائی پادری سے اس بارے میں پوچھا تھا تو اُس نے پر تعصب لہجے میں بات کی تھی اور اسی وجہ سے تسلی بخش جواب نہیں مل سکا تھا۔ جب ترکی میں تھا تو اُس وقت احمد آفندی سے بھی یہ بات پوچھی تھی۔ انکی جانب سے ملنے والے جواب سے بھی میری تسلی نہیں ہوئی تھی۔ پوری وضاحت سے یہ سوال اسلئیے نہیں پوچھا تھا کہ وہ مجھے جاسوس نہ سمجھ بیٹھیں اور اسی لیئے آئندہ بھی اس بارے میں ان سے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔

میں شخصی طور پر محمدؐ کا معترف ہوں۔ بلاشبہ محمدؐ وہی نبی ہیں جن کے متعلق ہم نے کتابوں (یعنی تورات وانجیل) میں پڑھا ہے۔ لیکن بحثیت عیسائی ابھی تک انکی پیغمبری پر ایمان نہیں لایا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بنی نوع انسان میں وہ سب سے عظیم اور بالاترین تھے۔

سنی ازم:۔ سنی لوگوں کا کہنا ہے کہ «پیغمبر حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے بالترتیب ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کو خلافت کے لائق سمجھا»

ایسے اختلافات دنیا کے ہر مذہب، خصوصی طور پر عیسائیت میں موجود ہیں۔ چونکہ عمر اور علی مر چکے ہیں اس لیئے اب ان مناظرات سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ میرے خیال میں مسلمان ماضی کی بجائے حال کی زیادہ فکر کرتے ہیں۔[۱]

---

(۱) خلافت کے مسئلے پر بحث کرنا شیعوں کی عام عادتوں میں سے ہے۔ جبکہ اہلسنت اس حوالے سے بحث کو ضروری نہیں سمجھتے۔ اس جوان انگریز نے دینی و دنیاوی معاملات کو الجھا دیا ہے۔ جبکہ مسلمان لوگ اس دنیا میں ہمیشہ ترقی کی اور نئی دریافتوں کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اور انھوں نے سائنس، ٹیکنالوجی، ریاضی، تعمیرات اور طب میں ہمیشہ ترقی کی ہے۔ جبکہ عیسائیت میں علوم وفنون میں عقل کی تقلید کو گناہ کہا گیا ہے اور دینی معلومات اور احکامات میں اپنی عقل کے مطابق اور ضروریات کے تحت ردوبدل کر دیا گیا ہے۔ مشہور اطالوی سائنسدان گیلی لیو نے نظریہ پیش کیا تھا کہ زمین گھوم رہی ہے - اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ معلومات اُس مسلمان (سائنسدانوں) سے حاصل کی تھیں - اس نظریئے کے پیش کرنے پر نا صرف پادریوں نے اس ناطقہ بند کر دیا بلکہ اُسے قید میں ڈال دیا گیا اور جب اُس نے نظریہ واپس لیا تو اُسے چھوڑا گیا۔ مسلمان دین اور ایمان کے متعلق معلومات میں عقل پر نہیں بلکہ قرآن اور حدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔ عیسائی ان دینی باتوں میں تبدیلی کر دیتے ہیں جو اُن کی سمجھ سے بالاتر ہوں مسلمان ایسا نہیں کرتے۔

ایک دن وزارت دولت مشترکہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر شیعہ سُنی اختلافات پر بات کر رہا تھا۔ اسی دوران میں نے کہا « اگر مسلمان زندگی کے بارے مین کچھ جانتے تو اپنے درمیان کے شیعہ سُنی مسئلے کو حل کرتے اور متحد ہو جاتے » ایک شخص نے میری بات کاٹی اور کہا « تمھاری ذمہ داری ان اختلافات کو ہوا دینا ہے نہ کہ ان اختلافات کا حل تلاش کرنا »

عراق روانہ ہونے سے قبل سیکرٹری نے مجھ سے کہا تھا « اے ہیمفر! تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بنی نوع انسان کے مابین اس وقت سے فطرتی اختلافات موجود ہیں جب خدا نے ہابیل اور قابیل کو پیدا کیا تھا۔ یہ اختلافات یسوع مسیح کی واپسی تک جاری رہیں گے۔ نسلی، قبائلی، قومی، علاقائی اور مذہبی اختلافات سب ہی اس ذمرے میں آتے ہیں۔ » اس دفعہ تمھاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم ان خنلافات کی تہہ تک پہنچے اور اسکی وزارت کو اطلاع دو۔ مسلمانوں کے مابین تفرقات بڑھانے میں تم جتنا ذیادہ کامیاب ہوگے انگلستان کیلیئے تمھاری خدمات اتنی زیادہ ہونگی۔

« ہم انگریز لوگ پرسکون زندگی گزارنے کیلیئے دنیا میں فتنہ وفساد برپا کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی قسم کے فتنوں کے دور سے ہم سلطنت عثمانیہ کو مسمار کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کم آبادی والا ملک زیادہ آبادی والے عظیم ملک کو اپنے زیر تسلط کرے؟ مکمل کوشش اور جدوجہد سے انکے کمزور پہلو تلاش کرواوران کمزور پہلوؤں کو استعمال کرتے ہوئے ان کے اندر گھس جاؤ۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ عثمانی اور ایرانی حکومتیں بہت کمزور ہو چکی ہیں۔ اسلیئے ان ممالک میں حکمرانوں کیلیئے نفرت پیدا کرو۔ دنیا میں جب کبھی انقلاب آیا اسکی اصل وجہ عوام کا اٹھ کھڑا ہونا تھا۔ جب مسلمانوں کا اتحاد، اتفاق اور یگانگی ختم ہو جائیں گے تو اُن کا خاتمہ بہت آسان ہو جائے گا۔ »

باب اوّل حصہ چہارم

بصرہ پہنچ کر میں نے ایک مسجد میں ٹھکانا بنایا۔ مسجد کا امام شیخ عمر طائی اہلسنت اعتقاد کا حامل عرب تھا۔ اسکے ساتھ تعارف ہوتے ہی میں اس سے گھل مل گیا۔ شروع شروع میں وہ مجھ پر شک کرتے ہوئے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دیتا تھا۔ اپنے آپ کو اسکے خطرناک سوالات سے بچانے کیلئے یہ جھوٹ گھڑا « میرا تعلق ترکی کے قصبے ابدرسے ہے اور میں استنبول کے احمد آفندی کا مرید ہوں اور استنبول میں ایک بڑھئی خالد کے ساتھ بھی کام کرتا رہا ہوں » ترکی میں اپنے قیام کے دوران حاصل ہونے والی معلومات میں سے کچھ معلومات میں نے اُسے بتائی میں نے چند جملے ترکی زبان میں بھی ادا کیئے۔ امام نے اس دوران اس جگہ موجود افراد میں سے آنکھ کے اشارے سے میری ترکی کے متعلق پوچھا تو اُسے مثبت جواب موصول ہوا۔ اس امام کے ذہن سے مشکوک وشبہات کے خاتمے پر میں بہت خوش تھا۔ تاہم میں غلطی پر تھا کیونکہ کچھ دن بعد مجھے معلوم ہوا کہ امام کو شبہ تھا۔ کہ میں ترک جاسوس ہوں بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ عثمانی سلطان کی جانب سے تعینات کردہ گورنر اور اس امام کے مابین عداوت اور اختلافات موجود تھے۔

شیخ عمر آفندی کی مسجد چھوڑنے پر مجبور ہو کر میں نے مسافروں اور پردیسیوں کیلئے مخصوص سرائے میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا۔ سرائے کا مالک مرشد آفندی انتہائی بے وقوف انسان تھا۔ ہر روز صبح سویرے آذان ہوتے ہی زور زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹاتا تھا۔ اسکی بات پر مجبوراً عمل کرنا پڑتا تھا اسی لیئے ہر روز نماز پڑھتا رہا کچھ دنوں بعد اُس نے نماز کے ساتھ ساتھ قرآن پڑھنے کی بھی پابندی کرادی۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ قرآن شریف پڑھنا فرض نہیں ہے۔ پھر تم کیوں مجھے مجبور کرتے ہو تو اُس نے جواب دیا « صبح کے اُس وقت سوئے رہنے سے اس سرائے اور سرائے میں رہنے والوں پر غربت اور نحوست آجائے گی۔ »

مجھ پر لازم تھا کہ میں اسکے احکامات کی پیروی کروں ورنہ دوسری صورت میں وہ مجھے

سرائے سے نکال دینے کی دھمکی دے چکا تھا۔ اسی لیئے آذان ہوتے ساتھ ہی نماز پڑھتا اور ایک گھنٹے سے زیادہ وقت قرآن کی تلاوت کرنے میں گزارتا تھا۔ ایک دن مرشد آفندی میرے کمرے میں آیا اور کہنے لگا۔ « جب سے تم اس کمرے میں آئے ہو مجھ پر نحوست پڑتی جارہی ہے۔ اسکی وجہ، میرے خیال میں، تمھاری غیر اذدواجیت ہے۔ لہٰذا اب تم شادی کرلو یا پھر یہ کمرہ چھوڑ دو» میں نے اُسے بتایا کہ میرے پاس شادی کرنے کیلیئے روپے نہیں (اس سلسلے میں جو بہانہ میں نے احمد آفندی سے بنایا تھا اسکے سامنے اسلیئے نہیں بنایا کیونکہ وہ سچائی کی تلاش میں سب کچھ کرسکتا تھا) یہ بات سُن کر وہ کہنے لگا اے کمزور ایمان والے کیا تم نے سورۃ نور کی آیت ۳۲ میں اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا « اگر ان پر فقر ہو تو اللہ اپنے کرم سے انھیں غنی کردے گا۔» میں ششدورہ گیا۔ بالآخر میں نے کہا « ٹھیک ہے میں شادی کرلوں گا مگر کیا تم شادی پر ہونے والے اخراجات برداشت کرنے کیلیئے تیار ہو؟ یا پھر تم کوئی ایسی لڑکی ڈھونڈ کردے سکتے ہو جس سے شادی کرنے پر خرچ کم آئے؟»

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد مرشد آفندی پھر گویا ہوا « میں کچھ نہیں جانتا۔ یا تو رجب کے شروع ہونے سے پہلے شادی کرلو یا پھر یہ سرائے چھوڑ دو»۔ رجب کے مہینے کے آغاز میں صرف ۲۵ دن باقی رہ گئے تھے۔ یہ بتاتا چلوں کہ اسلامی مہینوں کی ترتیب یہ ہے۔ محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ۔ یہ مہینے تیس دن سے زیادہ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ ۲۹ دن سے بھی کم نہیں ہوتے۔ ان مہینوں کا تعین چاند کے حساب سے کیا جاتا ہے۔

میں نے ایک بار پھر ایک بڑھئی کے ساتھ کام کرنا شروع کردیا۔ مرشد آفندی کی سرائے چھوڑ کر اُسی بڑھئی کی دکان میں رہائش کرلی اور کھانا بھی دکان پر ہی کھایا کرتا تھا مگر تنخواہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ رجب کا مہینہ آنے سے پہلے میں نے اپنا سامان بڑھئی کی دکان میں منتقل کردیا۔

بڑھئی کانام معبد الرضا تھا اور وہ شیعہ اعتقاد کا حامل ایک خراسانی تھا۔ میرے ساتھ بالکل اپنی اولاد کی طرح پیش آتا تھا۔ کام کے ساتھ ساتھ اس سے فارسی بھی سیکھنا شروع کر دی۔ ہر روز سہ پہر کے وقت شیعہ مسلک کے لوگ بڑی تعداد میں وہاں جمع ہوتے اور سیاست سے لیکر اقتصادیات تک ہر مسئلے پر بحث کرتے۔ اپنی حکومت کے علاوہ استنبول کی سُنی خلافت پر بھی تنقید کرتے تھے۔ جیسے ہی انکی محفل میں کوئی اور شخص آتا تھا تو وہ موضوع بدل کر ذاتی مسائل پر بحث شروع کر دیتے تھے۔ مجھ پر بھرپور اعتماد کرتے تھے یہ تو مجھے بعد میں پتہ چلا کہ ترکی زبان بولنے کی وجہ سے وہ مجھے آذر بائیجانی سمجھتے تھے۔ ہماری دکان میں کبھی کبھار ایک نوجوان آتا جاتا تھا۔ شکل وصورت اور وضع قطع سے وہ مدرسے کا طالب علم لگتا تھا۔ عربی، فارسی اور ترکی پر اُسے اچھی طرح عبور حاصل تھا۔ اسکانام محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا۔ یہ نوجوان ہمیشہ اپنی عمر سے بڑی باتیں کرتا تھا اور کچھ الجھا ہوا سا رہتا تھا۔ سُنی ہونے کے باوجود عثمانیوں کے خلاف تھا مگر ایران کی مخالفت نہیں کرتا تھا۔ دوکان کے مالک سے دوستی کی اہم وجہ دونوں کا عثمانی سلطنت کے خلاف ہونا تھا۔ لیکن مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی کہ سنی نوجوان ایک شیعہ آدمی سے کسطرح دوستی قائم رکھ سکتا تھا۔ اس لڑکے کا فارسی زبان پر مکمل عبور بھی حیران کن تھا۔ اس شہر کی آبادی کے شیعہ اور سنی سب ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح پیش آتے تھے۔ سبھی کو فارسی اور عربی آتی تھی۔ کچھ لوگوں کو ترکی زبان بھی آتی تھی۔

نجدی محمد بظاہر سنی تھا۔ سنی لوگ شیعوں کے خلاف باتیں کرتے تھے بلکہ مخصوص سنی طبقہ انھیں کافر بھی کہتا تھا مگر شیعہ ان باتوں کا بُرا نہیں مناتے تھے۔ مگر میں نے نجدی محمد کے منہ سے شیعوں کے خلاف کوئی بات نہیں سُنی تھی نجدی محمد کہتا تھا « مسلمانوں کے چار مذہبی مسالک میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی قرآن میں کوئی ذکر نہیں ملتا اسلیئے میں ان سے کسی ایک کا بھی پیروکار نہیں ہوں » وہ اپنے اس عقیدے کی خاطر اس بارے میں ہدایات دینے والی قرآنی

آیات کو بھی نظر انداز کرتا تھا اور احادیث کو بھی اہمیت نہیں دیتا تھا۔

اب ان چار مذہبی عقائد سے متعلق کچھ باتیں:۔

پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی وفات سے تقریباً ایک صدی بعد سنی مسلمانوں میں سے یہ چار علماء آگے آئے، ابو حنیفہ، احمد بن حنبل، مالک بن انس اور محمد بن ادریس شافعی۔ بعض خلفاء نے بھی سنی مسلمانوں کو ان چار عقائد میں سے کسی ایک کا پیروکار بننے کیلئے مجبور کیا۔ مسلمانوں کے بقول ان چاروں علماء کے سوا کوئی بھی قرآن و سنت کے متقلق نیا حکم صادر کرنے کا اہل نہیں ہے۔ یہی بات مسلمانوں کی سمجھ بوجھ اور عقل وحلیم کے تمام دروازے بند کرنے کا سبب بنی۔ مسلمان اسلام کی بقاء کیلئے حد بندی کو یقینی تصور کرتے ہیں جبکہ اہل تشیع نے اپنے عقیدے کو مضبوط بنانے اور پیلانے کیلئے سنیوں کے ان غلط احکامات اور عقائد سے بڑا فائدہ اٹھایا۔

شیعہ اعتقاد کے لوگ سنیوں کے مقابلے میں ١٠ اگنا کم تھے۔ انھوں نے اپنے مذہب کے پرچار کیلئے ہر قسم کی دروغ گوئی اور پروپیگنڈے سے کام لیا اسی لیئے آج انکی تعداد تقریباً سنیوں کے برابر ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ حد بندی (بچائو کیلئے مددگار) اسلحے کی مانند ہے۔ یہ حد بندی احکامات اسلام کو ایک واضح دائرے کے اندر رکھتی ہے اور یہی چیز فہم و دانش کے تمام دروازے بند ہونے کے باوجود موجودہ وقت کے تمام تقاضوں کو پورا کرسکنے کا سبب ہے۔ لیکن اگر آپکا اسلحہ بوسیدہ جبکہ دشمن کا جدید ہو تو ایک نہ ایک دن آپکا ذیر ہونا یقینی بات ہے۔ اسلئیے میرا خیال ہے کہ اہلسنت کے علماء بہت جلد اس حد بندی کے تمام دروازے کھول دیں گے ورنہ چند ہی دنوں میں انکی تعداد انتہائی کم جبکہ شیعہ لوگ اکثریت میں آجائیں گے۔[1]

([1]) ان احکامات اور اس حدبندی کو جاننے والے علماء مجتھد کہلاتے ہیں۔ مجتھد بننے کیلئے شرائط ہماری تصنیفات سعادتِ ابدیہ اور فائدہ لی بلگیر میں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں۔ ان چار علماء کے علاوہ کوئی مجتھد عرضہ درازتک سامنے نہیں آیا۔ اسلام کے دشمن اسلامی احکامات کو نئے دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے نعرے لگاکر مسلمانوں کو بھٹکانے کی کوشش کرتے رہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ مجتھدین قیامت تک ظہور میں آتے رہیں گے۔

خود پسندی نجدی محمد قرآن الکریم اور سنت کو سمجھنے کیلیئے اپنے نفس پر اکتفا کرتا تھا۔ صرف اُسی دور کے علماء کی رائے نہیں بلکہ سنیوں کے چاروں اماماء کے علاوہ ابو بکر، عمر، عثمان، اور علی جیسے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے نظریات اور ہدایات کو بھی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ جب کبھی اُسے کوئی ایسی قرآن آیت نظر آتی جو اُس کے خیال میں ان لوگوں (یعنی صحابہ کرام، خلفاء اور اماماء) کے نظریات کی تردید کرتی تھی تو وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا میں نے تمھارے لیئے قرآن اور سنت چھوڑے ہیں۔[۱] آپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں نے تمھارے لیئے قرآن، سنت اور صحابہ اور مسلکوں کے امام چھوڑے ہیں اسلیئے صرف قرآن و سنت کی پیروی فرض ہے۔ بیشک ان میں ملنے والے احکامات اُن صحابہ، خلفاء یا اماماء کے نظریات کے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہوں۔[۲]

عبدالرضا کے گھر عشایئے کی دعوت کے دوران نجدی محمد اور شیخ جواد نامی شیعہ عالم کے مابین مناظرہ ہوا جسکی تفصیل کچھ یوں ہے۔

شیخ جواد۔ تم اس بات کو مانتے ہو کہ علی مجتہد ہے پھر تم شیعوں کی طرح اسکی پیروی کیوں اختیار نہیں کرتے؟

نجدی محمد۔ کیونکہ علی بھی عمر اور دیگر اصحابہ کرام کی طرح ہے۔ اسکی بات حجت کا درجہ نہیں رکھتی۔ صرف قرآن، سنت اور حدیث کو حجت کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ

(۱) اسکا یہ بیان اس حدیث کی تردید کرتا ہے جس میں ہمیں صحابہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) آجکل پورے عالمِ اسلام میں جاہل اور خائن لوگ علماء کے بھیس میں علمائے اہلسنت کے علماء پر دھاوا بول رہے ہیں۔ وہ لوگ سعودی عرب سے ملنے والی خطیر رقم کے بدلے میں وھابیت کا پرچار کر رہے ہیں۔ وہ سب ہر موقع پر نجدی محمد کے مذکورہ بالا جملے کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہلسنت کے چاروں اماماء میں سے کسی ایک کی رائے بھی قرآن وحدیث سے اختلاف نہیں رکھتی اور نہ ہی انھوں نے حدیث و قرآن میں کوئی ردوبدل کیا بلکہ انھوں نے تو صرف اسکی وضاحت کی ہے۔ اپنے انگریز آقاؤں کی طرح وھابی بھی اپنے سے جھوٹی باتیں گھڑ کر مسلمانوں کو بھٹکا رہے ہیں۔

تمام صحابہ کرام[۱] کے ارشادات حجت کا درجہ رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ ان میں سے ہر ایک کی بات کی پیروی کی تاکید فرمائی ہے۔)

شیخ جواد۔ جبکہ حضرت محمدؐ نے فرمایاہے۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔ تو کیا تمھارے خیال میں علی اور دوسرے صحابہ کے درمیان فرق نہیں ہونا چاہیئے؟

نجدی محمد۔ اگر علی کے بیانات کا درجہ رکھتے تو پیغمبر حضرت محمدؐ نے یہ نہیں کہا ہوتا « میں نے تمھارے لیئے قرآن، سنت اور علی کو چھوڑا ہے؟ »

شیخ جواد۔ ہم اخذ کرسکتے ہیں کہ پیغمبر حضرت محمدؐ نے ایسا کہا کیونکہ ایک حدیث میں پیغمبر حضرت محمدؐ نے فرمایا تھا۔ میں اہل بیت اوراللہ کی کتاب چھوڑے جارہاہوں۔ اور پھر علی تو اہل بیت کا سب سے اعلیٰ رکن ہے۔

نجدی محمد نے اس بات کو جھٹلایا کہ پیغمبر حضرت محمدؐ نے ایسا کہا ہو گا۔

شیخ جواد نے نجدی محمد کو ثبوتوں اور دلائل کے ذریعے خاموش کرادیا۔

تاہم اس پر بھی نجدی محمد نے اعتراض کیا اور کہا « تم اصرار کرتے ہو کہ پیغمبر نے ایسا ہی کہا تھا تو پھر تم بتاو کہ پیغمبر کی سنت کا کیا بنا؟ »

شیخ جواد۔ حضرت محمدؐ کی سنت قرآن کی وضاحت ہے۔اللہ کے پیغمبر حضرت محمدؐ نے فرمایا تھا اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت۔ اللہ کی کتاب کے جملے میں سنت بھی شامل ہے۔

نجدی محمد۔ اگر اہل بیت کی باتیں قرآن کی وضاحت ہیں تو احادیث کے ذریعے اسکی وضاحت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

شیخ جواد۔ جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو امت محمدی نے قرآن شریف سے ہر سوال تلاش کرنے کیلیئے ایک تفسیر کی ضرورت محسوس کی۔ ایسی ہی صورتحال کے تدارک کیلیئے

---

(۱) جس مسلمان نے حضرت محمدؐ کا پرنور اور مقدس چہرہ مبارک دیکھا ہو وہ صحابی کہلاتا ہے۔ صحابی کی جمع صحابہ اور اصحاب ہیں۔

آنحضرتؐ نے ایسے موقع پر اپنے اہل بیت سے رجوع کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

یہ مناظرہ مجھے بہت پسند آیا نجدی محمد شیخ جواد کے سامنے ایسا بے بس تھا جیسے کہ کسی شکاری کے ہاتھ میں کوئی چڑیا ہو۔

نجدی محمد اسی قسم کا شخص تھا جسکی مجھے تلاش تھی۔ عہدِ حاضر کے علماء کے خلاف نفرت، خلفاء حتیٰ کہ چار ابتدائی خلفاء کی مخالفت اور قرآن کے احکامات کی ادائیگی میں میں اپنا الگ نظریہ رکھنا ایسی خصوصیات تھیں جنکی بدولت میں باآسانی اسکا شکار کر سکتا تھا۔

اس مغرور نوجوان اور احمد آفندی میں کتنا فرق تھا۔ یہ کہاں اور وہ کہاں !وہ پہاڑ کی طرح مضبوط آدمی تھا۔ کوئی طاقت بھی اسے اپنے خیالات اور اعتقاد تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی تھی۔ جب کبھی وہ امام ابو حنیفہ کا نام لینا چاہتے تو پہلے اُٹھ کر وضو کرتے اور جب کبھی بخاری نامی حدیث کی کتاب کو چھونا چاہتے تب بھی اُٹھ کر وضو کرتے پھر ہاتھ لگاتے۔ اہلسنت اس کتاب پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ دوسری طرف نجدی محمد امام ابو حنیفہ کو بہت کم تر سمجھتا تھا اور اکثر کہا کرتا تھا «ابو حنیفہ سے زیادہ علم تو مجھے حاصل ہے۔»[۱] مزید یہ کہ اُسکے مطابق بخاری کتاب کا آدھا حصہ غلط ہے۔[۲]

جب میں ہیمفر کے اعترافات کا ترکی میں ترجمہ کر رہا تھا تو مجھے مندرجہ ذیل واقعہ یاد آیا:[۳]

میں ایک ہائی سکول کا استاد تھا۔ ایک سبق کے دوران میرے ایک طالبعلم نے پوچھا «استاد !لڑائی میں مارا جانے والا مسلمان شہید ہوتا ہے؟

میں نے جواب دیا ہاں

---

(۱) آجکل بھی کچھ جاہل اور بے دین لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

(۲) اسکی یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ حدیث کے معاملے میں وہ بالکل نااہل اور جاہل تھا۔

(۳) ہیمفر کے اعترافات کے ترکی میں ترجمے اور مصنف کی وضاحتوں اور تشریحات سے ملکر یہ کتاب تشکیل پائی ہے۔

شاگرد۔ کیاپیغمبر نے اسکی بشارت دی ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں

شاگرد۔ اگر وہ سمندر میں ڈوب گیا تب بھی شہید ہو گا؟ بالکل اس صورت میں بھی شہید ہو گا

شاگرد۔ پیغمبر نے جہاز سے گرنے والے کی بھی بشارت دی ہے؟ جی ہاں اسکی بھی بشارت دی ہے

میرے اس جواب پر وہ خاص طریقے سے مسکرایا اور کہا سر کیا اس دور میں ہوائی جہاز تھے؟ »

میں نے جواب دیا « میرے بچے۔ ہمارے مبارک و مقدس پیغمبر حضرت محمدؐ کے ۹۹ نام ہیں۔ آپؐ کا ہر مبارک نام بہت ساری صفات کی نشاندہی کرتا ہے انھی میں سے ایک نام جامع الکلیم ہے جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ بہت سی چیزوں کو ایک ہی بات میں بیان فرمائیں گے مثال کے طور پر آپؐ نے فرمایا بلندی سے گرنے والا شہید ہو گا۔ میرے اس جواب کو نوجوان نے بہت حیرانگی اور اطمینان سے سنا۔ بالکل اسی طرح قرآن الکریم اور احادیث شریف میں بہت سے ایسے اصول، احکامات، ممانعات ہیں جو مختلف پہلوؤں کو اجاگر۔

اور یہ جلد اس ترکی کتاب کا اردو میں ترجمہ ہے۔

کرتے ہیں۔ ان کے صحیح مطالب اخز کرنے اور پھر صحیح معاملات میں استعمال کرنے کیلئے جو تحقیقی کام کیا جاتا ہے وہ اجتہاد کہلاتا ہے۔ اجتہاد کرنے کیلئے وسیع علم کا ہونا لازمی ہے اسلیئے اہلسنت علماء نے جاہلوں کے اجتہاد کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے اسکا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اسے ختم کر دیا گیا ہے ہجرت کے چا قرن بعد تک کوئی مجتہد سامنے نہ آنے کی وجہ سے اجتہاد سے دور رہا گیا اور اسطرح اجتہاد کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ آخرت (قیامت) کے قریب قریب عیسیٰؑ جنت سے زمین پر اُتارے جائیں گے اور پھر مہدی (متوقع اسلام ہیرو) کا بھی ظہور ہو گا اور پھر یہ لوگ اجتہاد کریں گے۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ نے فرمایا میرے بعد مسلمان ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور ان میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ جب آپؐ سے پوچھا گیا کہ اس فرقے میں کون لوگ ہونگے تو آپؐ نے فرمایا وہ لوگ جو میری اور میرے صحابہ کی پیروی کریں گے۔ ایک اور

حدیث میں آپؐ نے فرمایا میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرلوگے توہدایت پاجاؤگے۔ دوسرے الفاظ میں آپؐ نے فرمایا « تم جنت کی طرف جانے والا رستہ پاجاؤگے » عبداللہ بن سبہ کے نام سے رہنے والے یمن کے یہودی نے مسلمانوں میں اصحابہ کرام کے خلاف دشمن کو پروان چڑھایا۔ اس یہودی کی باتوں پر یقین کرنے کے صحابہ سے دشمن کرنے والا جاہل طبقہ شیعہ کے نام سے مشہور ہے۔ جبکہ جولوگ حدیث شریف کی اطاعت کرتے ہیں اور صحابہ کرام سے محبت کرتے ہوئے انکی پیروی کرتے ہیں وہ سنی کہلاتے ہیں۔

مین نے نجدی محمد کے ساتھ مضبوط دوستی قائم کرلی۔ میں ہر وقت اسکی تعریف کرتا رہاتھا۔ ایک دن میں نے اُسے کہا « تم عمراور علی سے بڑے عالم ہو۔ اگر پیغمبر حضرت محمدؐ زندہ ہوتے توانکی بجائے تمھیں اپنا خلیفہ مقرر فرماتے۔ میں اسلام کو تمھارے ہاتھوں سے پھیلتا اور بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ صرف تم ہی وہ عالم ہو جو تمام دنیا میں اسلام کو پھیلا سکتا ہے »۔

عبدالوہاب کے بیٹے محمد (نجدی محمد) اور میں نے فیصلہ کیا کہ ہم دونوں ملکر قرآن شریف کی ایسی تفسیر لکھیں گے جو صحابہ کرام، مسالک کے چاروں امماء اور دیگر مفسرین کی تفاسیر سے بالکل مختلف ہو جس میں صرف ہمارے نظریات شامل ہوں گے۔ ہم قرآن پڑھتے تھے اور چند آیات پر بحث بھی کیا کرتے تھے، اس سب سے میرا مقصد نجدی محمد کو اپنے مفادات کیلئے استعمال کرنا اور اُسے بھٹکانا تھا۔ ویسے بھی وہ خود کو انقلابی شخص کے طور پر ظاہر کرنا چاہتا تھا اور اسی لیئے میرے نظریات وافکار کو مان لیا کرتا تھا کہ میں اُس پر مزید اعتماد کروں۔ ایک موقع پر میں نے اُس سے کہا « جہاد (اسلام کی بقاء کی خاطر جنگ کرنا، جدوجہد کرنا) فرض نہیں ہے۔ » اُس نے جواب دیا « یہ کیسے فرض نہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کافروں کے ساتھ جنگ کرو۲۹۔[۱]
میں نے کہا « پھر پیغمبرؐ نے منافقین سے جنگ کیوں نہیں کی جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کافروں

---

(۱) سورۃ توبہ آیت نمبر ۷۳

اور منافقین کے خلاف جہاد کرو۔[۱] (دوسری طرف مواہب الدنیامیں لکھاہے کہ کفار کے خلاف ۲۸ جہاد کیئے گئے۔ انکی تلواروں کی نمائش استنبول عجائب گھر میں اب بھی کی جاتی ہیں۔ منافقین ظاہر طور پر مسلمان ہونے کاڈرامہ کرتے تھے۔ یہ لوگ دن کے وقت رسول اللہ حضرت محمدؐ کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز اداکرتے تھے۔ رسول اللہ حضرت محمدؐ انھیں جانتے تھے تاہم آپؐ نے کبھی کسی کو یہ نہیں کہاکہ تم منافق ہو۔اگر آپؐ انکے خلاف جنگ کرتے اورانھیں قتل کرڈالتے تولوگ یہ کہتے « محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان لوگوں کو قتل کر دیاجو آپؐ پر ایمان رکھتے تھے »۔ اس لیئے آپ نے انکے خلاف زبان سے جہاد کیا۔زبانی جہاد بھی بدنی جہاد کاایک حصہ ہے۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ منافقین اور کافرین کے خلاف صرف جہاد کا حکم دیتی ہیں۔ اس بات کی پابندی نہیں ہے کہ کسی قسم کا جہاد کیاجائے۔ آنحضرتؐ نے کفار کے خلاف میدان میں لڑکر اور منافقین کے ساتھ وعظ ونصیحت کے ذریعے سے جہاد فرمایا)

نجدی محمد نے جواب دیاکہ پیغمبرؐ نے منافقین کے ساتھ زبانی جہاد فرمایاتھا۔

میں نے سوال کیا۔ کیافرض کیاجانے والا جہاد زبانی جہاد ہے۔

نجدی محمد۔ رسول اللہ حضرت محمدؐ نے کافروں کے ساتھ عملی جہاد بھی فرمایاہے۔

میں نے جواب دیاکہ پیغمبرؐ نے کفار کے خلاف جہاد صرف اپنے دفاع کیلیئے کیاکیونکہ وہ آپؐ کومار دیناچاہتے۔ اُس نے ایسے سرہلایاجسطرح میری بات کی تصدیق کررہاہو۔ ایک اوردن میں نے اُس سے کہامتعہ نکاح[۲] جائز ہے تواُس نے صاف انکار کر دیااور کہایہ جائز نہیں ہے۔

میں نے کہا « اللہ تعالیٰ اعلان کرتاہے ان سے جو فائدہ تم نے اٹھایاہے اسکے بدلے میں

---

(۱) سورۃتوبہ آیت نمبر۷۳

(۲) اسلامی احکامات کے مطابق شادی کامعاہدہ نکاح کہلاتاہے۔ متعہ نکاح سے مراد ایک مرد اور عورت کے درمیان ایسا معاہدہ ہے جسکے تحت وہ دونوں ایک معینہ مدت تک مل جُل کر رہتے ہیں۔ اسلام نے اسکی ممانعت کی ہے۔

پہلے سے طے شدہ مہر انھیں ادا کر دو۔[۱]

اُس نے جواب دیا « عمر نے اپنے وقت میں موجود متعہ نکاح کی دو اقسام کی ممانعت کر دی تھی اور کہا تھا کہ وہ اس عمل کے کرنے والے کو سزا دے گا »[۲]

میں نے کہا « تم کہتے ہو کہ تم عمر سے اعلیٰ ہو اور پھر اسکے ساتھ ساتھ عمر کی پیروی بھی کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ عمر نے کہا تھا کہ اُس نے اس بات کی ممانعت اس لیئے کی ہے کیونکہ پیغمبر حضرت محمدؐ نے اسکی اجازت دی تھی۔[۳] تو پھر تم کیوں عمر کی بات مانتے ہو اور پیغمبر کی بات کو رد کرتے ہو؟ »

اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ آمادہ ہو چکا تھا۔

میں جانتا تھا کہ نجدی محمد بڑی شدت سے ایک عورت کی کمی محسوس کر رہا تھا کیونکہ وہ غیر شادی شدہ تھا۔ میں نے موقع مناسب جانا اور کہا « آؤ ہم دونوں بھی متعہ نکاح کے تحت شادی کرتے ہیں۔ اسطرح ہمارا وقت اچھا گزرے گا »۔ اُس نے سر کے اشارے سے یہ بات قبول کرلی۔ یہ میرے لیئے بہترین موقع تھا اسی لیئے میں نے اُس سے وعدہ کیا کہ میں اسکے لیئے ایک عورت ڈھونڈ دوں گا جو اُس سے متعہ نکاح کر کے اُسے راحت پہنچائے گی۔ اس سے میرا مقصد اسکے دل سے انسانی خوف دور کرنا تھا۔ اُس نے شرط رکھی کہ یہ معاملہ ہم دونوں کے مابین راز ہو گا اور یہ کہ اس عورت کو اسکا نام نہیں بتایا جائے گا۔ میں فوراً اُن عیسائی عورتوں کے پاس لے گیا جنھیں وزارت دولت مشترکہ نے مسلم نوجوانوں کو بگاڑنے کیلیئے وہاں بھیجا تھا۔ اُن میں سے ایک

---

(۱) سورۃ نساء. آیت نمبر ۲۴

(۲) متعہ نکاح حال حاضر کے داشتہ رکھنے کی طرز کا عمل ہے۔ اہل تشیع اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

(۳) عمرؓ نے ایسا نہیں کیا تھا بلکہ یہ انگریز جاسوس عمرؓ پر بہتان لگا کر دوسرے عیسائیوں کی طرح حضرت عمرؓ سے دشمنی کا ثبوت دے رہا ہے۔ کتاب حج قاطیہ میں اس واقعہ کا تذکرہ یوں ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے متعہ نکاح کو اس وقت دوبارہ ختم کرایا جب لوگوں نے حضورؐ کے منع فرمانے کے باوجود اس پر عمل دوبارہ شروع کر دیا تھا۔ اصحاب کرام نے عمرؓ کی تائید فرمائی جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ مگر شیعوں نے اسے آج تک جاری رکھا ہوا ہے۔

عورت کو سارا مسئلہ بتادیا۔ اُس نے میری مدد کرنے کی حامی بھرلی۔ لہٰذا میں نے اُسے صفیہ نام دیا اور نجدی محمد کو اسکے گھر لے گیا۔ اُس وقت صفیہ گھر پر اکیلی تھی۔ ہم نے ایک ہفتے کیلئے شادی کا معاہدہ کیا اور نجدی محمد نے مہر کے طور پر اُسے کچھ سونا دیا۔ اسطرح میں بیرونی طور پر اور صفیہ اندرونی طور پر نجدی محمد کو بھٹکانے میں مصروف ہوگئے۔

نجدی محمد اب مکمل طور پر صفیہ کے قابو میں تھا اور ویسے بھی وہ حد بند کے خاتمے اور فکری آزادی کے بہانے شریعت کے احکامات سے روگردانی کی نفسیاتی مٹھاس سے آشنا ہو چکا تھا۔

متعہ نکاح کے تیسرے روز میں نے اُس سے ایک لمبی بحث کی کہ شراب حرام نہیں ہے۔ اس بحث میں شراب کی ممنوعیت اور حرام ہونے کو ثابت کرنے کیلئے اُس نے جتنی بھی آیتیں اور احادیث کہیں میں نے اُن سب کو رد کرتے ہوئے مزید، اموی اور عباسی خلفاء کی مثال دی اور کہا کہ وہ لوگ شراب پیا کرتے تھے۔ کیا وہ لوگ گنہگار تھے اور صرف تم ہی سیدھے راستے پر ہو؟ بے شک وہ لوگ قرآن اور حدیث میں تم سے بہت آگے تھے۔ انھوں نے قرآن و سنت سے یہ اخذ کیا تھا کہ شراب حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔ مزید یہ کہ یہودی اور عیسائی مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ شراب مباح (جائز) ہے۔ اور تمام مذاہب اللہ کے ہی احکامات ہیں۔ ایک مفسر کے مطابق عمرؓ اس آیت کیا تم نے اس سے روگردانی نہیں کی۔[1] کے نازل ہونے تک شراب پیا کرتے تھے۔ اگر شراب حرام ہوتی تو پیغمبر حضرت محمدؐ انھیں سزا دیتے اور چونکہ پیغمبرؐ نے عمرؓ کو سزا نہیں دی اسلیئے شراب حلال ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ عمرؓ شراب کے حرام قرار دیئے جانے سے پہلے شراب نوشی کیا کرتے تھے۔ انھوں نے اسکی ممانعت کے بعد کبھی شراب نہیں پی۔ اگرچہ کچھ اوباش اور اموی خلفاء شراب نوشی کرتے تھے تو اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ شراب حرام نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنے پر وہ گنہگار تھے۔ کیونکہ اُنھوں نے

---

(1) سورۃ مائدہ۔ آیت نمبر ۹۱

حرام چیز استعمال کی۔ جس آیت شریفہ کا اس جاسوس نے حوالہ دیا ہے وہ بھی اور دوسری آیات کریمہ اوراحادیث شریفہ بھی اسی بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ الکوحل والامائع (شرب) حرام ہے۔

ریاض الناصحین میں لکھاہے۔ «پہلے پہل شراب کا پینا جائز تھا۔ حضرت عمرؓ، حضرت سعید بن ابی وقاصؓ اور دوسرے صحاب کرام شراب پیاکرتے تھے۔ بعد میں سورۃ بقرہ کی آیت ۲۱۹ نازل ہوئی جس میں شراب نوشی کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا۔ اسکے بعد سورۃ نساء کی آیت نمبر ۴۲ میں ارشاد ہوا کہ مدہوش کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ آخرکار سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۹۳ نازل ہوئی جس میں شراب کو واضح طور پر حرام قرار دیا گیا۔ مختلف حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی چیز زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے مدہو کر دے تو اسکی انتہائی تھوڑی مقدار کا استعمال بھی حرام ہے اور شراب نوشی گناہِ کبیرہ ہے اور شرابی سے دوستی نہ کرو اسکے جنازے میں بھی شریک نہ ہونا اور شرابی کے ساتھ ازدواجی تعلقات بھی قائم نہ کرو اور شراب نوشی بت پرستی کے برابر ہے اور شراب پر، شراب پینے پر، شراب کے بیچنے والے پر، شراب کشید کرنے والے پر اور شراب پلانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔)

نجدی محمد نے کہا «کچھ مفسرین کے مطابق عمرؓ شراب کے ساتھ ملا کر پیتے اور کہا کرتے تھے کہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ اس میں مدہوشی کا اثر نہیں ہے۔ عمرؓ کا یہ نقطہ نظر صحیح ہے۔ کیونکہ قرآن میں اعلان کیا گیا ہے کہ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے تم لوگوں کے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوانا اور اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کروانا چاہتا ہے پس اب تم اس سے باز آجاؤ۔ شراب اس آیت میں بیان کردہ گناہ کی اس وقت موجب بنے گی جب اس میں مدہوشی کا اثر ہوگا۔ اسلئیے شراب اُس وقت حرام نہیں ہے جب اُس میں مدہوشی کا اثر باقی نہ رہے۔»[۱]

میں نے صفیہ کو شراب پر ہونے والی بحث کے بارے میں بتایا اور اُسے ہدایت کی کہ وہ

(۱) سورۃ مائدۃ. ایت نمبر ۹۱

نجدی محمد کو تیز شراب پینے پر مجبور کرے۔ اگلے دن صفیہ نے مجھے بتایا « میں نے تمھاری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اُسے شراب نوشی پر مجبور کیا۔ وہ جھومتا رہا اور اُس نے کئی مرتبہ مجھ سے تعلق قائم کیا۔» اُس وقت سے صفیہ اور میں نے نجدی محمد پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ ہماری الوداعی گفتگو میں وزارت دولت مشترکہ کے وزیر نے مجھ سے کہا تھا « ہم نے کافروں (اسکا اشارہ مسلمانوں کی طرف ہے) سے سپین شراب اور زنا کے ذریعے سے چھینا تھا۔ آؤ ایک بار پھر ان دو ہتھیاروں کو استعمال کر کے اپنی تمام جائداد واپس حاصل کریں »۔ اب مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ اُسکی بات میں کتنا وزن تھا۔[۱]

ایک دن نجدی محمد کے ساتھ روزے (صوم) کے موضوع پر بحث چھیڑی اور کہا « قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمھارے حق میں بہتر ہے۔[۲] یہ نہیں کہا گیا کہ روزہ رکھنا فرض ہے۔ اس لیئے اسلام میں روزہ رکھنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔» اُس سے سخت احتجاج کیا اور کہا « کیا تم مجھے میرا ایمان توڑنے پر مجبور کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟» میں نے جواب دیا « کسی بھی انسان کا ایمان و دل کے خلوص ضمیر کی بیگناہی اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی، پر مشتمل ہوتا ہے۔ کیا پیغمبرؐ نے یہ نہیں فرمایا دین محبت ہے۔

اور کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ اعلان نہیں کیا اپنے رب اللہ کی عبادت کرو حتیٰ کہ تمھیں یقین[۳] آجائے[۴] اس لیئے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین کر لے، اپنے

---

(۱) تاہم ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ نے فرمایا اگر کوئی چیز زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے مدہوش کر دے تو اسکی انتہائی کم مقدار جو مدہوش نہ کرے اسکا استعمال بھی حرام ہے۔

(۲) سورۃ بقرۃ. آیت نمبر ۱۸۴

(۳) تمام مسلمان مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے۔ اس لیئے اس آیت کریمہ کا مجہوم کچھ یوں بنا موت تک عبادت کرو۔

(۴) سورۃ حجر۔ آیت نمبر ۹۹

اپنے دل کی صفائی کرلے اوراپنے اعمال درست کرلے تو وہ بنی نوع انسان کا سب سے پارسا اور متقی شخص بن جائے گا»۔

اُس نے میری ان باتوں کے جواب میں انکار سے سر ہلا دیا۔

ایک دفعہ میں نے اُس سے کہا کہ نماز فرض نہیں ہے۔ اُس نے غصے سے پوچھا «کیسے فرض نہیں؟» میں نے جواب دیا «اللہ تعالیٰ قرآن الکریم میں فرماتا ہے۔ میری یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔[۱] اس لیئے نماز کا مقصد صرف اللہ کو یاد کرنا ہے اور تم نماز ادا کیئے بغیر بھی اللہ کو یاد کرسکتے ہو»۔ اس نے میری اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے جواب دیا «ہاں میں نے بھی سُنا ہے کہ کچھ لوگ نماز ادا کرنے کی بجائے ذکر کرتے ہیں۔»[۲] میں اُسکے اس بیان پر بہت خوش ہوا اور کوشش کی کہ اس رجحان کو مزید بڑھا کر اسکے دل پر قبضہ کرلوں۔ کچھ عرصے بعد میں نے نوٹ کیا کہ وہ نماز کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتا اور کبھی کبھار ہی نماز ادا کرتا ہے۔ وہ خصوصاً صبح کی نماز (نماز فجر) کے بارے میں بہت لاپرواہ ہو گیا تھا کیونکہ میں اُسے آدھی رات تک گفتگو میں محو رکھتا تھا تاکہ وہ آدھی رات کو سوئے اور صبح کو نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے نماز کیلئے نہ اُٹھ سکے۔

میں نے آہستہ آہستہ اسکے ایمان کی چادر اسکے کندھوں پر سے اتارنا شروع کردی تھی۔

ایک دن میں نے نبی محمدؐ کے بارے میں بحث چھیڑنا چاہی مگر اُس نے انتہائی سخت جواب دیا اور کہا «اگر آئندہ تم نے مجھ سے اس موضوع پر بحث کی تو ہمارے رشتے میں دراڑ پڑ جائے گی اور میں تم سے دوستی ختم کردوں گا»۔ اُس کے اس جواب پر میں نے پیغمبر محمدؐ کے بارے میں اس ڈر سے بحث کرنا ختم کردی کہ کہیں میری تمام کوششیں ایک غلطی سے ہمیشہ کیلئے ضائع نہ ہو جائے۔

---

(۱) سورۃ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۱۴

(۲) پیغمبر حضرت محمدؐ نے فرمایا نماز دین کا ستون ہے جو شخص نماز قائم کرتا ہے وہ اپنا ایمان مضبوط کرتا ہے اور جو نماز قائم نہیں کرتا وہ اپنا ایمان تباہ کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ میری طرح نماز قائم کرو لہٰذا نماز کی ادائیگی آپؐ کے طریقے کے مطابق نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ دل کی صفائی کیلئے نماز کی ادائیگی نماز کی ادائیگی درست کرنا لازمی ہے۔

میں نے اُسے نصیحت کی کہ وہ سنی اور شیعہ دونوں سے مختلف نصاب تعلیم حاصل کرے۔ چونکہ وہ ایک خود پسند شخص تھا اسلیئے اُس نے اس خیال سے اتفاق کیا۔ اس سلسلے میں صفیہ نے بھی میری مدد کی۔ میں صفیہ کو در حقیقت نجدی محمد کیلئے پھانسی کے پھندے کے طور پر استعمال کر رہا تھا۔

ایک موقع پر میں نے کہا «میں نے سُنا ہے کہ نبی حضرت محمدؐ نے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا۔ کہ کیا یہ سچ ہے؟» اُس نے جواب دیا جی ہاں۔ اس سوال کے ذریعے میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا یہ اسلامی اصول وقتی تھا یا مستقل۔ اُس نے وضاحت کی «یہ مستقل ہے کیونکہ حضرت محمدؐ کا کہا ہوا حلال قیامت تک حلال ہے اور حرام قیامت تک حرام ہے اس جواب کے بعد میں نے اُسے بھائی بننے کی پیشکش کی جو اُس نے قبول کر لی اور یوں ہم بھائی بھائی بن گئے۔

اُس دن کے بعد میں نے اُسے کبھی تنہا نہیں چھوڑا حتیٰ کہ سفر میں بھی اسکے ساتھ ہوتا تھا۔ وہ میرے لیئے بہت اہم تھا کیونکہ وہ درخت جسے اُگانے کیلئے میں نے اپنی جوانی کے سب سے قیمتی دن صرف کیلئے تھے اور انتہائی محنت و مشقت سے اُسے نشوونما دلائی اُس درخت نے پھل (نفع) دینا شرع کر دیا تھا۔

میں لندن میں وزارت دولتِ مشترکہ کو ماہانہ رپورٹ بھجوا رہا تھا اور وہاں سے ملنے والے جواب بہت حوصلہ افزا تھے۔ نجدی محمد میرے بتائے ہوئے راستوں پر چل رہا تھا۔ میرا کام اُسکے ذہن میں آزادی، خود مختاری اور خود انحصاری کے جذبات ڈالنا تھا۔ میں ہمیشہ یہ کہہ کر اسکی ہمت بڑھاتا تھا کہ ایک شاندار مستقبل اسکا منتظر ہے۔

ایک دن میں نے یہ خواب گھڑا «کل رات میں نے خواب میں اپنے پیغمبر محمدؐ کو دیکھا۔ میں نے آپؐ کو اُن صفات کی بناء پر پہچانا جو میں نے علماء سے سیکھی تھیں۔ آپؐ ایک چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ آپؐ کے اِرد گرد چند ایسے علماء اور اولیاء تھے جنھیں میں نہیں پہچانتا۔ تم

اندر داخل ہوئے تمھارا چہرہ نورانی ہالے کی طرح روشن تھا۔ تم پیغمبرؐ کی طرف گئے اور جب تم آپؐ کے کافی قریب پہنچ گئے تو پیغمبرؐ نے کھڑے ہو کر تمھاری دونوں آنکھوں کے بیچ بوسہ دیا اور فرمایا «تم میرے ہم نام ہو میرے علم کے وراث ہو اور دینی و دنیاوی معاملات میں میرے وکیل ہو»۔ تم نے جواب دیا «اے اللہ کے پیغمبرؐ میں لوگوں کے سامنے اپنے علم کی اشاعت سے ڈرتا ہوں» تو نبیؐ نے جواب دیا کہ ڈرو مت تم سب سے عظیم ہو»۔

محمد بن عبد الوہاب یہ خواب سُن کر خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ اُس نے مجھ سے کئی بار پوچھا کہ کیا میں سچ کہہ رہا تھا اور میں نے اُسے ہر دفعہ ہاں میں جواب دیا۔ آخر کار اُسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میں نے اُسے سچ بتایا تھا۔ میرا خیال ہے اسی وقت سے اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اُن نظریات و افکار کی اشاعت کرے گا جو میں نے اس کے دل میں ڈالے تھے اور ایک نیا فرقہ قائم کرے گا۔[1]

([1]) کتاب الفجر الصادق مصر میں ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں چھپی اور حقیقت کتاب گھر نے استنبول میں دوبارہ آفسٹ پرنٹنگ کے ذریعے شائع کروائی۔ اس کتاب کے مصنف بغداد کے جمیل صدقی ذکاوی آفندی استنبول کی دارالفنون (یونیورسٹی) میں عقیدہ اسلامیہ کے پروفیسر تھے۔ کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ «وھابی فرقے کے کافرانہ نظریات نجد میں ۱۱۴۳ھ (۱۷۳۰ء) میں محمد بن عبد الوہاب نے تخلیق کیئے۔ وہ ۱۱۱۱ھ (۱۶۹۹ء) میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۷ھ (۱۷۹۲ء) میں مرا۔ یہ فرقہ ۱۴۶ اور یہ ۱۴۵ کے امیر محمد بن سعود کے ذریعے سے ہزاروں مسلمانوں کے خون کی۔ قیمت پر پھیلایا گیا۔ جو مسلمان وھابیوں سے اتفاق نہیں کرتے وھابی لوگ اُنھیں مشرک کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام غیر وھابیوں کو دوبارہ نئے طریقے سے حج کرنا ہو گا۔ (جنھوں نے پہلے حج کر لیا ہو انھیں بھی اور یہ لوگ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ غیر وھابیوں کے پچھلے چھ (۶) سو سال میں گزرنے والے آباؤ اجداد بھی کافر تھے۔ وہ ہر اُس شخص کو واجب القتل قرار دیتے ہیں جو وھابی فرقے کو نہیں مانتا اور ایسے لوگوں کو مال و متاع پر زبردستی قبضہ کرنے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں اور ماضی میں ایسا کر بھی چکے ہیں۔ انھوں نے محمدؐ پر شرمناک محرکات کی تہمتیں دھری۔ انھوں نے حدیث، تفسیر اور فقہ کی کتابیں جلا ڈالیں اور اپنے فاسد خیالات کی رو میں بہہ کر قرآن الکریم کی غلط تفاسیر لکھیں۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے انھوں نے کہا کہ وہ حنبلی مسلک سے ہیں تاہم حنبلی علماء کی اکثریت نے انکی تردید میں کتابیں لکھیں اور اُن کتابوں میں واضح اعلان کیا گیا کہ وہ کافر ہیں۔ ہاں وہ کافر ہیں کیونکہ وہ حرام کو حلال قرار دیتے ہیں اور انبیاء اور اولیاء کیلئے بُرے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ وھابی فرقہ ان دس لازمی اجزاء پر مبنی و مشتمل ہے۔ ۱:۔ (نعوذ باللہ) اللہ ایک مادی ہستی ہے۔ اسکے ہاتھ، چہرہ اور سمتیں ہیں۔ (انکا یہ عقیدہ عیسائیوں کے «باپ، بیٹا اور مقدس رو» والے فاسد عقیدے سے مشابہ ہے)۔ ۲:۔ وہ اپنی ناقص عقل کے

باب اوّل حصہ پنجم

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میری اور نجدی محمد کی دوستی بہت مضبوط ہو چکی تھی۔ مجھے لندن سے ایک پیغام موصول ہوا جس میں مجھے کربلا اور نجف جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ دونوں شہر شیعہ علم اور روحانیت کے سب سے مشہور مرکز تھے۔ اس لیئے نجدی محمد کے ساتھ رفاقت ختم کرنا پڑی اور میں بصرہ روانہ ہو گیا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ یہ جاہل اور بدذوق شخص ایک نیا فرقہ ضرور قائم کرے گا۔ اور یہ نیا فرقہ در حقیقت اسلام کو اندر ہی اندر کمزور کر دے گا اور یہ کہ میں ہی اس نئے فرقے کے کافرانہ عقائد کا بانی تھا۔

علی (حضرت علیؓ) سنیوں کا چوتھا خلیفہ جبکہ شیعوں کے مطابق پہلا خلیفہ، نجف میں دفن کیا گیا تھا۔ نجف سے ایک گھنٹے کی مسافت پر شہر کوفہ واقع ہے کہ شہر علی کی خلافت کا دارالخلافہ تھا۔ جب علی کو مار دیا گیا تو اُس کے بیٹوں حسین اور حسن نے اُسے کوفہ سے باہر ایک جگہ دفن کیا جو آجکل نجف کہلاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ نجف ترقی کرتا گیا جبکہ کوفہ زوال

مطابق قرآن الکریم کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ ۳:۔ وہ اصحاب کرام کی جانب سے فراہم کردہ حقائق اور معلومات کو نہیں مانتے۔ ۴:۔ وہ علماء کے فراہم کردہ حقائق اور معلومات کو بھی مسترد کرتے ہیں۔ ۵:۔ انکا کہنا ہے کہ جو شخص چار مسالک (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں سے کسی ایک کی بھی پیروی کرتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ ۶:۔ انکا کہنا ہے کہ غیر وھابی کافر ہیں۔ ۷:۔ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی نبی یا ولی کو وسیلہ بنا کر دعا مانگے وہ کافر ہے۔ ۸:۔ وہ کہتے ہیں کہ ولی یا نبی کے مزار پر جانا حرام ہے۔ ۹:۔ انکا کہنا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانے والا شخص مشرک بن جاتا ہے۔ ۱۰:۔ انکا یہ بھی کہنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی ضمانت پر مذہبی رسوم منائے یا جو شخص اولیاء کی قبور پر کوئی جانور (قربانی کے طور پر) ذبح کرے وہ بھی مشرک بن جاتا ہے۔ میری اس کتاب میں دستاویزی ثبوتوں کے ذریعے ثابت کیا جائے گا کہ یہ دس عقائد بالکل غلط ہیں۔»

وھابی فرقے کے یہ دس عقائد نمایاں طور پر اِن مذہبی اصولوں کے مشابہہ ہیں جنکا سبق ہمیفر نے نجدی محمد کو دیا تھا۔ برطانیہ نے ہمیفر کے اعترافات عیسائی پروپیگنڈے کیلیئے شائع کیئے۔ مسلم بچوں اور نوجوانوں کو بھٹکانے کیلیئے انھوں نے اسلامی تعلیمات کے نام پر جھوٹ اور من گھڑت باتیں شائع کیں۔ اسلیئے، اپنے نوجوانوں اور بچوں کو انگریزوں کے پھیلائے ہوئے جال سے بچانے کے نقطہ نظر سے ہم نے یہ کتاب شائع کی ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کے جھوٹ اور بہتانوں کا جواب ہے۔

پذیر ہوتا چلا گیا۔شیعہ مذہبی علماء نجف میں جمع ہوئے اورانھوں نے وہاں گھر، بازار، مدارس(اسلامی اسکول اور یونیوسٹیاں) قائم کیں۔

استنبول کا خلیفہ نجف کے شیعوں پر ان وجوہات کی بناء پر مہربان تھا۔

ا:۔ایران کی شیعہ حکومت ان لوگوں کی حمایتی تھی۔ نجف کے شیعوں کے ساتھ خلیفہ کی مداخلت دونوں ریاستوں کے مابین کشمکش کا باعث بنتی اوراسکی وجہ سے جنگ شروع ہو سکتی تھی۔

۲:۔ شیعوں کی حمایت مسلح قبائل کی ایک بڑی تعداد نجف میں آباد تھی۔ اگرچہ انھیں نظم وضبط اوراسلحہ کے لحاظ سے زیادہ اہمیت حاصل نہیں تھی تاہم خلیفہ کا اُنکے ساتھ خطرہ مول لینے کا رِسک غیر دانشمندانہ قدم ہو سکتا تھا۔

۳:۔ نجف کے شیعوں کو تمام دنیا خصوصاً افریقہ اورہندوستان کے شیعوں پر حکمرانی حاصل تھی۔ اگر خلیفہ انکے خلاف کوئی کام کرتا تو تمام شیعہ اُسکے خلاف بغاوت کر دیتے۔

حسین بن علی، پیغمبرؐ کا نواسہ (پیغمبرؐ کی بیٹی فاطمہؓ کا بیٹا) کربلا میں شہید کیا گیا تھا۔ عراق کے لوگوں نے اپنا وفد مدینہ بھیج کر انھیں عراق آنے کی دعوت دی تھی تاکہ وہ عراق والوں کا خلیفہ منتخب کریں۔ حسین اوران کا خاندان کربلا کے علاقے میں تھا جب عراق کے لوگوں نے اپنی پہلی نیت تبدیل کرتے ہوئے دمشق میں قیام پذیر اموی خلیفہ یزید بن معاویہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انھیں گرفتار کرنے کی نیت کرلی مگر حسین کے سامنے اُنھی کے حامی بنے رہے۔ حسین اورانکے خاندان نے عراقی فوج کے خلاف آخری عظیم تادمِ مرگ معرکہ لڑا۔ یہ جنگ اُن سب کی موت پر ختم ہوئی اسطرح عراق فوج فاتح رہی۔ اُسی دن سے شیعوں نے کربلا کو اپنا روحانی مرکز قرار دیا۔ اسی لیئے تمام دنیا کے شیعے محرم کے مہینے میں یہاں آکر اتنا بڑا ہجوم تشکیل دیتے ہیں جسکی مثال ہمارے عیسائی مذہب میں نہیں ملتی۔

شیعہ شہر کربلا میں تمام مدارس شیعہ ہیں۔ نجف اوراس شہر کے اکثر لوگ ایک دوسرے

کی حمایت اور مدد کرتے ہیں۔ ان دو شہروں میں جانے کا حکم موصول ہونے کے بعد میں بصرہ سے روانہ ہو کر پہلے بغداد اور بھی فرات کے پہلو کے شہر «حُلا» پہنچا۔ ترکی سے آنے والے دونوں دریا، دجلہ اور فرات، عراق سے ہوتے ہوئے بصرہ کے پاس خلیج فارس میں جا گرتے ہیں۔ عراق کی ذراعت اور خوشحالی صرف انھی دو دریاؤں کی بدولت ہے۔

جب میں لندن میں تھا تو میں نے وزارت دولت مشترکہ کو تجویز کیا تھا کہ ایک ایسا منصوبہ بنایا جانا چاہئیے جس کے ذریعے ان دریاؤں کا رُخ اور گزرگاہیں تبدیل کردی جائیں تاکہ عراق کو ہماری تجاویز ماننے پر مجبور کیا جاسکے۔ اگر پانی کم یا ختم کردیا جائے تو عراق ہمارے مطالبات ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔

حُلا سے نجف تک میں نے ایک آزربائیجان تاجر کے بھیس میں سفر کیا۔ شیعہ مذہبی علماء سے گہری دوستی کر کے میں انھیں بھٹکانے لگا۔ میں ان کی مذہبی ہدایات کے حلقوں میں شامل ہو گیا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ وہ نا توسنیوں کی طرح سائنس کا مطالعہ کرتے اور نا ہی انھیں وہ اعلیٰ اخلاق خوبیاں حاصل ہیں جو سُنی مسلمانوں کو حاصل ہیں مثلاً

۱:۔ شیعہ، ترکوں کے سخت دشمن ہیں کیونکہ تُرک سُنی ہیں اور شیعہ کہتے ہیں کہ سُنی کافر ہیں۔

۲:۔ شیعہ علماء مکمل طور پر مذہبی تعلیمات میں محو تھے اور دنیاوی علم میں بہت کم دلچسپی رکھتے ہیں۔ بالکل اُس طرح جسطرح ہمارے پادری اُس وقت کیا کرتے تھے جب ہمارے معاشرے میں ٹھہراؤ تھا اور ہم ترقی نہیں کر رہے تھے۔

۳:۔ وہ اسلام کے اندرونی جواہر اور باجمال فطرت سے ناآشنا تھے اور نہ ہی انھیں وقت کی سائنس و تکنیکی ترقی کی کچھ پرواہ تھی۔

میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ شیعہ لوگ کتنے گھٹیا ہیں۔ جب ساری دنیا ترقی کر رہی ہے تب بھی یہ لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ ایک دن سیلاب آئیگا اور ان سب کو بہالے

جائیگا۔ میں نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ انھیں خلیفہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر سکوں۔ بدقسمتی سے کسی نے یہ سننا بھی گوارانہ کیا۔ ان میں سے کچھ مجھ پر ہنستے تھے جیسا کہ میں اُن سے ساری دنیا کو تباہ کرنے کا کہہ دیا ہو کیونکہ وہ لوگ خلیفہ کو ناقابل شکست تصور کرتے تھے۔ اُنکے مطابق اُنھیں وعدہ کردہ مہدی کی بعثت کے بعد ہی خلافت سے نجات مل سکتی تھی۔ اُنکے مطابق مہدی اُن کا بار ہواں امام تھا جو اسلامی پیغمبر حضرت محمدؐ کی نسل سے تھا اور ۲۵۵ ہجری میں غائب ہو گیا تھا۔ انکا یقین تھا کہ وہ اب بھی زندہ ہے اور ایک دن دوبارہ نمودار ہو کر دنیا کو اس کہری ظلمت اور ناانصافی سے چھٹکارا دلا کر انصاف کا بول بالا کرے گا۔

یہ سب استعجاب کا باعث ہے! شیعوں نے ان توہمات پر کیسے یقین کر لیا! یہ بالکل اس توہم پرستانہ عیسائی عقیدے کے مشابہ ہے جس کے الفاظ کچھ یوں ہیں «یسوع مسیح واپس آئے گا اور دنیا میں انصاف قائم کرے گا۔»

ایک دن میں نے اُن میں سے ایک سے کہا «کیا تم پر فرض نہیں ہے کہ اپنے پیغمبر کی طرح ناانصافی کی روک تھام کرو؟» اسکا جواب تھا «پیغمبرؐ اللہ کی مدد کی بدولت ناانصافی کی روک تھام میں کامیاب ہوئے۔» جب میں نے کہا کہ قرآن میں لکھا ہے اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو بدلے میں وہ تمھاری مدد کرے گا۔[۱] اگر تم اپنے شاہوں کی اذیت کے خلاف بغاوت کرو گے تو اللہ تمھاری مدد کریگا۔ اُس نے جواب دیا کہ تم ایک تاجر ہو یہ خاص معاملات عقل کے برخلاف ہوتے ہیں تم انھیں نہیں سمجھ سکتے۔

امیر المومنین علی کا مقبرہ فراخدلانہ طور پر سجایا گیا تھا۔ اس میں عالیشان صحن، سونے کا پانی پھرا ہوا گنبد اور دو اُونچے مینار ہیں۔ ہر روز شیعوں کی ایک بڑی تعداد یہاں آتی ہے۔

---

(۱) سورۃ محمد۔ آیت نمبر ۷۔ اللہ کے دین کی مدد سے مراد شریعت کی پیروی اور اُسکا نفاذ ہے جبکہ حکومت کے خلاف بغاوت دین کو گرانے کے مترادف ہے۔

وہ اس میں باجماعت نمازادا کرتے ہیں۔ ہر زیارت مند پہلے دہلیز پر رُک کر اُسے بوسہ دیتا ہے اور پھر قبر پر سلام بھیجتا ہے۔ اجازت طلب کرنے کے بعد اندر داخل ہوتے ہیں۔ مقبرے کا صحن بہت وسیع ہے جس میں مذہبی علماء اور زیارت مندوں کیلئے لاتعداد کمرے ہیں۔

کربلا میں علی کے مقبرے سے ملتے جلتے دو مقبرے اور بھی ہیں۔ ان میں سے ایک حسین کا ہے جبکہ دوسرا مقبرہ اُسکے بھائی عباس کا ہے جوان کے ساتھ ہی کربلا میں شہید کر دیا گیا تھا۔ کربلا میں شیعوں نے وہی اعمال داہرئے جو وہ نجف میں کرتے رہے تھے۔ کربلا کی آب وہوا نجف سے کافی بہتر ہے۔ اسکے اردگرد حسین پھلدار باغات اور ندی نالے ہیں۔ عراق میں اپنے قیام کے دوران میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جس سے میرے دل کو کافی تسکین ملی۔ اسکے علاوہ چند ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے سلطنت عثمانیہ کے ذوال کی پیشگی خبر ملتی تھی۔ ایک بات یہ تھی: عثمانیہ انتظامیہ نے استنبول میں ایک ایسے جاہل اور ظالم شخص کو گورنر مقرر کیا جو ہر کام اپنی مرضی کے مطابق کرتا تھا۔ لوگ اُسے پسند نہیں کرتے تھے جبکہ شیعہ لوگ ایک ترک شخص کی گورنری پر نالاں تھے۔ کیونکہ اُنکے درمیان سید (حضرت حسینؓ کی نسل) اور شریف (حضرت حسنؓ کی نسل) کی صورت میں پیغمبر کی نسل موجود تھی جو گورنر کیلئے بہتر انتخاب ہوسکتے تھے۔

اہل تشیع انتہائی کربناک حالت میں تھے اورانتہائی خستہ اور شکتہ حال زندگی گزار رہے تھے۔ راستے محفوظ نہیں تھے۔ راہزن ہر وقت قافلوں کی تاک میں لگے رہتے تھے اور جب بھی دیکھتے کہ قافلے کے ساتھ نگران محافظ دستہ نہیں ہے تو اُس قافلے پر حملہ کر دیتے یہی وجہ تھی کہ تجارتی قافلے اُس وقت تک سفر پر نہیں نکلتے تھے جب تک حکومت ان کے ساتھ اضافی فوجی محافظ دستے سفر پر نہیں بھیجتی تھی۔

شیعہ قبائل کی اکثریت ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار تھی۔ ہر روز لوٹ مار اور قتل

ہوا کرتے تھے۔ جہالت اور غیر تعلیم یافتگی اندوہناک حد تک پھیلی ہوئی تھی۔ شیعوں کی حالت مجھے وہ وقت یاد کراتی تھی جب پورا یورپ صلیبی جنگوں کا شکار تھا۔ نجف اور کربلا میں رہنے والے مذھبی رہنماؤں اوران رہنماؤں کے پیروکاروں پر مشتمل اقلیت کے علاوہ ہزاروں میں سے ایک شیعہ بھی پڑھنا لکھنا نہیں جانتا تھا۔

معیشت مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی اور عوام انتہائی غربت کی حالت میں تھے۔

انتظامی ڈھانچہ انتہائی ناقص تھا۔ اہل تشیع حکومت کے خلاف بغاوت وغداریاں کرتے رہتے تھے۔ حکومت اور عوام دونوں ایک دوسرے سے خائف تھے جسکی وجہ سے انکے مابین کوئی باہمی تعاون نہ تھا۔ جن مذہبی علماء کا کام صرف سنیوں کو گالیاں اور کوسنے دینا تھا وہ دین و دنیا سے پہلے ہی عاری ہو چکے تھے۔

میں نے کربلا اور نجف میں چار ماہ قیام کیا۔ نجف میں ایک دفعہ اتنا سخت بیمار ہوا کہ دوبارہ صحت مند ہونے کی امید بھی ختم ہوگئی۔ میں تین ہفتے تک بیمار رہا۔ میں ایک ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اُس ڈاکٹر کے لکھے ہوئے نسخے کے مطابق ادویات استعمال کرنے سے میں دوبارہ روبصحت ہونے لگا۔ اپنی بیماری کے دوران میں مکمل طور پر تہہ خانے میں رہا۔ چونکہ میں بیمار تھا اسلیئے میرا میزبان میرے لیئے دوا اور کھانا بناتا تھا۔ بدلے میں اُسے مجھ سے انتہائی غیر اہم رقم کی توقع تھی جبکہ میری تیمارداری کے بدلے اللہ سے عظیم ثواب ملنے کا یقین تھا کیونکہ کہنے کو میں امیر المومنین علی کا زیارت مند تھا۔ ڈاکٹر نے مجھے نصیحت کی تھی کہ ابتدائی چند دنوں کے دوران صرف مرغی کی یخنی استعمال کروں۔ بعد میں مرغی کھانے کی اجازت بھی مل گئی۔ تیسرے ہفتے میں نے چاول کی یخنی استعمال کی۔ دوبارہ صحت مند ہونے کے بعد میں بغداد روانہ ہو گیا۔ میں نے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات اور نجف، کربلا اور حُلا کے مشاہدات پر مبنی تین سو صفحات پر مشتمل رپورٹ ترتیب دی۔ میں نے یہ رپورٹ بغداد میں وزارت دولتِ مشترکہ کے

نمائندے کو پیش کی۔ اس کے بعد میں نے وزارت کے حکم کا انتظار کیا کہ مجھے عراق ہی میں رہنا ہے یا پھر واپس لندن جانا ہے۔

میری خواہش تھی کہ میں واپس لندن جاؤں کیونکہ میں ایک عرصے سے پردیس میں تھا۔ میں اپنی آبائی زمین اور خاندان کو بہت یاد کرتا تھا اور خصوصاً اپنے بیٹے راسپوٹن سے ملنا چاہتا تھا جو میری لندن سے روانگی کے بعد پیدا ہوا تھا اسی لیئے میں نے اپنی رپورٹ کے ساتھ ایک عرضی بھی منسلک کر دی کہ مجھے کم از کم انتہائی کم عرصے کیلئے ہی لندن جانے کی اجازت دی جائے۔ میں نے عراق کے تین سالہ مشن کے بارے میں آثرات کی زبانی رپورٹ بھی کرنا چاہتا تھا اور اسی دوران کچھ آرام کرنے کا بھی ارادہ تھا۔

عراق میں وزارت کے مائندے نے مجھے نصیحت کی کہ میں اُس سے کم کم ہی ملا کروں مبادا میں مشکوک ہو جاؤں۔ اُس نے مجھے یہ بھی نصیحت کی کہ میں دجلہ دریا کے کنارے واقع سرائے میں ایک کمرہ کرائے پر لے لوں اور کہا «جب ہمیں لندن سے ڈاک موصول ہو گی تو میں تمھیں مطلع کر دوں گا۔» بغداد میں اپنے قیام کے دوران میں نے خلافت کے دارالحکومت استنبول اور بغداد کے درمیان روحانی فرق کا مشاہدہ کیا۔

بصرہ سے کربلا روانہ ہوتے وقت مجھے تشویش تھی کہ نجدی محمد میرے بتائے ہوئے راستے سے منحرف ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ انتہائی بے اعتماد اور جلد گھبرا جانے والا شخص تھا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں جو عزائم میں نے اس کے دل میں اجاگر کیئے ہیں وہ ختم نہ ہو جائیں۔ جب اُس سے جُدا ہوا تو وہ استنبول جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے اُسے سوچ سے باز رکھنے کیلئے بہت کوشش کی اور کہا «مجھے انتہائی تشویش ہے کہ تم وہاں جاکر کوئی ایسا بیان دے دو جس پر وہ تمھیں کافر قرار دے کر تمھیں قتل کر دیں۔»

درحقیقت میرا اندیشہ کسی اور سمت تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ وہاں جاکر اسکی ملاقات سچے

اوراعلیٰ علماء سے ہو جائے گی جو اسکی مغالطہ آمیزیوں کو درست کر سکیں گے اور اسی لیئے اُسے سُنی عقیدے پر آمادہ کرلیں گے جس سے میرے تمام خواب بکھر جائیں گے کیونکہ استنبول میں علم اور اسلام کی خوبصورت اخلاقیات موجود تھیں۔

جب ہم جدا ہوئے تو میں نے اُس سے پوچھا «کیا تمھیں تقیہ پر یقین ہے» اُس نے جواب دیا «ہاں ہے» اور پھر وضاحت کی «کفار نے ایک صحابی کو گرفتار کرلیا اور اُسے اذیتیں دی اور اسکے والدین کو قتل کر دیا۔ بالآخر اُس صحابی نے تقیہ کیا یعنی اُس نے کھلم کھلا اعلان کیا کہ وہ مشرک بن چکا تھا۔ (جب اُس نے واپس آکر ساری بات بتائیں) پیغمبر نے اُسے بالکل بھی ملامت نہیں کیا» میں نے اُسے نصیحت کی «جب تم شیعوں کے مابین رہو گے تو تقیہ کرلینا اور انھیں مت بتانا کہ تم سُنی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں تکالیف دینا شروع کر دیں۔ اُن کے ملک اور علماء سے استفادہ حاصل کرنا! اُن کے رسوم اور ثقافت سیکھنا کیونکہ وہ ضدی اور جاہل لوگ ہیں۔»

جب میں روانہ ہو رہا تھا تو میں نے اُسے زکوٰۃ کے طور پر کچھ رقم دی۔ زکوٰۃ ایک اسلامی ٹیکس ہے جو ضرورت مندوں میں بانٹنے کیلیئے جمع کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ میں نے اُسے زین دار گھوڑا بھی تحفے میں دیا۔

بصرہ سے روانگی کے بعد میرا اُس سے رابطہ ختم ہو گیا جسکی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ جب ہم جُدا ہو رہے تھے تو ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم دونوں بصرہ واپس آئینگے اور جو کوئی بھی پہلے واپس آئے گا اور دوسرے کو نہیں پا سکے گا تو پہلے آنے والا ایک خط لکھے گا اور عبد الرضا کے پاس چھوڑ دے گا۔

انگریزوں کی وحشیت

ا:۔ روزنامہ ترکیہ کے ۲ جولائی ۱۹۹۵ کے شمارے میں لکھا ہے «غربت اور افلاس زدہ ملکوں میں معصوم بچوں کو اغوا کرنے کے بعد اُنکے اعضاء کا کاروبار کرنے والا ایک انگریز نیٹ

ورک پکڑا گیا۔ »

برازیل سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق کیمبرج شہر میں واقع ایک آرگنائزیشن نے اس حوالے سے تحقیقات کرنے کے بعد ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ کچھ انگلش ہسپتالوں میں بچوں کے اعضاء میں دلچسپی رکھنے والے اور مہنگے داموں خریدنے والوں کا انکشاف ہوا ہے۔

۲:۔ ۴ جولائی ۱۹۹۵ کو روزانہ ترکیہ کے شمارے میں مزید شواہدات سامنے آئے۔

کیمسٹری میں ڈاکٹریٹ کرنے کیلئے انگلستان جانے والے ۶۰ سے زائد مسلمان نوجوانوں کو غرباء اور فقراۤ کے شہر ۱۴۶ نیو کیسٹل ۱۴۵ میں ٹھہرایا گیا۔

ان طلباء میں سے ایک طالب علم ۱۴۶ مصطفیٰ او غلو ارسلان ۱۴۵ کارات کو گھر آتے ہوئے گرجے سے نکلنے والے دو انگریزوں سے سامنا ہوا۔ وہ دو انگریز مصطفی پر پتھروں اور لوہے سے حملہ آور ہوئے اور خوب مارا اور آخر میں اُسے جلانے کیلئے اُس پر پیٹرول چھڑکا مگر لائٹر نے اُن کا ساتھ نہ دیا۔ اس دوران ساتھ والی کھڑکی سے جھانک کر تماشہ دیکھنے والی ایک انگریز لڑکی نے پولیس کو اطلاع دے دی۔ اور اسلام کے اُن دو دشمنوں نے بھاگ کر گرجے میں پناہ لے لی۔

۳:۔ اسی اخبار میں مزید لکھا گیا ہے کہ بوسنیا میں بھوک وافلاس سے ہر روز کئی سو افراد ہلاک ہو رہے تھے۔ جان لیوا بھوک کی وجہ سے چیخنے چلانے والے بچوں کی آواز سننے کیلئے والدین اپنے بچوں کو گھر میں چھوڑ کر سڑکوں پر نکل آتے تھے۔ بوسنیائی مسلمانوں کیلئے مسلم ممالک کی جانب سے آنے والے امدادی سامان کو سرب آپس میں تقسیم کر لیتے تھے کیونکہ انگریزوں کے پٹھو اقوام متحدہ کے فوجی سربوں کو پہلے ہی امداد کے بارے میں باخبر کر دیتے تھے۔ ویسے بھی بوسنیا میں برپا ہونے والا یہ فساد انگریزوں کا ایک پلان تھا جس کی ابتدا ۱۹۸۱ء میں کو سووا میں کی گئی کہ « مت ڈرو تمھارے پیچھے ہم ہیں » تو اُس نے بلا خوف و خطر مسلمانوں کا خون بہایا۔

باب اوّل حصہ ششم

بغداد میں کچھ عرصہ قیام کے بعد جب مجھے لندن جانے کا حکم ملا تو میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں نے لندن میں سیکرٹری اور دوسرے وزارتی اہلکاروں سے گفتگو کی۔ میں نے انھیں اپنے طویل مشن کے دوران اپنی سرگرمیوں اور مشاہدات کے بارے میں آگاہ کیا۔ وہ لوگ عراق کے بارے میں فراہم کردہ معلومات پر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے اپنی خوشی کا اظہار بھی کیا۔ دوسری طرف نجدی محمد کی گرل فرینڈ صفیہ نے بھی ایک رپورٹ بھیجی جو میری رپورٹ سے ملتی جلتی تھی۔ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ اپنے مکمل مشن کے دوران وزارت کے اہلکار میری نگرانی کرتے رہے تھے۔ اُن اہلکاروں نے بھی بہ یک وقت رپورٹس اور اسی قسم کی معلومات بھجوائیں جو میں نے سیکرٹری کو دی تھی۔

سیکرٹری نے میرے لیئے وزیر سے ملاقات کا وقت مقرر کر دیا۔ جب میں وزیر سے ملنے گیا تو وہ مجھ سے ایسے گرمجوش طریقے سے ملا جو گرمجوشی استنبول سے میری واپسی پر اُس کے لہجے میں نہیں تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اب میں اسکے دل میں غیر معمولی جگہ قائم کر چکا تھا۔

وزیر (وزارت کا سب سے اعلیٰ عہدیدار) یہ بات جان کر بہت خوش ہوا کہ میں نجدی محمد کو مکمل طور پر اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔ اُس نے کہا «یہی وہ ہتھیار ہے جس کی تلاش ہماری وزارت کر رہی تھی۔ اُس سے کیئے گئے تمام وعدے پورے کرو۔ اگر تم اپنا سارا وقت بھی صرف اُسی کو ورغلانے اور اُسے اپنی باتوں کا یقین دلانے میں صرف کرو گے تو یہ انتہائی سود مند ہو گا۔» جب میں نے کہا کہ میں نجدی محمد کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہوں کہ شاید اُس نے اپنی سوچ تبدیل کر لی ہو تو وزیر نے جواب دیا «پریشان مت ہو۔ ہماری وزارت کے جاسوس ایران میں اُس سے ملے تھے اور اُنھوں نے رپورٹ بھجوائی ہے کہ اُس نے اپنی سوچ تبدیل نہیں کی۔» میں دل میں سوچا کہ نجدی محمد اپنے راز اجنبیوں کے سامنے کیسے افشاء کر سکتا ہے؟ تاہم وزیر سے یہ سوال

پوچھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ بعد میں جب نجدی محمد سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ اصفہان میں عبدالکریم نامی شخص نجدی محمد سے ملا تھا جس سے یہ کہہ کر « میں شیخ محمد (ہمیفر کا جعلی نام شیخ محمد تھا) کا بھائی ہوں اور وہ آپ کے بارے میں مجھے سب کچھ بتا چکا ہے۔» نجدی محمد سے تمام راز اگلوائے تھے۔

نجدی محمد نے مجھے بتایا « صفیہ میرے ساتھ اصفہان گئی تھی اور متعہ نکاح کے ذریعے ہم مزید دوماہ تک ایک ساتھ رہے۔ عبدالکریم شیراز میں میرا ہمسفر رہا اور اُس نے مجھے آسیہ نامی عورت ڈھونڈ کر دی جو صفیہ سے زیادہ خوبصورت اور پرکشش تھی۔ آسیہ کے ساتھ متعہ نکاح کرنے کے بعد میں نے اس کے ساتھ اپنی زندگی کے سب سے زیادہ راحت بخش دن گزارے۔»

بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ عبدالکریم ایک عیسائی جاسوس تھا جو اصفہان کی جیلفہ ڈسٹرکٹ میں رہتا تھا اور شیراز میں رہنے والی یہودی آسیہ بھی وزارت کی اہلکار تھی۔ ہم چاروں نے باہمی طور پر تعاون کیا تا کہ نجدی محمد کو اسطرح سے تربیت دی جائے کہ مستقبل میں وہ اُس سے متوقع کام بخیرو کوبی سرانجام دے۔

جب میں نے اپنے مشن کے واقعات وزیر، سیکرٹری اور دودوسرے نامعلوم ممبران وزارت کے سامنے بیان کیئے تو وزیر نے کہا « تم وزارت کی جانب سے سب سے بہترین ہو۔ سیکرٹری تمھیں انعام کے حقدار بنا چکے ہیں۔ کیونکہ تم وزارت کے اہم ترین جاسوسوں میں سے بھی بہترین ہو۔ سیکرٹری تمھیں چند اہم رازوں سے آگاہ کرے گا جو اگلے مشن میں تمھارے لیئے مددگار ثابت ہو گا۔»

پھر انھوں نے مجھے دس دن کی چھٹی دی جس میں، میں اپنے خاندان سے مل سکتا تھا۔ لہٰذا میں فوراً اپنے گھر گیا اور چند خوبصورت ترین لمحات اپنے بیٹے کے ساتھ گزارے جو مجھ سے کافی مشابہہ تھا۔ میرا بیٹا چند الفاظ بول سکتا تھا اور اتنے اچھے طریقے سے چلتا تھا کہ مجھے وہ بالکل اپنے ہی

جسم کا حصہ محسوس ہوتا تھا۔ میں نے دس دنوں کی چھٹی انتہائی اچھی اور شاندار گزاری۔ مجھے اپنا آپ خوشی سے اُڑتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اپنے گھر واپس جاکر گھر والوں سے ملنے کی خوشی ناقابل بیان ہے۔ انھی دس دنوں کے دوران میں اپنی بوڑھی پھپھو سے بھی ملاقات کی جو مجھ سے بہت زیادہ پیار کرتی تھیں۔ یہ اچھا ہوا کہ میں اس سے مل لیا تھا کیونکہ وہ میرے تیسرے مشن پر روانگی کے بعد ہی مر گئی۔ مجھے اُسکے مرنے کا بہت دُکھ ہوا۔

یہ دس روز چھٹی ایک گھنٹے کی طرح گزر گئی۔ خوشی اور مسرت کے دن بہت جلد گزر جاتے ہیں جبکہ غم اور پریشانی کے ایام صدیوں جتنے طویل معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے نجف میں اپنی بیماری کے وہ دن یاد آتے ہیں جو مجھ پر کئی سالوں سے زیادہ بھاری تھے۔

جب میں نئے احکامات لینے کیلئے وزارت گیا تو میری ملاقات پر مسرت چہرے اور لمبی قد و قامت والے سیکرٹری سے ہوئی۔ اسکے گرمجوشی سے ہاتھ ملانے سے اسکی محبت اور شفقت واضح ہو رہی تھی۔ اُس نے مجھ سے کہا «اپنے وزیر اور نو آبادیوں پر مامور کمیٹی کے احکامات کے مطابق میں تمھیں دو انتہائی اہم رازوں سے آگاہ کروں گا۔ مستقبل میں تمھیں ان دورازوں سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ چند انتہائی معتمد افراد کے علاوہ کوئی بھی یہ دوراز نہیں جانتا۔»

پھر وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مجھے وزارت کے ایک کمرے میں لے گیا۔ کمرے میں ایک انتہائی دلکش منظر تھا۔ دس افراد ایک گول میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلا شخص عثمانی سلطان کے روپ میں تھا۔ وہ ترکی اور انگریزی بول رہا تھا۔ دوسرا شخص استنبول کے شیخ الاسلام کے روپ میں تھا جبکہ تیرا شخص شاہ ایران سے مشابہہ پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ چوتھا شخص ایرانی شاہی محل کے وزیر کے بھیس میں تھا۔ پانچواں شخص نجف میں شیعوں کے بڑے مذہبی عالم اور رہنماء کی طرح کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ ان لوگوں میں آخری تین افراد فارسی اور انگریزی بول رہے تھے ان پانچ اشخاص میں سے ایک کے ساتھ کاتب تھا جن کا کام اُن افراد کی کہی ہوئی ہر بات لکھنا تھا۔

یہ کاتب لکھنے کے علاوہ، نجف، ایران اور عراق سے حاصل ہونے والی معلومات سے بھی اُن افراد کو آگاہ کر رہے تھے۔

سیکرٹری نے بتایا «یہ پانچ افراد وہاں کے پانچ افراد کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ان نقول کے اصلی لوگوں کے خیالات سے آگاہی کیلئے ہم نے ان کو بالکل انکے اصلی افراد کی طرح تربیت دی ہے۔ ہم ان لوگوں کو استنبول تہران اور نجف سے حاصل کردہ معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں۔ پھر یہ لوگ اپنے آپ کو وہ افراد تصور کرتے ہیں جنکا روپ انھوں نے دھارا ہوا ہے۔ ہم ان سے سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتے ہیں۔ ہم نے تعین کیا ہے کہ جو جواب یہ لوگ دیتے ہیں وہ اُن جوابات سے ۷۰ فیصد مطابقت رکھتے ہیں جو اُن کے حقیقی افراد دے سکتے ہیں۔ »

اگر تم چاہو تو اپنے اطمینان کیلئے اُن سے سوالات کر سکتے ہو۔ تم نجف کے علماء سے پہلے ہی مل چکے ہو۔ میں نے اقرار میں جواب دیا کیونکہ میں نجف میں شیعوں کے سب سے بڑے عالم سے مل چکا تھا۔ اور اُس سے چند اہم معاملات کے بارے میں سوال بھی کر چکا تھا۔ اب میں اُسکے بہروپ کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا « محترم استاد! کیا حکومت کے سنی اور متعصب ہونے کی وجہ سے اسکے خلاف جنگی مہم چلانا جائز ہے؟ » اس نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا « نہیں یہ جائز نہیں ہے کہ صرف سُنی ہونے کی وجہ سے حکومت کے خلاف تحریک چلائی جائے۔ کیونکہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ہم انکے خلاف صرف اسی صورت میں جنگ کر سکتے ہیں جب وہ اسلامی امت پر ظلم اور ایذا رسانی کے مرتکب ہوں گے۔ اور اس صورت میں بھی ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصولوں کا بغور مشاہدہ کرنا ہو گا۔ جیسے ہی وہ ایذا رسانی ختم کریں گے ویسے ہی ہم ان کے خلاف جنگ ختم کر دیں گے۔ » میں نے پھر کہا « محترم استاد! کیا میں یہودیوں اور عیسائیوں کے نجس ہونے سے متعلق آپ کے خیالات معلوم کر سکتا ہوں؟ » اُس نے جواب دیا « ہاں وہ ناپاک ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ان سے دور رہا جائے میرے سبب دریافت کرنے

پر اُس نے کہا « یہ سب ایک بے عزتی کے بدلے کے طور پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمیں کافر سمجھتے ہیں اور ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ کو نہیں مانتے۔ ہم اسی چیز کا بدلہ لیتے ہیں۔ » میں نے اُس سے کہا « محترم استاد! کیا صفائی ایمان کا حصہ نہیں ہے؟ اسکے باوجود صحن شریف (حضرت علی کے مقبرے کی جگہ) کے ارد گرد کی گلیاں اور سڑکیں صاف نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ حصول علم کی جگہیں یعنی مدارس کو بھی صاف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ » اُس نے جواب دیا « ہاں یہ سچ ہے کہ صفائی ایمان کا حصہ ہے تاہم اس قسم کی صورتحال سے بچاؤ ممکن نہیں ہے کیونکہ شیعہ صفائی سے غافل اور لاپرواہ ہیں۔ »

وزارت کے اس شخص کے دیئے گئے جوابات اُن جوابات سے مکمل طور پر موافقت رکھتے تھے جو مجھے نجف میں شیعہ عالم نے دیئے تھے۔ نجف کے عالم اور اُس شخص کے درمیان اتنی زیادہ یکسانیت نے مجھے حیران کر دیا سونے پہ سہاگہ یہ کہ وہ فارسی بولتا تھا۔ سیکرٹری نے ایک بار پھر کہا « اگر تم دوسرے بہروپیوں کے حقیقی افراد کو جانتے ہوتے تو ہم ان کو نقول سے گفتگو کرکے یہ دیکھا سکتے تھے کہ وہ اپنے حقیقی افراد سے کتنے مشابہہ ہیں۔ » میں نے جواب دیا « میں جانتا ہوں کہ شیخ الاسلام کی کیا سوچ ہے کیونکہ استنبول کے احمد آفندی نے شیخ الاسلام کے اوصاف بہت وضاحت سے مجھے بتائے تھے۔ » سیکرٹری نے جواب دیا « تو پھر تم آگے جا کر اُس کے بہروپ سے گفتگو کر سکتے ہو۔ » میں نے شیخ اسلام کے بہروپ کے پاس گیا اور پوچھا « کیا خلیفہ کی اطاعت فرض ہے؟ » اُس نے جواب دیا « ہاں یہ واجب ہے۔ یہ واجب ہے کیونکہ اللہ اور نبیؐ کی اطاعت فرض ہے۔ » جب میں نے اس بات کے ثبوت کیلئے پوچھا تو اس نے جواب دیا « کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سُنا اللہ، اللہ کے پیغمبر اور اپنے درمیان موجود اورلوالامر لوگوں کی اطاعت کرو (سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۵۹) میں نے کہا « کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ ہم کو یزید جیسے خلیفہ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جس نے اپنی فوج کو مدینہ منورہ میں لوٹ

مار کرنے کی اجازت دے دی تھی اور جس نے ہماری نبیؐ کے نواسے کو شہید کرادیا تھایا پھر خلیفہ ولید کی اطاعت کریں جو الکوحلی شرابیں پیتا تھا؟» اُس نے جواب دیا «میرے بیٹے! یزید اللہ کے احکامات کی رو سے خلیفہ بنا تھا۔ اُس نے حسینؓ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ شیعوں کے جھوٹ پر یقین مت کرو۔ کتابیں صحیح طریقے سے پڑھا کرو۔ بے شک اُس نے ایک غلطی کی مگر بعد میں اُس نے اللہ سے معافی مانگی۔ مدینہ میں لوٹ مار کا حکم بالکل صحیح تھا کیونکہ مدینہ کے مکین بہت نافرمان اور بے لگام ہو چکے تھے۔ جہاں تک ولید کا تعلق ہے تو یہ بات ٹھیک ہے کہ وہ گنہگار تھا۔ ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ خلیفہ کے تمام احکامات کی پیروی واجب نہیں بلکہ صرف شریعت سے مطابقت رکھنے والے احکامات کی پیروی واجب ہے۔» میں نے احمد آفندی سے بھی یہی سوالات کیئے تھے اور انتہائی کم فرق والے مشابہہ جواب حاصل ہوئے تھے۔

میں نے سیکرٹری سے پوچھا «ان بہروپ کی تیاری کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟» اُس نے جواب دیا «اس طرح سے ہم، عثمانی سلطان اور شیعہ و سنی مسلم علماء کی ذہنی وسعتوں کا تعین کر رہے ہیں۔ ہم وہ پیمانے تلاش کر رہے ہیں جنکی مدد سے ہم اُن سے لڑ سکیں مثال کے طور پر اگر تم یہ معلوم کر لو کہ دشمن کی فوج کسطرف سے آئینگی تو تم اسکے مطابق پہلے سے ہی تیاری کر لوگے، اپنی فوجوں کو مناسب رموزوں مقامات پر متعین کروگے اور اسطرح دشمن کو شکست فاش دینے میں کامیاب ہو جائوگے۔ دوسری طرف اگر تم دشمن کے حملے کی سمت نہیں جانتے ہوگے تو تم اپنی فوجوں کو صرف اندازے کی بنیاد پر ادھر اُدھر پھیلا دوگے اور آخر کار تمھیں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔۔۔ بالکل اسی طرح اگر تم وہ ثبوت حاصل کر لو جو ثبوت مسلمان اپنے مذہب اور ایمان کو سچ ثابت کرنے کیلیئے مہیا کریں گے تو تمھارے لیئے ممکن ہو گا کہ تم اُن ثبوتوں کی تغلیظ اور تردید کیلیئے جوابی ثبوت تیار کر سکوگے اور ان جوابی ثبوتوں کے ذریعے سے انکے ایمان کی جڑین اندر ہی اندر کھوکھلی کر سکوگے۔» پھر سیکرٹری نے مجھے مذکورہ بالا پانچ نمائندوں کے فوج،

خزانہ، تعلیم اور مذہب کے بارے میں منصوبوں اور مشاہدات کے نتائج پر مبنی ہزار صفحوں والی کتاب دی اور کہا « اس کتاب کو پڑھو اور پڑھ کر ہمیں واپس دے دینا۔ » میں وہ کتاب گھر لے گیا اور اپنی تین ہفتوں کی چھٹیوں میں حتی المقدور توجہ سے پڑھ لی۔

وہ ایک انتہائی اعلیٰ قسم کی کتاب تھی کیونکہ اس میں موجود اہم جوابات اور حساس مشاہدات حقیقی معلوم ہوتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ان پانچ بہروپوں کے دیئے گئے جوابات اُن کے حقیقی افراد کے متوقع جوابات سے ۷۰ فیصد سے زیادہ مطابقت رکھتے تھے۔ درحقیقت سیکرٹری نے کہا تھا کہ ان کے جوابات ۷۰ فیصد تک درست ہوتے ہیں۔

کتاب پڑھ لینے کے بعد حکومت پر میرا اعتماد بڑھ چکا تھا اور مجھے یقین تھا کہ سلطنت عثمانیہ کو ایک صدی سے کم عرصے میں تباہ کرنے کیلئے تمام منصوبے پہلے ہی بنا لیئے گئے تھے۔ سیکرٹری نے یہ بھی کہا « اس طرح کے دوسرے کمروں میں بھی میز کے گرد بیٹھے ہوئے افراد بہروپ ہیں۔ ہمارا ارادہ ان لوگوں کو اپنی موجودہ اور متوقع نو آبادیوں میں بھیجنے کا ہے۔ » جب میں نے سیکرٹری سے پوچھا کہ اتنے مستعد اور باصلاحیت افراد انھیں کہاں سے ملے تو اُس نے جواب دیا « تمام دنیا میں موجود ہمارے اہلکار مسلسل رپورٹس بھجواتے رہتے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ بہروپ اپنے کام میں ماہر ہیں۔ اگر تمھیں کسی خاص شخص کے بارے میں معلومات فراہم کر دی جائیں تو قدرتی طور پر تم اس قابل ہو جائو گے اس خاص شخص کی طرح سوچو اور اس کی طرح فیصلے کرو۔ کیونکہ اب تم اس کے متبادل ہو گے۔ »

سیکرٹری نے آخر میں کہا « پس یہی وہ پہلا راز ہے جیسے تمھیں بتانے کا وزارت نے مجھے حکم دیا تھا۔ میں تمھیں دوسرا راز ایک مہینے بعد بتاؤں گا جب تم ایک ہزار صفحات والی کتاب واپس کر دو گے۔ » میں نے اپنی تمام تر توجہ کتاب پر مرکوز کرتے ہوئے اُسے حصہ بہ حصہ شروع سے آخر تک پڑھا۔

اس کتاب نے محمدں (محمدؐ کی امتیوں) کے بارے میں میری معلومات میں اضافہ کیا۔ اب میں جانتا تھا کہ ان کی کمزوریاں کونسی ہیں۔ انکے طاقتور پہلو کون سے ہیں۔ وہ کسطرح سوچتے ہیں۔ انکی اعلیٰ اور طاقتور خصوصیات اور پہلوؤں کو کس طرح تبدیل کرکے انھیں غیر محفوظ اہداف بنایا جاسکتا ہے۔

اس کتاب میں دی جانے والی مسلمانوں کی کمزوریاں مندرجہ ذیل ہیں۔

ا:۔ شیعہ سُنی جھگڑا: حکومت۔ عوام جھگڑا۔[۱] ترک ایران جھگڑا: قبائلی جھگڑے اور علماء۔ حکومت جھگڑا۔[۲]

۲:۔ بہت کم مثتثنات کے علاوہ مسلمان جاہل اور ناخواندہ ہیں۔[۳]

۳:۔ معلومات، روحانیت اور شعور کی کمی۔[۴]

---

(۱) یہ الزام بالکل غلط ہے۔ یہ اسکے اپنے ہی پرانے بیان « بادشاہ کی اطاعت فرض ہے » کی تردید کرتا ہے۔

(۲) یہ صریح بہتادارازی ہے۔ پہلے عثمانی سلطان غازی کی دستاویزی وصیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ عثمانی حکومت کے ہاں علماء کی کتنی اہمیت، عزت اور قدرومنزلت ہے۔ تمام بادشاہوں نے علماء کو اعلیٰ عہدے دیئے۔ جب مولانا خالد بغدادی کے حاسد حیفوں نے تہمت لگا کر اُنھیں بادشاہ محمود خان دوائم کے سامنے ملامت کیا اور بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ اُسے بھانسی دی جائے تو بادشاہ نے یہ عالمگیر شہرت یافتہ جواب دیا « علماء کسی بھی طرح ریاست کیلئے نقصان نہیں ہیں » عثمانی سلطانوں نے تماعلماء کو گھر، اچھی تنخواہ اور اعلیٰ بہم رسانی دی۔

(۳) مذہب، اخلاقیات، ایمان اور سائنس پر عثمانی علماء کی لکھی ہوئی کتب تمام عالم میں مشہور ہیں۔ سب سے زیادہ ناخواندہ سمجھے جانے والے طبقے یعنی کاشتکارروں کو بھی عبادات، ایمان اور ثقافت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ دیہات میں بھی مساجد، مدارس اور سکول قائم تھے۔ دیہاتی عورتیں بھی قرآن الکریم پڑھ سکتی ہیں۔ دیہات میں تعلیم حاصل کردہ بہت سے عالم اور اولیاء موجود ہیں۔ اسلیئے یہ الزم بالکل من گھڑت ہے۔

(۴) عثمانی مسلمان روحانی طور پر بہت مضبوط تھے۔ وہ شہادت پانے کیلئے جہاد کو دوڑے جاتے تھے۔ روزانہ کی پانچ نمازوں کے بعد اور ہر جمعہ کے خطبہ کے دوران مذہبی شخص (امام) خلیفہ اور سلطنت کیلئے خیر وبرکت کی دعا کرتا تھا اور تمام جماعت (مقتدی) آمین کہا کرتے تھے۔ دوسری طرف عیسائی اکثر ناخواندہ اور ایمان ودنیا کے معاملات سے بالکل ناآشنا ہیں۔ اسی لیئے پادریوں کے وعظ ونصیحت کو کامیابی کی سند خیال کیا جاتا ہے اور پادریوں کے دین کے نام پر گھڑے ہوئے جھوٹ اور توہمات کو حقیقی دین سمجھا جاتا ہے۔ عیسائی بالکل جانوروں کے بے حس ریوڑ کی طرح ہیں۔

۴:۔ مسلمانوں کی مکمل طور پر دنیاوی معاملات سے غفلت اور صرف آخرت سے متعلق معاملات میں محویت۔[۱]

۵:۔ حکمرانوں کا ظالم اور مطلق العنان ہونا۔[۲]

۶:۔ راستے انتہائی غیر محفوظ ہیں اسی وجہ سے نقل و حمل اور سفر شاذونادر ہی ہوتا ہے۔[۳]

۷:۔ وبائی امراض مثلاً ہیضہ اور طاعون کے خلاف کوئی احتیاتی تدابیر اختیار نہیں کی جاتیں جسکی وجہ سے ہر سال لاکھوں مسلمان مر جاتے ہیں۔ حفظانِ صحت بحیثیت مجموعی نظر انداز کردی جاتی ہے۔[۴]

۸:۔ شہر زوال پذیر ہیں اور پانی کی فراہمی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔[۵]

۹:۔ حکومت اور انتظامیہ باغیوں اور غداروں سے نمٹنے کے قابل نہیں ہیں۔ بے ضابطگی عام ہے۔ قرآن الکریم کے اصول وضوابط جن پر وہ بہت فخر کرتے ہیں اُن اصول وضوابط پر

---

(۱) عیسائیت کے برعکس اسلام، دنیا و مذہب کو علیحدہ نہیں کرتا۔ اپنے آپ کو (ایک خاص حد تک) دنیاوی معاملات میں محو رکھنا ایک طرح کی عبادت ہے۔ ہمارے پیغمبرؐ نے فرمایا دنیا کیلئے ایسے کام کرو گویا تما کبھی نہیں مروگے اور آخرت کیلئے ایسے کام کرو گویا تم کل ہی مر جاؤ گے۔ جبکہ انجیلوں میں دنیاوی کاموں سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) مسلمان حکام نے عوام پر سختی اسلیئے کی کہ عوام شریعت کے اصول وضوابط کی پابندی کریں۔ وہ یورپی بادشاہوں کی طرح جابرانہ اقدامات کے مرتکب نہیں ہوئے۔

(۳) مسلم ممالک میں راستے اتنے محفوظ تھے کہ اگر کوئی مسلمان بوسنیا سے سفر شروع کرتا تو اگر وہ مکہ جتنے دور دراز علاقے تک بھی جاتا تو بغیر کسی دقت اور بغیر کرائے کے یہ فاصلہ طے کر سکتا تھا۔ راستے میں آنے والے دیہات میں قیام وطعام بھی دقت تھا اور بسا اوقات دیہاتی لوگ مسافر کو تحائف بھی دیتے تھے۔

(۴) ہسپتال اور پناہ گاہیں ہر جگہ موجود تھیں۔ حتیٰ کہ نپولین کا علاج بھی عثمانیوں نے کیا تھا۔ تمام مسلمان اس حدیث شریف کہ باایمان شخص پاک صاف ہوگا۔ کی پیروی کرتے ہیں۔

(۵) یہ بہتان تو اس قابل بھی نہیں کہ اسکا جواب دیا جائے۔ دہلی کا سلطان فیروز شاہ ۷۹۰ھ (۱۳۸۸ء) میں مرا۔ اُس کے زیر سرپرستی قائم کردہ ۲۴۰ کلومیٹر لمبی نہر سے سیراب کیئے جانے والے باغات اور کھیت برطانوی حملوں کی وجہ سے ہی تباہ و برباد ہو کر بنجر زمین میں تبدیل ہوئے۔ عثمان فنِ تعمیر کے بقایاجات اب تک سیاحوں کی آنکھوں کو ذخیرہ کرتے رہتے ہیں۔

تقریباً کبھی بھی عمل نہیں کیا گیا۔[۱]

۱۰:۔ مسلمان معاشی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ غربت اور ذوال پذیری بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

۱۱:۔ نہ تو مسلمانوں کے پاس منظم فوج ہے اور نہ ہی مناسب اسلحہ۔ ذخیرے میں موجود اسلحہ پرانا اور بوسیدہ ہے۔[۲]

۱۲:۔ عورتوں کے حقوق کی خلاف ورزی۔[۳]

۱۳:۔ ماحولیائی صحت وصفائی کی کمی۔[۴]

مسلمانوں کی کمزوریوں کی پیراگراف کی شکل میں توضیح کے بعد کتاب اس بات کی نصیحت کرتی تھی کہ مسلمانوں کو ان کے۔۔۔

ایمان یعنی دین اسلامی کی جسمانی اور روحانی عظمت سے غافل رکھنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ پھر کتاب اسلام کے بارے میں معلومات یہ دیتی تھی۔

۱:۔ اسلام اتحاد واشتراک کا حکم دیتا اور تفرقے کی ممانعت کرتا ہے۔ قرآن میں حکم ہے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔[۵]

---

(۱) Osmanl,las Fsansiz Ksallasinin Pisliklesni Sen Nehsin Doken Genesallesin madaly .almalas Gibi Saniyoslas

(۲) کیا یہ لوگ ۷۲۶ھ (۱۳۲۶ء) میں عثمانی تخت پر براجمان ہونے والے ارخان غازی کی قائم کردہ منظم اور بااصول فوج کے بارے میں نہیں جانتے اور کیا یہ لوگ «بلدرم بایزید خان» کی منظم فوج سے بھی ناآشنا ہیں جس نے ۷۹۹ھ (۱۳۹۸ء) میں نیگو بولو کے مقام پر صلیبیوں کی انتہائی بڑی فوج کو شکست فاش دی تھی؟

(۳) اُس وقت جب انگریز لوگ فنون، اسلحہ اور عورتوں کے حقوق سے بالکل غافل تھے، عثمانیوں نے یہ تصورات انتہائی پاکیزگی سے پیش کیئے۔ کیا ان میں اتنی ہمت ہے کہ اس بات کی تردید کر سکیں کہ سویڈن اور فرانس کے بادشاہوں سے عثمانیوں سے مدد کی اپیل کی تھی۔

(۴) گلیاں انتہائی صاف ستھری تھیں بلکہ گلیوں اور سڑکوں پر موجود تھوک کو صاف کرنے کیلئے بھی خصوصی محکمہ قائم کیا گیا تھا۔

(۵) سورۃ آل عمران: آیت نمبر ۱۰۳

۲:۔ اسلام تعلیم یافتہ ہونے اور باخبر رہنے کا حکم دیتا ہے۔قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔زمین پر گھومو پھرو۔[۱]

۳:۔ اسلام علم حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ایک حدیث میں ہے۔علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

۴:۔ اسلام دنیاوی کام کرنے کی بھی ہدایت کرتا ہے قرآن میں ہے ان میں سے کچھ: اے ہمارے اللہ !اس دنیا اور آخرت میں جو کچھ بھی ہمارے لیئے بہتر اور دلکش ہے وہ ہمیں عطا فرما۔[۲]

۵:۔ اسلام مشورہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن میں بیان کیا گیا ہے وہ اپنے تمام کام باہمی مشورے سے کرتے ہیں۔[۳]

۶:۔ اسلام راستوں کی تعمیر کی ہدایت کرتا ہے۔ قرآن میں فرمان ہے۔زمین پر چلو بھرو۔[۴]

۷:۔ اسلام مسلمانوں کو اپنی صحت کا بھرپور خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے ایک حدیث میں کہا گیا ہے۔علم کی بنیاد چار چیزوں پر ہے۔۱) ایمان کی حفاظت کیلئے فقہ کا علم۔ ۲) صحت کی حفاظت کیلئے طب کا علم۔ ۳) (عربی) زبان کی حفاظت کیلئے صرف اور نحوا (عربی گرائمر) کا علم۔ ۴) وقتی ادوار سے آشنائی کیلئے علم فلکیات۔

۸:۔ اسلام ترقی کرنے کا حکم دیتا ہے قرآن میں فرمان ہے اللہ نے زمین پر ہر چیز تمھارے لیئے پیدا کی ہے۔[۵]

۹:۔ اسلام حسنِ ترتیب پر ذور دیتا ہے۔ قرآن میں فرمان ہے۔ہر چیز کی بنیاد شماریات

---

(۱) سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۷

(۲) سورۃ البقرۃ: آیت نمبر ۲۰۱

(۳) سورۃ الشعریٰ: آیت نمبر ۳۸

(۴) سورۃ الملک: آیت نمبر ۱۵

(۵) سورۃ البقرۃ: آیت نمبر ۲۹

اور ضابطگی پر ہے۔[۱]

۱۰:۔ اسلام مضبوط معیشت پر ذور دیتاہے۔ایک حدیث میں کہا گیاہے دنیاکیلئے ایسے کام کرو گویاتم کبھی نہیں مروگے اور آخرت کیلئے ایسے کام کرو گویاتم ہی مر جاؤگے۔

۱۱:۔ اسلام جدید اسلے سے لیس ایک مضبوط فوجی قوت کی تشکیل کا حکم دیتاہے۔ قرآن میں ایک جگہ حکم دیا گیاہے۔اُن کے خلاف جتنی فوجیں اوراسلحہ تیار کر سکتے ہو، کرو![۲]

۱۲:۔ اسلام عورتوں کو اہمیت دینے اوراُن کے حقوق پورے کرنے کا حکم دیتاہے۔ قرآن میں فرمان ہے۔جیسا کہ مردوں کو قانونی طورپر عورتوں پر حقوق حاصل ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی ان پر حقوق حاصل ہیں۔[۳]

۱۳:۔ اسلام صفائی اورپاکیزگی کا درس دیتاہے۔حدیث میں ہے۔ صفائی اور پاکیزگی ایمان کا حصہ ہیں۔

کتاب مندرجہ ذیل قوتی وسائل میں انحطاط اوربگاڑپیدا کرنے کی ہدایت کرتی تھی۔

۱:۔ اسلام نسلی، انسانی، ثقافتی، رواجی اور قومی تعصب کی نفی کرتاہے۔

۲:۔ سود، حد سے زیادہ نفع، زنا، الکوحلی شرابیں اور سور کا گوشت اسلام میں حرام ہیں۔

۳:۔ مسلمان اپنے علماء سے بہت گہرا لگاؤ رکھتے ہیں۔

۴:۔ سنی مسلمانوں کی اکثریت خلیفہ کو پیغمبر حضرت محمدؐ کا نمائندہ مانتی ہے۔انکاایمان ہے کہ خلیفہ پیغمبرؐ کے نمائندے کی حیثت سے مستحق عزت واحترام فرض ہے۔

۵:۔ جہاد فرض ہے۔

---

(۱) سورۃالحجر: آیت نمبر۱۹

(۲) سورۃالانفال: آیت نمبر۶۰

(۳) سورۃالبقرۃ: آیت نمبر۲۲۸

٦:۔ شیعوں کے مطابق تمام غیر مسلم اور سُنی مسلمان بھٹکے ہوئے ہیں۔

٧:۔ تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اسلام ہی واحد سچا دین ہے۔

٨:۔ مسلمانوں کی اکثریت کا ایمان ہے کہ جزیرۃ العرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال باہر کرنا فرض ہے۔

٩:۔ مسلمان اپنی عبادت (نما، روزہ، زکوٰۃ، حج۔۔۔۔) انتہائی بہترین طریقے سے سرانجام دیتے ہیں۔

١٠:۔ شیعوں کا ایمان ہے کہ مسلم ممالک میں گرِجوں کی تعمیر حرام ہے۔

١١:۔ مسلمان اسلامی ایمان کے اصولوں پر مضبوطی سے قائم ہیں۔

١٢:۔ شیعوں کا یقین لے کہ خمس (جنگ میں حاصل ہونے والے سازوسامان) کا پانچواں حصہ علماء کو دیا جانا چاہئیے۔

١٣:۔ مسلمان اپنے بچوں کی پرورش اسطرح کرتے ہیں کہ وہ کبھی بھی اپنے آباؤ اجداد کا راستہ (دین اسلام) چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

١٤:۔ مسلم عورتیں اتنی اچھی طرح سے اپنے آپ کو ڈھانپتی ہیں کہ کسی بھی ذریعے یا طریقے سے انکے ساتھ شرارت نہیں کی جاسکتی۔

١٥:۔ مسلم باجماعت نماز ادا کرتے ہیں جو دن میں پانچ مرتبہ انھیں آپس میں ملاتی ہے۔

١٦:۔ چونکہ پیغمبرؐ، علی اور دوسرے دیندار لوگوں کے مقابر مسلمانوں کیلئے مقدس ہیں اسلیئے مسلمان اِن جگھوں پر بھی جمع ہوتے ہیں۔

١٧:۔ پیغمبر حضرت محمدؐ کی نسل سے بہت سے لوگ موجود ہیں (یہ لوگ سید اور شریف کہلاتے ہیں) یہ لوگ پیغمبر کی باد دلاتے رہتے ہیں اوراسطرح مسلمانوں کی آنکھوں میں پیغمبرؐ کو ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں۔

۱۸:۔ جب مسلمان مجتمع ہوتے ہیں تو علماء انکے ایمان کو مضبوط بناتے ہیں اور انھیں اعمال صالح کرنے کیلئے متحرک کرتے ہیں۔

۱۹:۔ امر بالمعروف اور نہی عن اِلمنکر کرنا فرض ہے۔

۲۰:۔ یہ جائز ہے کہ مسلمان آبادی کو بڑھانے میں حصہ لینے کیلئے ایک سے زیادہ شادیاں کی جائیں۔

۲۱:۔ کسی ایک غیر مسلم کو مسلمان بنانا اس سے زیادہ اچھا ہے کہ مسلمان ہو کر ساری دنیا پر حکمرانی حاصل ہو۔

۲۲:۔ یہ حدیث تمام مسلمانوں کو ازبر ہے۔ اگر ایک شخص کوئی نیک راستہ کھولتا ہے تو نہ صرف خود اُس راستے پر چلنے کا ثواب حاصل کرے گا بلکہ جو لوگ بعد میں اُس راستے پر چلیں گے اُس کا ثواب بھی پائے گا۔

۲۳:۔ مسلمان قرآن وحدیث پر انتہائی عمیق تعظیم سے قائم ہیں۔ اِنکا ایمان ہے کہ انہی کی اطاعت جنت کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

کتاب نصیحت کرتی تھی کہ مسلمانوں کے مضبوط اعمال پہلوؤں کو بگاڑا جائے اور ان کی کمزوریوں کو مقبولِ عام بنایا جائے۔ کتاب اس مقصد کے حصول کے طریقے بھی تجویز کرتی تھی۔ میں نے اِن غیر محفوظ پہلوؤں (مذہبی کمزوریوں) کو مزید پھیلانے کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیلئے۔

۱:۔ ان کے مابین دشمنی اور فسادات پھیلانے کیلئے مخالف گروہوں میں ایک دوسرے کیلئے بے اعتباری پیدا کی جائے اور ان فسادات اور دشمنیوں کو دوام بخشنے کیلئے متعصب کتابیں اور دوسرا اس قسم کا لٹریچر شائع کیا جائے۔

۲:۔ مسلمانوں کے سکولوں کے قیام اور مسلم ادب کی اشاعت کو روکا جائے۔ مسلم ادب، جب کبھی ہو سکے، ضائع کر دیا جائے۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ مسلمان بچے جاہل رہیں اور اس مقصد کیلئے مذہبی ارباب اختیار پر بہتان درازی کی جائے تا کہ مسلمان والدین اپنے بچوں کو مذہبی

اسکولوں میں بھیجنے سے باز رہیں (انگریزوں کا یہ طریقہ اسلام کیلئے انتہائی مہلک ثابت ہوا)

۴-۳:۔ انکے سامنے جنت کی بے حد تعریف کر کے انھیں اس بات پر امادہ کیا جائے کہ دنیاوی کام بالکل فضول ہیں تصوف کے حلقے وسیع کیئے جائیں۔ ذہد کی نصیحت کرنے والی کتب پڑھنے کی حوصلہ افزائی کر کے اُنھیں غفلت کی حالت میں رکھا جائے۔ ان کتب میں غزالی کی احیاء العلوم الدین مولانا کی مثنوی اور محی الدین اعرابی کی مختلف کتابیں قابلِ ذکر ہیں۔[۱]

۵:۔ حکمرانوں کو، بذریعہ چاپل پوسی، آمریت اور ظلم میں ملوث کر دیا جائے اور اس مقصد کیلئے مندرجہ ذیل ورغلانے والی جلسازیاں نہ استعمال کی جائیں: تم زمین پر اللہ کی شبیہ ہو۔ در حقیقت ابو بکر، عمر، عثمان، علی اموی اور عباسی خلفاء سب کے سب مکمل طور پر طاقت اور تلوار کے ذور پر حکومت میں آئے تھے اور بعد ان میں سے ہر ایک سلطان بنا۔ مثال کے طور پر ابو بکر نے عمر کی تلوار کے ذریعے اپنا قبضہ قائم رکھا اور اُن لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دی جاتی تھی جو اسکی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اسکی ایک مثال فاطمہ کا گھر ہے۔[۲] جبکہ عمر تو ابو بکر کی سفارش پر خلیفہ بنا تھا۔ جبکہ دوسری طرف عثمان عمر کے حکم سے خلیفہ بنایا گیا تھا۔ جہاں تک علی کا تعلق ہے وہ تو لٹیروں کے درمیان ہونے والے انتخابات کے ذریعے سے سلطنت کا خلیفہ بنا تھا۔

---

(۱) تصوف کی کتابوں سے اخذ کردہ ذہد دنیاوی کاموں کے ترک کرنے کو نہیں کہتا بلکہ یہ دنیا کے رسیا ہونے سے منع کرتا ہے دوسرے الفاظ میں دنیاوی کام کرنا، دنیاوی ضروریات کیلئے کمانا اور انھیں شریعت کے مطابق استعمال کرنا، عبادات کی طرح، باعث ثواب ہے۔

(۲) احادیث میں اشارے ہیں کہ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم خلیفہ بنیں گے۔ تاہم ان کے اوقات سے متعلق کوئی واضح بیان نہیں ملتا۔ رسول اللہ حضرت محمدؐ نے یہ معاملہ اپنے صحابہ کے انتخاب پر چھوڑ دیا تھا۔ خلیفہ کے انتخاب میں صحابہ میں تین مختلف اجتہاد پائے جاتے تھے۔ خلافت کوئی جائیداد نہیں کہ کسی شخص کے رشتہ دار اس کے وارث قرار پائیں۔ حضرت ابو بکرؓ، جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے، جنھوں نے اسلام کی تبلیغ کی، جن کے پیچھے ہمارے نبیؐ نے نماز ادا کی اور انھیں یہ کہا کہ وہ امام بن کر نماز میں دوسرے مسلمانوں کی رہبری کریں اور جن کے ساتھ ہمارے نبیؐ نے مدینہ ہجرت کی، سب سے بہترین امیدوار تھے۔ چند اصحابؓ حضرت علی کے گھر گئے ان میں سے ابو سفیان نے کہا « اپنا ہاتھ اوپر اٹھاؤ! میں تمھارے ہاتھ پر بیعت کروں گا! اگر تم چاہو تو میں یہ ساری جگہ گھڑ سوار مسلح فوج سے بھر دوں۔ »

معاویہ نے نے تلوار کے ذریعے سے حکومت حاصل کی تھی۔[۱] پھر اموی دور میں خلافت کو وراثت میں تبدیل کر دیا گیا۔ جو موروثی (والد کی طرف سے) زنجیر کے تحت منتقل کی جاتی تھی۔ عباسیوں نے بھی بالکل اسی طرح گیا۔ یہ تمام باتیں اس حقیقت کے ثبوت ہیں کہ بادشاہت امریت ہی کی ایک قسم ہے۔

٦:۔ قانون سے قتلِ انسانی کیلیئے سزائے موت ختم کر دی جائے۔ (قتل انسانی اور ڈاکہ ذنی کو روکنے کا واحد ذریعہ سزائے موت ہے۔ قتل انسانی، ڈاکہ ذنی اور غداری جیسے جرائم سزائے موت کے بغیر کسی بھی طرح سے روکے نہیں جاسکتے) رہزنوں اور ڈاکوؤں کو سزا سے بچایا جائے۔ رہزنوں اور قزاقوں کو مسلح کرکے سفر کے غیر محفوظ ہونے کو یقینی بنایا جائے۔

۷:۔ ہم مندرجہ ذیل منصوبے کی مدد سے اُنھیں غیر صحت مند زندگی گزارنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ « ہر چیز اللہ کے پہلے سے مقرر کردہ مقدر کی مطیع ہے۔ طبی علاج بحالی میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا۔ کیا اللہ قرآن میں نہیں کہتا میرا رب (اللہ) مجھے کھلا تا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ وہ اکیلا ہی مجھے مارے گا اور پھر دوبارہ زندہ اٹھائے گا۔[۲] اس لیئے کوئی شخص بھی نہ تو اپنی کوشش سے صحت مند ہو سکتا ہے اور نہ ہی اللہ کی فرض کے بغیر موت سے بچ سکتا ہے۔[۳]

---

(۱) حضرت امیر معاویہ حضرت حسنؓ کی مشروط بیعت کے بعد خلیفہ بنے۔ مزید تفصیلات کیلیئے کتاب Documents of right word پڑھی۔

(۲) سورۃ الشعرٰی: آیات نمبر ۸۱ - ۸۰ - ۷۹

(۳) انگریز اہلکار مسلمانوں کو بھٹکانے کیلیئے آیات اور احادیث کے معانی مسخ کر دیتے ہیں۔ طبی علاج کرانا سنت ہے۔ اللہ نے علاج میں شفا کا اثر رکھا ہے۔ ہمارے پیغمبر محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی علاج کرانے کا حکم دیا ہے۔ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی شفا دینے والا ہے تاہم اُس نے اسباب کا ایک نظام بنایا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ان اسباب کو استعمال کر کے اس نظام کی اطاعت کریں۔ یہ لازمی ہے کہ محنت کر کے وہ اسباب دریافت کیئے جائیں اور پھر عمل میں لائے جائیں وہ مجھے شفا دیتا ہے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مجھے ایسے ذرائع اور اسباب عطا کرتا ہے جو صحت مند ہونے کا باعث بنتے ہیں اسلامی حکم ہے کہ اسباب کی دریافت کیلیئے تحقیق کی جائے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ نے فرمایا: مرد اور عورتوں دونوں پر حصول علم فرض ہے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ محنت کر کے کمانے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت علیؓ نے اس بات سے معزرت کی اور کہا « تم مسلمانوں کو گروہوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میرے گھر میں قیام کا مطلب ہر گز خلیفہ منتخب ہونا نہیں۔ رسول اللہؐ کی وفات نے مجھے گہرا صدمہ پہنچایا ہے اور میں غم سے دیوانہ ہوا جارہا ہوں۔ » پھر علیؓ مسجد گئے اور تمام دوسرے افراد کی موجودگی میں ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس پر ابو بکرؓ نے کہا « میں خلیفہ نہیں بننا چاہتا۔ تاہم اُلجھن اور پریشانی کے خاتمے کیلئے نہ چاہتے ہوئے بھی بخوشی قبول کرتا ہوں۔ » علیؓ نے جواب دیا « خلیفہ بننے کیلئے آپ سے زیادہ موزوں شخص کوئی نہیں ہے۔ » اس دِن کی حضرت علیؓ کی باتیں ہماری کتاب ساعدت ابدیہ کے دوسرے حصے کے ۲۳ویں باب میں درج ہیں۔ حضرت عمرؓ، علیؓ کے ساتھ انکے گھر گئے۔ حضرت علیؓ کہا کرتے تھے کہ محمدؐ کے بعد ابو بکر اور عمر اس امت میں عظیم ترین اصحابہ ہیں۔ جو لوگ شیعوں کے جھوٹ اور بہتانات پر یقین کر لیتے ہیں وہی مسلمانوں کی تنزلی کے ذمہ دار ہیں۔ انگریز ابھی تک یہ ترغیب پھیلا رہے ہیں۔

۸:۔ ظلم کے فروغ کیلئے یہ بیانات دیئے جائیں کہ اسلام عبادات کا مذہب ہے۔ اسے ملکی معاملات سے کوئی سروکار نہیں اسی لیئے تو پیغمبر حضرت محمدؐ اور اُن کے خلفاء نے کوئی وزیر قانون یا قانون دان نہیں رکھا تھا۔[۱]

۹:۔ مسلمانوں کا معاشی ذوال ہماری پھیلائی ہوئی مضر سرگومیوں کا نتیجہ ہے۔ ہم اس ذوال میں ذرائع سے مزید اضافہ کر سکتے ہیں۔ فصلوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے، تجارتی جہاز ڈبو دیئے جائیں، بازاروں کو آگ لگا دی جائے، ڈیم اور بیراج تباہ کر دیئے جائیں اور ڈیمز کی تباہی سے ذرعی علاقوں کے علاوہ تجارتی علاقوں کو بھی نقصان پہنچایا جائے اور آخر کار پینے کے پانی کا نظام خراب کر کے یہ پانی بھی آلودہ کر دیا جائے۔[۲]

---

(۱) عبادات صرف نماز، زکواۃ، روزہ اور حج پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ دنیاوی کام کرنا بھی عبادت ہے کیونکہ اللہ نے اسکا حکم دیا ہے۔ تاہم یہ کام شریعت کے مطابق کیئے جائے چاہئیں۔ کارآمد چیزوں کیلئے کام کرنا باعث ثواب ہوتا ہے۔

(۲) انگریزوں کا یہ ظلم اور سفاکی دیکھیں۔ یہ انگریز اپنے آپ کو مہذب قرار دیتے ہیں اور ۱۴۶ انسانی حقوق ۱۴۵ کا جملہ عام استعمال کرتے ہیں۔

۱۰:۔ مدبروں، سیاستدانوں اوراعلیٰ عہدیداروں کو کھیل، شراب، جوا، بدعنوانی اور جنسی مشاغل کاعادی بنادیاجائے تاکہ یہ مشاغل بغاوت، سرکشی، فریب اور ملکی دولت اپنی ذاتی ضرورت پرخرچ کرنے کاباعث بنیں۔اس سلسلے میں سرکاری ملازمین کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ ان اعمالِ بد سے باز نہ آئیں۔ ہمارے ملک کیلئے کام کرنے والے افراد کو پوراصلہ دیاجائے۔اس کام پر معمور انگریز جاسوسوں کی کھلے عام یاخفیہ، بھرپور حفاظت کی جائے اور مسلمانوں کے ہاتھ پکڑے جانیوالے جاسوسوں کو بچانے کیلئے خرچے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی جانی چاہیئے۔

۱۱:۔ ہر قسم کے سود کو مقبول عام بنایاجائے کیونکہ سود ناصرف قومی معیشت کو برباد کردیتاہے بلکہ مسلمانوں کو قرآن کے اصولوں کی نافرمانی کاعادی بھی بناتاہے۔اگر کوئی شخص ایک بار قانون کی کسی دفعہ کی خلاف ورزی کرلے تو دوسری دفعات کی خلاف ورزی کرنااُس کیلئے کافی آسان ہو جائے گا۔انھیں بتایاجاناچاہیے کہ سود صرف مرکب کی صورت میں حرام ہے کیونکہ قرآن میں کہاگیاہے۔کہ مرکب میں سودنالو۔[۱] اسلیئے سود کی ہر قسم حرام نہیں ہے۔[۲]

۱۲:۔ علماء کے خلاف خباثت کے جھوٹے الزامات پھیلادیئے جائیں اورانکے خلاف غلیظ بہتانات لگاکر مسلمانوں کواُن سے متنفر کردیاجائے۔ہم اپنے چند جاسوسوں کو علماء کا بھیس دیں گے اور پھر اپنے اُنہی جاسوسوں سے غلیظ اور حقیر حرکتیں کروائیں گے۔اس طرح عوام علماء کے بارے

---

(۱) سورۃ آل عمران: آیت نمبر ۱۳۰

(۲) قرضے کی واپسی کاوقت پہلے سے ہر گز مقرر نہیں کیاجاناچاہئیے۔(قرضہ دینے کے وقت) کسی اضافی ادائیگی پر متفق ہوناسود کہلاتاہے۔سود کی یہ قسم انتہائی کبیرہ گناہ ہے چاہے اضافی ادائیگی کی قدرایک درہم ہی کیوں نہ ہو۔اگریہ مقرر کرلیاجائے کہ قرض کی رقم ایک خاص مدت تک ادار کردی جائے گی تو حنفی مسلک کے مطابق یہ سود ہے۔ادھار کی خرید وفروخت میں ادائیگی کا وقت لازماً مقرر کرلیناچاہیئے۔ تاہم اگر مقروض مقرر کردہ وقت میں ادائیگی نہ کرسکے اوروقت زیادہ ہوچکااوراُس پر ایک اضافی ادائیگی مقرر کردی جائے تواس قسم کاسود مداعف کہلاتاہے۔اوپر اقتباس کی گئی آیت کریمہ تجارت میں اس قسم کے سود سے متعلق ہے۔

میں الجھن کا شکار ہو جائیں گے اور انکی طرف شک کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ یہ انتہائی لازمی ہے کہ ان جاسوسوں کو الاذہر، استنبول، نجف اور کربلا میں بھیجا جائے۔ مسلمانوں کو علماء سے بیگانہ کرنے کیلئے ہم اپنے سکول و کالج کھولیں گے۔ ان سکولوں میں رومی اور آرمینیائی بچوں کو تعلیم دی جائے گی اور انکی ایسی تربیت کی جائے گی کہ وہ مسلمانوں کے سخت دشمن بن جائیں جبکہ مسلمان بچوں کے دلوں میں یہ مجرمانہ احساس پیدا کیا جائے گا کہ اُن کے آباوء اجداد جاہل تھے۔ ان بچوں کو خلفاء، علماء اور مدبروں کا مخالف بنانے کیلئے اُنھیں اُن کے نقائص سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا جائے گا کہ وہ اپنی عیش و عشرت میں مصروف تھے اور یہ کہ خلیفہ اپنا وقت لونڈیوں کے ساتھ ہنسی مذاق میں گزارتے تھے اور انھوں نے عوامی دولت غلط استعمال کی غرضیکہ انھوں نے کسی عمل میں بھی پیغمبر کی اطاعت نہیں۔

۱۳:۔ یہ بہتان لگانے کیلئے کہ اسلام عورتوں سے نفرت کرتا ہے اس آیت کا حوالہ دیا جائے گا: عورتوں پر مرد حکمران ہیں۔[۱] اور اس حدیث کا بھی حوالہ دیا جائے گا: عورتیں مجموعی طور پر برائی ہیں۔[۲]

---

(۱) سورۃ النساء: آیت نمبر ۳۴

(۲) ایک حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ: شریعت کی پیروی کرنے والی عورت جنت کی نعمتوں میں سے ایک ہے اور جو عورت اپنے جذبات کی پیروی اور شریعت کی نافرمانی کرے وہ برائی ہے۔ کسی ایک عورت کے غریب والد کو اُس لڑکی کیلئے گزراوقات کا بندوبست کرنا ہو گا اگر وہ غیر شادی شدہ یا بیوہ ہو۔ اگر وہ (باپ) ایسا نہیں کرتا تو اُسے قید میں ڈالا جائے۔ اگر اُس لڑکی کا باپ نہیں ہے یا وہ بہت غریب ہے کہ اُسکا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا تو اُس لڑکی کے محرم رشتہ داروں کو اس کا خیال رکھنا ہو گا اور اگر اُس کے محرم رشتہ دار نہ ہوں تو حکومت کو اُس کیلئے وظیفہ مقرر کرنا ہو گا۔ ایک مسلمان عورت کو اپنی روزی کمانے کیلئے کبھی بھی کام نہیں کرنا ہو گا۔ دین السم نے عورتوں کی تمام ضروریات اُنکے رشتہ دار مردوں پر عائد کی ہیں اور اس بھاری بوجھ کے بدلے میں مرد کو آباواجداد کی وراثت کے انتظام کی مکمل ذمہ داری دی گئی ہے اسکے علاوہ مردوں پر ایک خاص عنائیت اور مہربانی یہ ہے کہ مردوں کو وراثت میں سے اُنکی بہنوں کے مقابلے میں دوگنا حصہ دیا جائے گا۔ کسی عورت کا شوہر اُسے گھر کی چاردیواری کے اندر یا باہر کمائی کیلئے کام کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی عورت کام کرنا چاہتی ہے تو وہ اپنے شوہر کی اجازت سے ایسا کر سکتی ہے۔ اس کے لیئے شرط یہ ہے کہ وہ عورت مکمل پردہ کرے گی اور اسکے کام کرنے کی جگہ پر کئی مرد نہیں ہو گا۔ اور نوکری سے حاصل ہونے والی تمام کمائی صرف اُسی عورت کی ہو گی۔ کوئی بھی کسی عورت کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی کمائی وراثت میں حاصل ہونے والی جائیداد

اللہ کے پیغمبر حضرت محمدؐ کے مبارک منہ سے نکلنے والے جملے تین اقسام کے ہیں۔ پہلی قسم ان جملوں پر مشتمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرکب اور اجزاء کی صورتوں میں آتے ہیں۔ یہ جملے آیات کریمہ کہلاتے ہیں۔ جو مکمل طور پر جمع ہو کر قرآن الکریم بناتے ہیں۔ یہ جملہ تمھارے پاس آنے والی ہر کار آمد اور اچھی چیز اللہ تعالیٰ کا فرمان سے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی بھیجی جاتی ہیں جبکہ ہر بُری اور نقصان دہ چیز کی خواہش تمھارا نفس کرتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ ہی کی تخلیق کردہ اور اُسی کی جانب سے بھیجی گئی ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۷۸ ہے جملوں کی دوسری قسم میں وہ جملے شامل ہیں جن کا تعلق تو حضرت محمدؐ سے ہوتا ہے مگر ان جملوں کے معانی اللہ تعالیٰ کی جانب سے القاء کردہ ہیں۔ یہ جملے حدیث قدسی کہلاتے ہیں۔ یہ جملہ جو عورت شریعت کی اطاعت کرے وہ جنت کی نعمتوں میں سے ایک ہے اور جو عورت نفس کی پیروی کرے وہ برائی ہے۔ یہ ایک حدیث شریف ہے۔ محی الدین اعرابی نے اپنی کتاب مسامرات کی جلد اوّل میں اس حدیث کی تشریح کی ہے۔ برطانوی جاسوس مندرجہ بالا حدیث کا پہلا حصہ چھپا کر صرف دوسرا حصہ بیان کر رہا ہے۔ اگر ساری دنیا کی عورتیں اس اہمیت، سکون، تحفظ، آزادی اور طلاق کے حق سے آگاہ ہو جائیں جو اسلام عورتوں کو عنائیت کرتا ہے تو وہ فوراً اسلام قبول کر لیں گی اور پوری دنیا میں اسلام کی اشاعت کیلئے سخت جدوجہد کریں گی۔ یہ انتہائی شرمساری کی بات ہے کہ وہ ابھی تک اس

یا نکاح کے تحت مستحق حق مہر کو چھوڑ دے اور نہ ہی کوئی اُسے اس بات پر مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اس کمائی، مہر یا وراثت کو اپنی، اپنے بچوں یا پھر اپنے گھر کی ضروریات پر خرچ کرے شوہر پر فرض ہے کہ وہ اس قسم کی تمام ضروریات پوری کرے۔ آج کے کمیونسٹ نظامِ حکومت میں مرد اور عورتوں دونوں کو یکساں طور پر صرف خوراک کیلئے کٹھن ترین کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے بالکل جانوروں کی طرح۔ آزاد دنیا کے ممالک یعنی یورپ ممالک اور خاص مسلم ممالک یعنی عرب ممالک میں بھی عورتیں بالکل مردوں کی طرح کارخانوں، کھیتوں، تجارت اور کاروبار میں «زندگی سب کیلئے یکساں» کے غلط استدلال کے تحت کام کرتی ہیں۔ جیسا کہ اکثر اخبارات میں شائع ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر شادی شدہ ہونے پر افسوس کرتے ہیں اور اسی وجہ سے عدالتیں طلاق کی درخواستوں کی فائلوں سے بھری رہتی ہیں۔

بات سے آگاہ نہیں ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام انسانیت کو ایسی قسمت سے سرفراز کرے جس کے ذریعے وہ اسلام کے بصیرت افروز راستے کو صحیح طریقے سے سیکھ سکیں۔ (آمین)

۱۴:۔ گندگی اور ناپاکی پانی کی کمی سے پیدا ہوتی ہیں اسلیئے پانی کی فراہمی کے منصوبوں کو بڑھنے سے لازماً روکا جائے

کتاب مسلمانوں کے مضبوط قلعوں یعنی مضبوط پہلوؤں کو تباہ کرنے کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کرتی تھی۔

۱:۔ مسلمانوں کو نسلیت اور قومیت جیسی جارحانہ وطن پرست رسموں کی طرف مائل کیاجائے تاکہ اُنکی توجہ غیر اسلامی ہیروازم کی جانب مبزول ہو جائے۔ مصر میں فرعون کے زمانے، ایران میں مجوسی، عراق میں بائبل ازم اور عثمانیہ میں اتیلہ اور چنگیز کی وحشتوں کی تجدید کی جائے۔ (انھوں نے اس ضمن میں طویل فہرست دی تھی)

۲:۔ الکوحلی شرابیں، جوا، زنا، سور کا گوشت اور فسادات جیسی برائیاں خفیہ طور پر یا کھلے عام پھیلائی جائیں اوراس مقصد کیلئے مسلم ممالک میں رہنے والے عیسائیوں، یہودیوں اور مجوسیوں اور دوسرے غیر مسلموں کو بھرپور استعمال کیاجائے اور جو لوگ ہمارے لیئے کام کریں اُنھیں وزارت دولتِ مشترکہ کے خزانے کے ادارے سے اعلیٰ تنخواہیں دی جائیں۔

۳:۔ مسلمانوں میں جہاد کے بارے میں شکوک وشبہات اورالجھنیں پیدا کر دی جائیں۔ انھیں اس بات کا یقین دلایا جائے کہ جہاد ایک وقتی حکم تھااوراب اس حکم کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

۴:۔ شیعوں کے دل سے یہ نظریہ کہ «غیر مسلم نجس ہیں» رفع کیاجائے۔اس مقصد کیلئے قرآن کی اس آیت کا حوالہ دیا جائے۔ جیسا کہ تمھارا کھانا اہل کتاب کیلئے حلال ہے اُسی طرح ان کا کھانا بھی تمھارے لیئے حلال ہے۔[۱] اور اُنھیں یہ بتایا جائے کہ پیغمبر (حضرت محمدؐ) کی ایک

---

(۱) سورۃ المائدۃ: آیت نمبر ۵

بیوی یہودی تھی جس کانام صفیہ تھا اورایک بیوی عیسائی تھی جسکانام ماریہ تھا اورایسا تو ہر گز نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر کی بیوی نجس ہو۔[۱]

۵:۔ مسلمانوں کے دلوں میں یقین ڈالا جائے کہ «پیغمبر حضرت محمدؐ کا اسلام سے مطلب ایسادین تھاجو بے عیب اور کامل ہو۔ اسلیئے ایسا مذہب یہودیت اور عیسائیت بھی ہو سکتا ہے اوراسلام بھی۔» اس بات کو مندرجہ ذیل اسباب سے ثابت کیاجائے، قرآن تمام مذاہب کے اراکین کو مسلم کا نام دیتاہے۔مثلاً قرآن میں حوالہ دیا گیاہے کہ پیغمبر یوسفؑ نے اللہ سے دعا کی مجھے مسلمان موت دینا۔[۲] اورابراہیم اوراسماعیلؑ نے دعا کی کہ اے ہمارے رب اللہ !اپنے لیئے،

---

(۱) حضرت صفیہؓ جنھیں انگریز لوگ یہودی کہتے ہیں، پیغمبرؐ کے ساتھ شادی سے پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں جہاں تک مصر کی ماریہ کا تعلق ہے تو وہ حضرت محمدؐ کی سب سے زیادہ مقدس بیویوں میں سے نہیں تھی۔وہ جاریہ تھیں۔وہ بھی مسلمان ہو چکی تھیں۔ جب وہ فوت ہوئیں تو اُس وقت کے خلیفہ حضرت عمرؓ نے انکی جنازہ پڑھائی۔ اہلسنت یقین کے مطابق ایک عیسائی عورت ایک مسلمان مرد کیلیئے جاریہ ہو سکتی ہے اور بیوی بھی۔ یہ عقیدہ شیعوں کے اس عقیدے کے برعکس ہے کہ غیر مسلم بذاتِ خود ناپاک ہوتے ہیں بلکہ ان کا ایمان ناپاک ہو تا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر کے ذریعے آنے والی معلومات واطلاعات پر یقین کرنا ایمان کہلاتا ہے۔جن معلومات پر یقین کرنا لازمی ہے وہ دواقسام کی ہیں۔ (۱)معلومات جن پر صرف ایمان لانالازم ہے۔(۲)ایسی معلومات جن پر ایمان لانااور عمل کرنادونوں لازمی ہیں۔ معلومات کی پہلی قسم جو ایمان کی بنیاد ہے، چھ عقائد پر مشتمل ہے۔ تمام پیغمبروں نے ایمان کے انہی چھ بنیادی اصولوں کی تعلیم دی۔ آج تمام یہودی، عیسائی، سائنسدان، مدبر، ساری دنیا کے کمانڈر اور نام نہاد ماڈرن لوگ آخرت یعنی موت کے بعد جلا اٹھانے پر یقین رکھتے ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو ماڈرن کہتے ہیں انھیں بھی ان لوگوں کی طرح اُس پر ایمان لانا ہو گا۔ دوسری طرف پیغمبروں کی شریعات یعنی انکے مذہب میں دیئے جانے والے احکامات و ممانعات ایک جیسے نہیں ہیں۔ ایمان رکھنااور شریعت کی پیروی کرنا اسلام کہلاتا ہے۔ چونکہ ہر پیغمبر کی ایک مختلف شریعت ہے اس لیئے ہر پیغمبر کا اسلام بھی دوسرے سے مختلف ہے۔ اللہ کا ہر پیغمبر اپنے سے پہلے پیغمبر کے اسلام کی تنسیخ کرتے ہوئے نیا اسلام لایا۔ حضرت محمدؐ کالایا ہوا اسلام اس دنیا کے اختتام تک کار آمد، جائز اور درست رہے گا۔ سورۃ آل عمران کی آیات ۱۹ اور ۸۵ میں اللہ تعالیٰ یہودی اور عیسائیوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ وہ اپنا پرانا اسلام چھوڑ دیں اوراس بات کا اعلان کرتا ہے کہ جو لوگ محمدؐ (اورانکی شریعت) کی پیروی نہیں کریں گے وہ لوگ کبھی جنت میں داخل نہیں ہونگے اور ہمیشہ جہنم میں آگ اور دوسرے عذاب جھیلتے رہیں گے۔ اُوپر مذکورہ ہر پیغمبر حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، یوسفؑ نے اُس اسلام کیلیئے استدعا کی جو اُس وقت جائز اور رائج تھا۔ وہ اسلام مثلاً گرجوں میں جانا آج جائز نہیں ہے۔

ہمیں مسلم بنااور ہماری نسل کے لوگوں کو بھی مسلم بنا۔[۱] جبکہ پیغمبر یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ صرف اور صرف مسلمان ہی مرنا۔[۲]

۶:۔ اس بات کا پرچار کیاجائے کہ گرجوں کی تعمیر حرام نہیں ہے کیونکہ پیغمبرؐ اور اُن کے خلفاء نے ناصرف گرجے مسمار نہیں کیئے بلکہ ان کا احترام کیااور یہ کہ قرآن میں فرمایا گیاہے۔ اگر اللہ نے چند لوگوں کو تباہ نہیں کیاتو یہ صرف خانقاہوں، گرجوں، یہودیوں کی عبادت گاہوں اور مساجد کے وسیلے سے ہے کیونکہ ان جگہوں میں اللہ کا بہت ذکر کیاجاتاہے ورنہ یہ لوگ (اب تک) تباہ کردیئے جاتے۔[۳] اور یہ اسلام مندروں کا بھی احترام کرتاہے اوران کو مسمار نہیں کرتااور یہ کہ ان لوگوں کی مذمت کرتاہے جو ان کو مسمار کریں۔

۷:۔ مسلمانوں کو ان احادیث کے بارے میں الجھن کا شکار کردیاجائے۔ یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو اور دو مذاہب جزیرۃ العرب میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اورانھیں کہاجائے کہ اگر یہ دواحادیث سچی ہوتی تو پیغمبر نہ تو یہودی اور عیسائی عورتوں سے شادی کرتے اور نہ ہی نجران کے عیسائیوں سے کوئی معاہدہ کرتے۔[۴]

۸:۔ مسلمانوں کو ان کی عبادات سے روکاجائے اوران عبادات کے کارآمد ہونے کے بارے میں مسلمانوں میں الجھنیں پیدا کی جائیں اورانھیں یہ کہاجائے کہ « اللہ کو انسانوں کی عبادات کی ضرورت نہیں » انھیں حج اور دوسری تمام ایسی عبادات سے روکاجائے جن سے وہ متحدہ ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح انھیں مساجد، مقابر، مدارس کی تعمیر اور خانہ کعبہ کی تعمیر و مرمت

---

(۱) سورۃ البقرۃ: آیت نمبر ۱۲۸

(۲) سورۃ البقرۃ: آیت نمبر ۱۳۲

(۳) سورۃ الحج: آیت نمبر ۴۰

(۴) صفحہ نمبر ۵۹ کا فٹ نوٹ نمبر ۲ دیکھیں۔

سے روکا جائے۔[۱]

۹:۔ شیعوں میں اس اصول کے بارے میں الجھنیں پیدا کی جائیں کہ جنگ میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کا پانچواں حصہ علماء کو دینا لازمی ہے اور اسکی وضاحت یوں کی جائے کہ اس پانچویں حصے کا تعلق اس مال غنیمت سے ہے جو دارالحرب سے حاصل کیا جائے اور یہ کہ تجارتی کمائی سے اسکا کوئی تعلق نہیں بنتا اور پھر اس میں اس بات کا اضافہ کیا جائے کہ « خمس، پیغمبر اور خلفاء کو دیئے جانے کیلیئے ہے نہ کہ علماء کو۔ کیونکہ علماء کو گھر، محلات، جانور اور باغات دیئے جاتے ہیں اسلیئے یہ جائز نہیں کہ علماء کو خمس دیا جائے۔ »

۱۰:۔ اسلام میں ضعیف الاعتقادی اور بدعتی داخل کر دی جائے اور پھر اسلام کو دہشت پھیلانے والا مذہب قرار دیا جائے۔ اس بات کا دعوٰی کیا جائے کہ مسلم ممالک زوال پذیر ہیں اور اُن میں دراڑیں پڑ چکی ہیں اور اسطرح انکی اسلام سے وابستگی میں خلل ڈالا جائے (دوسری طرف مسلمانوں نے دنیا کی سب سے عظیم اور مہذب ترین سلطنت قائم کی وہ اس وقت زوال پذیر ہوئے جب اسلام سے وابستگی میں کمی آئی۔)

۱۱:۔ نہائیت اہم ! بچوں کو اُن سے متنفر کر دیا جائے تا کہ وہ بچے اپنے آباؤاجداد کے علوم و تاریخ سے محروم ہو جائیں۔ ہم ان بچوں کو تعلیم دیں گے۔ لہٰذا جس وقت بچے اپنے آباء کی تعلیم سے جدا ہو جائیں تو انکے لیئے یہ ممکن نہیں رہے گا کہ وہ اپنے ایمان، یقین، ثقافت اور مذہبی علماء سے تعلق برقرار رکھ سکیں۔

۱۲:۔ عورتوں کو اُنکے روایتی پردے سے نجات پانے پر اکسایا جائے۔ ایسی جھوٹی باتیں

---

(۱) عبادات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ادا کی جاتی ہیں۔ ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسکے بندے کی عبادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ بندوں کو بذاتِ خود عبادت کی ضرورت ہے۔ یہ عیسائی لوگ خود تو اپنی عبادات کیلیئے مجتمع ہو کر گرجوں میں جاتے ہیں مگر مسلمانوں کو مسجد جانے سے منع کرتے ہیں۔

گھڑی جائیں جیسے « پردہ حقیقی اسلامی حکم نہیں ہے۔ یہ ایک رسم ہے جو عباس خلفاء کے دور میں قائم کی گئی۔ پہلے تو دوسرے عام لوگ بھی پیغمبرؐ کی بیویوں کو دیکھا کرتے تھے اور عورتیں ہر قسم کی معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیا کرتی تھیں » عورتوں کو اُنکے پردے سے نکالنے کے بعد نوجوانوں کو انکی جانب راغب کرکے ان دونوں کے مابین بے حیائی پیدا کی جائے۔ اسلام کو تباہ کرنے کیلئے یہ ایک انتہائی پرتاثیر طریقہ ہے۔ پہلے غیر مسلم عورتوں کو اس مقصد کیلئے استعمال کیا جائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مسلم عورتیں بھی اُنکی پیروی کرنے لگیں گی۔[۱]

---

(۱) حجاب (پردے) کی آیت کے نزول سے پہلے عورتیں اپنے آپ کو نہیں ڈھانپا کرتی تھیں۔ وہ آنحضرتؐ کے پاس آکر آپؐ سے سوالات اور مسائل پوچھا کرتی تھیں۔ ہجرت کے ۶ سال بعد سورۃ النور نازل ہوئی جس میں عورتوں کو ممانعت کی گئی کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ ہی اُن سے بات کریں (یہ غیر مرد شوہر، بھائی، والد، بیٹے اور دوسرے انتہائی قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ہیں) اسکے بعد سے حضورؐ نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ جو کچھ سیکھنا چاہتی ہیں وہ آپؐ کی محترم بیویوں سے سیکھیں۔ کفار یہ حقیقت چُھپا کر کہ حجاب کی آیت کے نزول کے بعد عورتیں اپنے آپ کو ڈھانپتی تھی اور پردہ کرنا شروع ہو چکا تھا، مسلمانوں کو بھٹکا رہے ہیں۔ حضرت محمدؐ کی محترم بیوی امِ سلمہؓ سے روایت ہے: ایک دن میں اور میمونہؓ (میمونہؓ آپ کی بیوی تھی) محمدؐ کے ساتھ تھے۔ اسی دوران ابنِ اُم مکتومؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور گھر میں داخل ہوئے۔ جب حضورؐ نے انھیں دیکھا تو ہم سے فرمایا پردے کے پیچھے چھُپ جاؤ۔ جب میں نے کہا کہ وہ اندھا ہے اور ہمیں نہیں دیکھ سکے گا تو پیغمبرؐ نے جواب دیا کیا تم بھی اندھی ہو؟ اُسے نہیں دیکھ سکتی؟ یعنی آپؐ کا مطلب تھا کہ « وہ اندھا ہے تم نہیں »۔ یہ حدیث امام احمد، ترمذی اور ابوداؤد رحمھم اللہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس حدیث شریف کے مطابق جیسا کہ کسی مرد کیلئے اپنی بیوی اور انتہائی قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کسی اور مرد کو دیکھنا حرام ہے بالکل اسی طرح عورتوں کیلئے بھی اپنے شوہر اور انتہائی قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کسی اور مرد کو دیکھنا حرام ہے۔ ہمارے مذہب کے اماماء نے دوسری احادیث پر غور و فکر کرنے کے بعد نتیجہ نکالا کہ « کسی عورت کیلئے نامحرم مرد کے اور آورت کے حصوں کو دیکھنا حرام ہے » ایسا کرنا کافی آسان ہے۔ ایسی آسان ممانعات اور احکامات رخصت کہلاتے ہیں۔ ایک عورت کیلئے یہ عزیمت ہے کہ وہ نامحرم مرد کے سر اور بالوں کو نہ دیکھے۔ عورت کیلئے مرد کے آورت کے حصے گھٹنے اور ناف کے مابین کے اعضاء ہیں۔ عزیمت کی طرف توجہ نہ دیتے ہوئے اس اصول کی اطاعت کرنا رخصت کہلاتا ہے۔ جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ ازواج مطہرات اور صحابہ کرام ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے تھے۔ اور رخصت سے پرہیز کرتے تھے۔ ذندق لوگ اسلام کو اندرونی طور پر تباہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں، اس حقیقت کو بڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ حجاب کی آیت کے نزول سے پہلے عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں۔ اور کہتے ہیں کہ « پیغمبر کے زمانے میں عورتیں اپنے آپ کو نہیں ڈھانپتی تھی عورتوں کا چڑیلوں کی طرح پردہ کرنا اُس وقت رائج نہیں

۱۳:۔ باجماعت نماز کی ادائیگی کے خاتمے کیلئے ہر موقع استمال کیاجائے۔ مساجد کے امماء پر بہتان لگائے جائیں۔ انکی حامیوں کا پرچار کیاجائے۔ ان امماء اوران کے پیچھے نماز ادا کرنے والے مقتدیوں کے مابین نااتفاقی اور دشمنی پیدا کی جائے۔

۱۴:۔ تمام مقبروں کو مسمار کرنے کیلئے تحریک چلائی جائے اور یہ کہاجائے کہ یہ مقابر پیغمبرؐ کے زمانے میں موجود نہ تھے۔ افواہیں پھیلاکر مسلمانوں کو پیغمبروں، خلفاء، اوردوسرے پارسا مسلمانوں کے مقابرپر جانے سے بازرکھاجائے۔ مثال کے طورپر یہ کہاجائے کہ پیغمبرؐ کواُن کی والدہ

تھا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ ننگے سرباہر آیاجایاکرتی تھیں۔ آجکل پردہ کرنے کا عمل بعد میں آنے والے فقہ کے متعصب لوگوں کاایجاد کردہ ہے »۔اوپر بیان کی جانے والی حدیث شریفہ واضح طورپر بیان کرتی ہے کہ ان لوگوں کے یہ بیانات سراسر جھوٹ اور بہتان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات وممانعات کی وضاحت کرنے والے چاردرست اسلامی مسالک مردکے۔۔۔

آورت کے حصول سے متعلق مختلف تشریحات دیتے ہیں۔ یہ حصے ایسے ہیں کہ کسی اورانھیں دیکھنایاخود یہ حصے کسی کو دکھاناحرام ہے۔ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے مسلک میں بیان کردہ حرام حصوں کو ڈھانپے۔ اشعۃ اللمعات نامی کتاب میں یہ حدیث لکھی گئی ہے۔ عورتوں اور مردوں کو منع کیاگیاہے کہ وہ اپے ہم جنسوں کے آورت کے حصوں کونہ دیکھیں۔ حنفی مسلک میں ایک مرد کیلئے دوسرے مرد کے آورت کے حصے وہی ہیں جو ایک عورت کیلئے دوسری عورت کے حصے ہیں اور یہ حصے گھٹنے اورناف کے درمیانی حصے ہیں۔ دوسری طرف ایک نامحرم مرد کیلئے عورت کے آورت کے حصول میں عورت کے چہرے اورہاتھوں کے علاوہ تمام جسم شامل ہے۔(مخالف جنس کاکوئی ایسا شخص جو محرم نہیں ہو « نامحرم » کہلاتاہے۔ محرم کواسلام رشتہ دار قرار دیتاہے۔ محرم کی تعداد ۱۸ ہے) عورت کے بال بھی اسکے آورت کے حصوں شامل ہیں۔ کسی کے آورت کے حصول کو بغیر کسی نفسانی خواہش کے بھی دیکھناحرام ہے۔اگر تم کسی عورت کو اچانک دیکھو تواسکی طرف سے نظر ہٹالو!ہرچند کسی عورت کو غیر متوقع طورپر دیکھنا گناہ نہیں ہے مگر اُس عورت کو دوبارہ دیکھنا گناہ ہے۔ اے علی!اپنی ران ننگی نہ کرو!کسی دوسرے کی ران کو بھی مت دیکھو بیشک وہ زندہ ہویامردہ۔ ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے جو اپنے مخفی حصے ننگے کرتے ہیں اور جو ان کو دیکھتے ہیں۔

مندرجہ بالااحادیث شریفہ یہ ظاہر کرتی ہیں کہ انسان کو اپنی نظر کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ کیمیائے سعادت میں لکھاہے « عورتوں اورلڑکیوں کیلئے حرام ہے کہ وہ اپنے بال، سر، بازواورٹانگیں ڈھانپے بغیر باہر جائیں۔ یاپھر باریک، کشیدہ کاری شدہ، کئے ہوئے یاخوشبودار کپڑے پہن کرباہر جائیں۔ اگر کسی عورت کے والدین، شوہر یابھائی اس عورت کے اسطرح گھر سے باہر جانے سے اغماص برتیں تووہ لوگ بھی اس عورت کے عذاب (جواس کو بے پردگی کے گناہ کی وجہ سے آخرت میں ملے گا) میں برابر کے شریک ہونگے۔ » اللہ میں ان گناہوں سے بچنے کی توفیق عطافرمائے۔(آمین) ہے کہ مسلم ممالک میں موجود گنبدوں اور مقبروں کو مسمار کردیاجائے اسی لیئے باقی نامی قبرستان کو مسمار کرنا بھی لازمی ہے۔

کے قریب دفن کیا گیا، ابو بکر اور عمر کو باقی نامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ عثمان کی قبر کا کچھ معلوم نہیں۔ حسین کا سر حنانا میں دفن ہے مگر اسکے جسم کا کچھ معلوم نہیں۔ کاظمیہ میں موجود قبریں دو خلیفوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ قبریں پیغمبر (حضرت محمدؐ) کی نسل کے کاظم اور جواد کی نہیں ہیں۔ جہاں تک اس شہر میں موجود قبروں کا تعلق ہے تو وہ اہل بیت کے رضا کی نہیں بلکہ ہارون کی ہے۔ ثمرہ میں موجود قبریں عباسیوں سے تعلق رکھتی ہیں نہ کہ اہل بیت کے ہادی، عسکری اور مہدی سے چونکہ یہ فرض۔

۱۵:۔ لوگوں کو اس حقیقت پر شک کرنے پر مجبور کیا جائے کہ سید، پیغمبر محمدؐ کی نسل سے ہیں۔ غیر سیدوں کو سیاہ اور سبز پگڑیاں پہنا کر اُنھیں سیدوں میں مخلوط کر دیا جائے۔ اس طرح لوگ اس معاملے میں الجھن کی وجہ سے سیدوں پر بے اعتماد کرنے لگیں گے۔ سیدوں اور مذہبی شخصیات کو پگڑیاں پہننے سے باز رکھا جائے تا کہ اُن کی پہچان ممکن نہ رہے اور انکی عزت ختم ہو جائے۔[۱]

---

(۱) جید عالم عبد الحکیم ارواسیؒ اپنی استنبول میں لکھی گئی کتاب اصحاب کرام میں لکھتے ہیں « اللہ کے پیغمبر محمدؐ کی محترم بیٹی حضرت فاطمہؓ اور دنیا کے اختتام تک آنے والی انکی نسل اہل بیت کے اراکین ہیں۔ اُن سے محبت کرنا ضروری ہے بیشک وہ نافرمان مسلمان ہی کیوں نا ہوں۔ ان سے محبت کرنا، اپنے دل وجان اور مال وجائیداد سے انکی مدد کرنا اور اُنکے حقوق کی بجا آوری کرنا دین و دنیا میں فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ شام کے شہر ۱۴۶احماس ۱۴۵ میں سیدوں کیلیئے ایک الگ شرعی عدالت بنائی گئی عباس خلفاء کے دور میں مصر میں حضرت حسنؓ کی نسل کو شریف کا نام دیا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ سفید پگڑیاں پہنیں گے اور حسینؓ کی نسل کو سید نام دیا گیا اور سبز پگڑیاں ان سے منسوب کی گئیں۔ ان دو خاندانوں میں پیدا ہونے والے بچوں کا اندراج ایک جج اور دو گواہوں کی موجودگی میں کیا جاتا تھا۔ سلطان عبد المجید خانؒ کے دورِ حکومت میں میسن وزیر راشد پاشا نے اپنے انگریز آقاؤں کی ہدایت پر ان شرعی عدالتوں کو منسوخ کر دیا۔ جسکی وجہ سے غیر سید بھی سید کہلانے لگے۔ جعلی ایرانی سید دنیا کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ فتوٰی حدیشیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ « اسلام کے ابتدائی ایام میں جو کوئی بھی اہل بیت کی نسل سے ہوتا تھا وہ شریف کہلاتا تھا مثلاً شریف عباسی، شریف زینالی وغیرہ۔ فاطمی حکمران شیعہ تھے۔ وہ صرف حسنؓ اور حسینؓ کی نسل کو شریف پکارتے تھے۔ مصر کے ترکن حکمرانوں میں سے ایک حکمران اشراف شعبان بن حسین نے حکم جاری کیا کہ ۱۴۶اسید ۱۴۵ سبز پگڑیاں پہنیں گے تا کہ اُنھیں ۱۴۶اشریف ۱۴۵ سر ممتاز کیا جاسکے۔ یہ عقائد دور دور تک پھیل گئے گو کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے انکی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس مضمون کی تفصیلی وضاحت ہماری تصنیف مرعاتِ کائنات میں درج ہیں۔ ہمیشہ اپنے مذہب پر قائم رہیں گے اور یہودی بھی کبھی اپنا مذہب چھوڑیں گے۔ کوئی کسی کا دِل نہیں بدل سکتا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خلیفہ کے نام ہیں۔ »

۱٦:۔ اس بات کا پرچار کیا جائے کہ شیعوں کے ماتم کی جگھوں کو مسمار کرنا فرض ہے۔ اور یہ کہ ماتم کرنا بدعت اور فتور دماغی ہے۔ لوگوں کو ان جگھوں پر جانے سے منع کیا جائے۔ مبلغین کی تعداد میں کمی کی جائے اور ماتم کی جگھوں کے مالکوں پر ٹیکس لگا جائیں۔

۱۷:۔ آزادی پسندی کے بہانے تمام مسلمانوں کو یقین دلایا جائے کہ « ہر شخص اپنے مرضی کے مطابق کام کرنے کیلئے بالکل آزاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اسلامی اصولوں کی تبلیغ فرض نہیں ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ اسلام سیکھنا فرض ہے یہ ایک مسلمان کا سب سے پہلا کام ہے) مزید برآں مسلمانوں کو اس مایوس کن احساس کی تبلیغ کی جائے « عیسائی۔۔۔۔

۱۸:۔ مسلم آبادی میں اضافے کو روکنے کیلئے بچوں کی پیدائش کو محدود کر دیا جائے اور کثیر الازدواجی پر پابندی لگا دی جائے۔ دلوں پر مختلف قسم کی پابندیاں لگا دی جائیں مثلاً ایک عرب ایرانی سے اور ایرانی تُرک سے شادی نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔

۱۹:۔ اسلامی نشرواشاعت اور قبول اسلام کا سدباب یقینی بنایا جائے۔ اس غلط تصور کی اشاعت کی جائے کہ اسلام صرف عربوں کیلئے مخصوص ہے۔ اس بات کے ثبوت کیلئے اس قرآنی آیت کا حوالہ دیا جائے۔ کہ یہ تمھارے اور تمھارے لوگوں کیلئے ذکر ہے۔

۲۰:۔ مستند اسلامی تعلیمی اداروں کو محدود کر دیا جائے اور پھر انھیں اس حد تک حکومتی اجارہ داری میں دیا جائے کہ کوئی بھی شخص اس قابل نہ رہے کہ انفرادی طور پر کوئی مدرسہ یا اس قسم کے مستند تعلیمی ادارے قائم کر سکے۔

۲۱:۔ قرآن کی صداقت کے بارے میں مسلمانوں میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں۔ قرآن کے ایسے ترجمے شائع کیئے جائیں جن میں قطع وبرید، اضافے اور تحریفات موجود ہوں اور پھر یہ کہا جائے « (نعوذ باللہ) قرآن آلودہ ہو چکا ہے۔ اسکی نقول ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اسکی ایک جلد میں موجود آیت دوسری جلد میں نہیں پائی جاتی » ان تمام

آیات کو قرآن سے خارج کر دیا جائے جن میں یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے تمام غیر مسلموں کی نفی کی گئی ہو یا پھر جن آیات میں جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہو۔[۱]

۲۲:۔ قرآن کا ھندی، ترکی، فارسی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جائے تا کہ عرب ممالک کے علاوہ دوسرے ممالک کے لوگوں کو عربی زبان سیکھنے اور پڑھنے سے باز رکھا جائے اور اسی طرح عرب ممالک سے باہر آذان، نماز اور دعا کی عربی میں ادائیگی کو روکا جائے۔ اسی طرح مسلمانوں کو احادیث پر شک کرنے پر مجبور کیا جائے اور اسکے لیئے جن تراجم اور تحاریف کا منصوبہ قرآن کیلئے بنایا گیا ہے ان کا اطلاق احادیث پر بھی کیا جائے۔

اُس کتاب کا عنوان تھا۔ ہم اسلام کو کیسے مسمار کر سکتے ہیں۔ جب میں نے کتاب مکمل طور پر پڑھ لی تو میں نے اُسے بہت خوب پایا۔ جن تعلیمات کو میں نے عملی جامہ پہنانا تھا اُنکے لیئے وہ ایک بے مثال رہنما کتاب تھی۔ جب میں نے کتاب کو واپس کیا اور سیکرٹری کو بتایا کہ کتاب پڑھنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے تو اُس نے کہا « اس بات کا یقین کر لو کہ اس کام میں تم اکیلئے نہیں ہو۔ یہ کام کرنے والے تمھاری طرح کے اور بھی بہت سے لوگ ہیں ہماری وزارت نے ۵۰۰۰ سے زائد افراد کو یہ کام سونپا ہے۔ وزارت ایسے افراد کی تعداد ایک لاکھ تک بڑھانے کے

---

(۱) انگریز اپنیان منصوبوں میں کامیاب نہ ہوسکے کیونکہ قرآن الکریم کو تحریفات سے محفوظ رکھنے کا ذمہ بذات خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انجیل کی حفاظت کا ذمہ خود نہیں لیا تھا یہی وجہ ہے کہ انجیل کے نام پر جھوٹی کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ یہ کتابیں وقت کے لحاظ سے بھی تبدیل کی جاتی رہی ہیں۔ انجیل میں پہلی تحریف پاؤل نامی نو مسلم یہودی نے کی۔ ہر صدی میں کی جانے ولی تحریفات میں سب سے بڑی تحریف ۳۱۹ پادریوں نے مرتب کی جو ۳۲۵ء میں پہلے استنبولی رومن بادشاہ کے حکم پر « نسا » میں اکٹھے ہوئے تھے۔ ۹۳۱ھ (۱۵۲۴ء) مین ایک جرمن پادری مارٹن لوتھر نے پروٹسٹنٹ فرقہ قائم کیا۔ جو لوگ روم کے پاپ کی پیروی کرتے تھے وہ کیتھولک کہلاتے تھے۔ پادری بارتھولومیو، سکاٹ لینڈ کی خونریزی اور ۱۴۶۱ ان کو نسچین ۱۴۵ نامی عدالتوں کے خاتمے کے بعد ہونے والی قتل وغارت عیسائی تاریخ کا حصہ ہیں۔ ۴۴۶ھ (۱۰۵۴ء) میں استنبول کے سردار مائکل کرولارس، نے پاپ سے اختلاف کیا اور آرتھوڈوک چرچ تعمیر کیا۔ شام کا « فیسٹ » فرقہ ۱۷۵ء میں جیکوبس نے قائم کیا۔ شام کا مارونیتے فرقی ۱۴۶ امارو ۱۴۵ انے ۴۵۰ء میں اور جیبواہ کی شہادتیں نامی فرقہ ۱۴۶ اچارلس رسل ۱۴۵ انے ۱۸۷۲ء میں قائم کیا۔

بارے میں سوچ رہی ہے۔جب یہ تعداد حاصل ہو جائے گی تو تمام مسلمان اور مسلم ممالک ہمارے زیر تسلط آجائیں گے۔»

کچھ عرصے بعد سیکرٹری نے کہا «تمھارے لیئے اچھی خبر! ہماری وزارت اس پروگرام کی تکمیل کیلئے زیادہ سے زیادہ ایک صدی کا وقت چاہتی ہے۔ اُن شاندار دنوں کو دیکھنے کیلئے شاید ہم زندہ نہ رہیں مگر ہمارے بچے ضرور زندہ ہونگے۔یہ کہنا کتنا دلفریب ہے، میں نے دوسروں کا اُگایا ہوا کھایا ہے۔ لہٰذا میں دوسروں کیلئے اُگا رہا ہوں۔ جب انگریز یہ کام کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو وہ تمام عیسائیت کو خوش کر دیں گے۔ اور اُنھیں ۱۲سو سال پرانے وبال (اسلام) سے نجات دلا دیں گے۔»

سیکرٹری کہتا گیا «صدیوں تک جاری رہنے والی صلیبی جنگیں کسی کام نہیں آئی اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ صلیبیوں کی فوجوں نے اسلام کی تباہی کیلئے کچھ کیا۔ کیونکہ ان کا کام فوری، غیر منظم اور بے بنیاد تھا انکی فوجی مہموں سے انکی اسلام دشمنی ظاہر ہو گئی تھی۔ نتیجتاً وہ مختصر عرصے میں تھک گئے۔ لیکن اب ہماری قابل فخر انتظامیہ انتہائی صبر و تحمل کا مظاہر کرتے ہوئے بہت ہی گہری چالوں سے اسلام کو مسمار کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ہم فوجی طاقت بھی ضرور استعمال کریں گے تاہم یہ آخری حربہ ہو گا یعنی جب ہم اسلام کو مکمل طور پر ختم کر چکے ہونگے، جب ہم اُسے ہر طرف سے کچل اور ناہی اسلام ہم سے لڑنے کے قابل رہ سکے گا۔

سیکرٹری کے آخری الفاظ یہ تھے «استنبول میں موجود ہمارے (عہدیدار) انتہائی قابل اور عقلمند ہیں۔ انھوں نے ہمارے منصوبوں کو بالکل درست طریقے سے مکمل کیا ہے۔ جانتے ہو انھوں نے کیا کیا ہے؟ وہ جوڑی لوگوں میں شامل ہو گئے اور ان کے بچوں کیلئے مدارس کھولے۔ انھوں نے گرجے تعمیر کیئے۔ وہ الکوحلی شرابوں، جوئے اور فحاشی کو مقبول عام بنانے میں کامیاب رہے۔ اُنھوں نے اکساوؤں، ترغیبات اور فٹبال کلبوں کے ذریعے سے انھیں مختلف گروہوں میں

تقسیم کر دیا۔ انھوں نے جوان مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کیئے۔ اُنکی حکومتوں کیلیئے حزب اختلاف پیدا کی۔ ہر جگہ فتنہ وفساد پھیلایا۔ انھوں نے منتظمین، رہبروں اوراعلیٰ عہدیداروں کو عیسائی عورتوں کے ذریعے بھٹکادیا۔ اس قسم کی سرگرمیوں سے انھوں نے مسلمانوں کی طاقت کا خاتمہ کر دیااورانکے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اب وقت آگیاہے کہ ایک فوری جنگ کا آغاز کیاجائے اوراسلام کو نیست ونابود کر دیاجائے۔[۱]

---

(۱) انگریزوں نے اسلام کے خاتمے کیلیئے ۲۲ دفعات پر مشتمل جو منصوبہ بنایاتھا اسکا اطلاق اُنھوں نے دو عظیم اسلامی سلطنتوں، ھندوستان اور عثمانیہ پر کیا۔ انھوں نے کافرانہ اسلامی فرقے قائم کیئے مثلاً ھندوستان میں وھابی، قادیانی اور جماعت اسلامیہ قائم کیئے گئے اور پھر انگریز فوج نے باآسانی ہندوستان پر حملہ کیااور پوری اسلامی سلطنت کو غرق کر دیا۔ اُنھوں نے سلطان کو قید کر دیااوراسکے بیٹوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے۔ انتہائی اہمیت کے حامل قدرتی فن پاروں اور صدیوں سے محفوظ اور ذخیرہ شدہ خزانوں کولوٹ کرلندن بھجوادیا گیا۔ اُنھوں نے تاج محل نامی مقبرے کی دیواروں پر لگے ہوئے قیمتی پتھروں مثلاً ہیرے، یاقوت، ذمرد اور کئی دوسرے قیمتی پتھروں کو چرالیااوراُن کی جگہوں پر دیواروں کو گارے سے پیوند کیا(تاج محل، ہندوستانی سلطان شاہ جہان نے اپنی بیوی ارجمند بیگم کی قبر پر آگرہ میں ۱۰۴۱ھ (۱۶۳۱ء) میں تعمیر کروایاتھا) آج گارے کے یہ پیوند ساری دنیا کو چیخ چیخ کر انگریزوں کی سفاکی سے آگاہ کررہے ہیں۔ جبکہ انگریز یہ لوٹی ہوئی دولت اب تک اسلام کے خاتمے کیلیئے خرچ کررہے ہیں۔ جیسا کہ ایک اسلامی شاعر بیان کرتاہے «اگر ظالم کے پاس ہے ظلم کا ہتھیار، تو اللہ مظلوم کی مدد کو ہے تیار» خدائی انصاف جوش میں آیااور انگریزوں کو دوسری جنگِ عظیم میں ان کے کیئے کی سزامل گئی۔ برطانیہ پر جرمنوں کے حملے کے خوف سے انگریز امیر، اہل کلیسا، مدبر، سیاستدان، وزیر اوراعلیٰ عہدیدار اور لاکھوں اسلام کے دشمن بحری جہازوں میں سوار ہوکر امریکہ جارہے تھے کہ دو جرمن بحری لڑاکا جہازوں کی بچھائی ہوئی مقناطیس بارودی سرنگوں کی ذد میں آگئے اوراسطرح سب کے سب بحراوقیانوس میں غرق ہوگئے۔ نیویارک میں اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ادارے کی جانب سے کیئے جانے والے ایک فیصلے کے تحت اُنھیں اپنی نوآبادیوں سے واپس نکالناپڑا جسکی وجہ سے انھیں اپنی آمدنی کے اکثر ذرائع سے ہاتھ دھوناپڑا۔ یہی آمدنی وزارت دولت مشترکہ صدیوں تک ناجائز طور استعمال رہی تھی۔

وہ ایک «عظیم برطانیہ» نامی جزیرے تک محدود ہو کر رہ گئے۔ خوراک اور خرچ کے لیئے استعمال کیاجانے والا سامان ہر شخص کیلیئے محدود کر دیا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ ترکی کے چیفس آف جنرل سٹاف ۱۴۶ اجنرل صالح اومرتک ۱۴۵ انے ۱۹۴۸ء میں ایک عشایئے میں کہاتھا «لندن میں ایک سرکاری مہمان ہونے کے باوجود میں جب بھی کھانے کی میز سے اُٹھتاتو میرا پیٹ مکمل طور پر نہیں بھراہوتاتھا۔ اپنی واپسی کے دوران اٹلی میں پیٹ بھر کر کھانے کیلیئے میں موٹی سویاں بہت زیادہ کھاتاتھا۔» اسکا حوالہ میں اسلیئے دے رہاہوں کیونکہ میں عشایئے کی میز پر جنرل کے بالمقابل بیٹھاہواتھااور میں نے اُسکی بات بالکل ٹھیک ٹھیک سُنی تھی۔ اسکے الفاظ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

باب اوّل حصہ ہفتم

پہلا راز جان کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اب میں دوسرا راز جاننے کیلئے بے چین مگر پر امید تھا۔ آخر کار ایک دن سیکرٹری نے اپنے وعدے کے مطابق دوسرے راز کی وضاحت کی۔ دوسرا راز پچاس صفحات پر مشتمل ایک منصوبہ تھا جو وزارت دولت مشترکہ میں کام کرنے والے اعلیٰ عہدیداروں کیلئے تیار کیا گیا تھا۔ منصوبہ ۱۴ دفعات پر مشتمل تھا۔ منصوبہ کی بہت سختی سے حفاظت کی جاتی تھی کیونکہ اس بات کا ڈر تھا کہ اسے مسلمان حاصل نہ کرلیں۔ منصوبے کی دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱:۔ ایک اعلیٰ اور منظم اتحاد قائم کیا جائے گا اور روسی شہنشاہ سے باہمی مدد کا معاہد کیا جائے گا۔ تاکہ بخارا، تاجکستان، ارمینیا، خراسان اور انکے ارد گرد کے علاقوں پر حملہ کیا جاسکے اور پھر روس کے ساتھ ایک اور خفیہ معاہدہ کیا جائے گا تاکہ اس کے ہمسایہ ترکی پر حملہ کیا جاسکے۔

۲:۔ فرانس کے ساتھ باہمی اشتراک قائم کیا جائے گا تاکہ اسلامی دنیا کو اندرونی اور بیرونی طور پر مکمل تباہ کیا جاسکے۔

ثناء اللہ دہلویؒ اپنی تفسیر میں سورۃ مائدۃ کی تشریح میں مندرجہ ذیل مشاہدہ قلم بند کرتے ہیں۔ « محی السنۃ حسین بغاوی نے کہا کہ تمام عیسائی مشرک نہیں ہیں کیونکہ شرک کا مطلب یہ ہے۔ کہ کسی چیز کو خدا کا رتبہ دیا جائے یعنی اسکی عبادت کی جائے۔ مشرک مثلاً یہودی مسلمانوں سے بدترین دشمنی رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا، اُنکے آبائی علاقوں کو اُجاڑ دیا اور اُنکی مساجد مسمار کردی اُنھوں نے قرآن الکریم کی جلدیں جلاڈالیں۔ »

امام ربانیؒ اپنے مکتوبات کی جلد سوئم کی صفحہ سوئم پر بیان کرتے ہیں « جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی کی عبادت کرے وہ مشرک کہلاتا ہے۔ جو شخص حضرت محمدؐ کی شریعت کی پیروی نہ کرے وہ مشرک ہے۔ تمام دنیا کے عیسائی آج بھی حضرت محمدؐ کو نہیں مانتے اسلیئے وہ کافر ہیں۔ اُنکی اکثریت مشرک ہے کیونکہ وہ عیسیٰؑ کو خدا قرار دیتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ تین خداؤں میں سے ایک ہے۔ ان میں سے کچھ جو یہ اعتراف کرتے ہیں « عیسیٰؑ خدا کا بندہ اور رسول ہے » اہل کتاب کہلاتے ہیں۔ یہ تمام لوگ اسلام اور مسلمانوں کیلئے ایک حریفانہ رویہ اپناتے ہیں۔ انکی دشمنی کو برطانیہ نے منظم کیا۔ ہمیں ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۲ء) میں معلوم ہوا کہ حال ہی میں عیسائیوں نے ۱۰ سوالات تیار کیئے اور انھیں مسلم ممالک میں تقسیم کیا۔ بنگلہ دیش کے انتہائی بڑے علمائے دین نے ان سوالات کے جواب دے کر عیسائی پادریوں کو شرمندہ کردیا۔ استنبول کے حقیقت کتابوی نے پوری دنیا میں یہ سوالات الاکاذب الجدیدۃ العسائیہ کے نام سے تقسیم کیئے اور کررہے ہیں۔

۳:۔ ترک اور ایرانی حکومتوں کے درمیان جذباتی جھگڑوں اور رنجشوں کو بڑھایا جائے گا۔ دونوں قوموں میں قومی و نسلی جذبات اُبھارے جائیں گے۔ مزید بر آں تمام مسلمان قبائل، قوموں اور ہمسایہ مسلم ممالک کو ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا کیا جائے گا۔ تمام چھوٹے معمولی اور دبے ہوئے تفرقات دوبارہ پیدا کیئے جائیں گے تا کہ اتحاد کا خاتمہ آسان ہو جائے۔

۴:۔ مسلم ممالک کے مختلف حصوں کو غیر مسلم گروہوں کے حوالے کر دیا جائے گا مثلاً مدینہ منورہ یہودیوں کے حوالے، مصر عیسائیوں کے، امارات صابیوں کے، کرمان شاہ نصرانیوں کے، علی اور موصل یزیدیوں کے ایرانی خلیج ہندوؤں کے، ترتریپولی دروزیوں کے، فارس علویوں کے اور مسقط خارجیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اگلا قدم یہ ہو گا کہ ان غیر مسلم گروہوں کو مسلح کر دیا جائے گا تا کہ ان میں سے ہر ایک اسلام کے وجود پر کانٹا ثابت ہو۔ پھر غیر مسلموں کے علاقوں میں توسیع کی جائے گی تا کہ اسلام نیست و نابود ہو جائے۔

۵:۔ سلطنت عثمانیہ سمیت تمام مسلم ریاستوں کی تقسیم کا گوشوارہ تیار کیا جائے گا جسکی مدد سے اُنھیں اتنا تقسیم کیا جائے گا کہ یہ ایسی مقامی ریاستوں میں تبدیل ہو جائیں جو ہمیشہ ایک دوسرے سے جنگ کیلیئے تیار رہیں۔ اسکی ایک عام مثال آجکل بھارت ہے جہاں یہ سوچ عام ہے «تخریب کروگے تو حکومت کروگے» اور تخریب کر سکے تو تباہی سے بچوگے۔»

٦:۔ یہ ضروری ہے کہ جھوٹے اور خود ساختہ مسالک اور فرقے اسلام میں داخل کر کے اسلامی روح میں ملاوٹ کی جائے۔ یہ عمل اتنی باریکی سے کیا جائے کہ یہ نئے فرقے اپنے متوقع پیروکاروں کے احساسات اور خواہشات سے ہم آہنگ ہوں۔ شیعہ ممالک میں چار فرقے پھیلائے جائیں۔ (۱) ایک فرقہ جو حضرت حسینؓ کی عبادت کا درس دے (۲) جعفر صادق کا عبادت کا درس دینے والا ایک فرقہ (۳) ایک فرقہ جس میں امام مہدی کو خدا تسلیم کیا جائے (۴) ایک ایسا فرقہ جو علی رضا کی عبادت کا درس دے۔

۷:۔ پہلا فرقہ کربلا کے علاقے کیلئے موزوں ہے۔ دوسرا اصفہان کیلئے، تیسرا ثمارہ کیلئے جبکہ چوتھا خراسان کیلئے۔ اسی دوران ہمیں چاہئے کہ موجودہ متحد چار سُنی مسالک کو چار خود پسند، خود غرض اور ایک دوسرے کے دشمن مذاہب میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ اسکے بعد ہم سب مل کر نجد میں ایک نیا اسلامی فرقہ قائم کریں گے۔ اور پھر ان تمام گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف اُکسا کر اُنھیں دشمن صفوں میں تقسیم کر کے خون خرابہ کرایا جائے اور پھر ان چار مذاہب کی کتابوں کو تحریفات کے ذریعے نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ ان میں سے ہر گروہ خود کو سچا مسلمان گروہ خیال کرے اور دوسرے گروہوں کو کافر سمجھتے ہوئے اُنھیں واجب القتل قرار دے دیں۔

۸:۔ فساد، بے حیائی، بغض اور کینہ کے محرکات مثلاً زنا، لواطت، ناچ گانا، شراب اور جوُا وغیرہ مسلمانوں میں عام کر دیئے جائیں گے۔ متعلقہ ممالک میں قیام پذیر غیر مسلم اس مقصد کیلئے استعمال کیئے جائیں گے۔ اس قسم کے لوگوں کی ایک زبردست فوج اس مقصد کی تکمیل کیلئے حکومتی مطالبے پر دستیاب ہوگی۔[۱]

۹:۔ کینہ پرور رہنمائوں اور ظالم سپہ سالاروں کو مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کی تعلیم اور تربیت دینے کی کوشش میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ تاکہ ہمارے مطلوبہ لوگ حکومت میں آجائیں اور شریعت پر عمل کرنے کے خلاف قانون پاس کرنے میں مدد مل سکے۔ اور پھر انھیں اُس حد تک استعمال کیا جائے جہاں تک وہ اتنے تابع فرمان رہیں کہ جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا انھیں وزارت دولت مشترکہ کی جانب سے حکم ملے وہ اُس حکم کو پورا کریں۔ اُنکے ذریعے ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ ان منصوبوں کو استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں اور مسلم ممالک پر اپنی خواہشات عائد کر سکیں۔ ہمیں ایک ایسا معاشرتی نظام زندگی قائم کرنا ہوگا جہاں ایسی فضاء قائم کی جائے کہ

---

(۱) انگریز اپنی ان کوششوں میں کامیاب رہے۔ وہ اپنے اجرتی چیلوں (فری میسن) کو آگے لائے جیسے مصطفٰی راشد پاشا، علی پاشا، فواد پاشا اور طلعت پاشا اور اسطرح ارمینیا کے عوام کو یہودیوں کے ذریعے سے ذلیل و خوار کیا۔ جبکہ عبد اللہ کو دیت، موسیٰ کاظم اور مفتی عبدہ کو عالم بنا کر پیش کیا گیا۔

شریعت کی اطاعت جرم خیال کی جائے اور عبادتِ خدا ایک افسوسناک اور شرمناک عمل تصور کیا جائے۔ ہمیں مسلمانوں کو ایسا فریب دینا چاہیئے کہ وہ اپنے رہنماء غیر مسلموں میں سے منتخب کریں۔ ایسا کرنے کیلئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے چند اہلکاروں کو اسلامی علماء کا بھیس دے کر اُنھیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا جائے تاکہ وہ ہماری خواہشات پر عمل درامد کو یقینی بنا سکیں۔

۱۰:۔ مسلمانوں کو عربی زبان سیکھنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی جائیگی۔ عربی کے علاوہ دوسری زبانیں مثلاً فارسی، کرُد اور پشتو کو مقبول عام کیا جائے تاکہ فصیح و بلیغ عربی زبان کے ادب کو نیست و نابود کیا جائے کیونکہ عربی ہی قرآن و حدیث کی زبان ہے۔

۱۱:۔ اپنے اہلکاروں کو اسلامی ممالک کے سیاستدانوں کے ارد گرد متعین کیا جائے گا اور آہستہ آہستہ ان اہلکاروں کو سیکریڑیوں کا درجہ دلا دیا جائے گا اور اُنکے ذریعے وزارت کی خواہشات پوری کیا جائیگی۔ ایسا کرنے کا سب سے آسان طریقہ غلاموں کی تجارت ہے۔ سب سے پہلے ان جاسوسوں کو مکمل طور پر تربیت یافتہ کیا جائے جنھیں غلاموں اور لونڈیوں کے بھیس میں آگے بھجوانا ہوگا۔ پھر اُنھیں مسلمان عہدیداروں کے قریبی رشتہ داروں کو بیچ دیا جائے گا مثال کے طور پر انکے بچوں یا بیویوں کو یا دوسرے ایسے افراد کو جن کو وہ سیاستدان پسند کرتے ہوں یا اُنکا احترام کرتے ہوں۔ یہ غلام بک جانے کے بعد آہستہ آہستہ ان سیاستدان کی قربت حاصل کریں گے۔ ان سیاستدانوں کی ماؤں اور آباؤں کے طور پر وہ انھیں اسطرح گھیرے میں لے لیں گی جسطرح کنگن کلائی گھیر لیتا ہے۔

۱۲:۔ عیسائیت کی تبلیغ کے علاقوں کو وسعت دی جائی اور عیسائی مبلغوں کو تمام معاشرتی طبقات اور پیشوں میں داخل کر دیا جائے۔ خصوصاً طب، انجینئرنگ اور لائبریرین وغیرہ۔ ہمیں پروپیگنڈہ اور چھپائی کے مراکز قائم کرنے ہونگے گرجوں، سکولوں، ہسپتالوں، لائبریریوں اور خیراتی مدرسوں کے نام پر۔ یہ مراکز اسلامی ممالک میں قائم کرکے اُنھیں قرب وجوار میں

پھیلا دیا جائے اور لاکھوں کی تعداد میں عیسائی مذہب۔۔۔۔۔
کی کتابیں مسلمانوں میں مفت تقسیم کی جائیں گی۔ اسکے علاوہ عیسائی تاریخ اور بین الحکومتی قوانین کو اسلامی تاریخ سے باہم ملا کر شائع کیا جائے گا۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنے جاسوسوں کو راہب اور راہباؤں کے بھیس میں گرجو اور عیسائی خانقاہوں میں تعینات کیا جائے اور اُنھیں عیسائی تحاریک کے رہنماؤں کے طور پر استعمال کیا جائے یہ لوگ اسی دوران اسلامی دنیا میں موجود تمام تحاریک اور رجحانات کی سراغ رسانی کرکے فوراً ہمیں اطلاع دیں گے۔ عیسائیوں کی ایک ایسی فوج قائم کی جائے گی جو پروفیسروں سائنسدانوں اور محققین کے بھیس میں اسلامی تاریخ بگاڑ کر اُسے آلودہ اور خراب کرکے پیش کرے گی۔ جو مسلمانوں کے بارے میں حقائق، طریقے، برتاؤ اور مذہبی اصولوں کو سیکھ کر اُنکی تمام کتابوں کو تباہ کرے گی اور اسطرح اسلامی تعلیم و تدریس کا قلع قمع کیا جائے گا۔

۱۳:۔ ہمیں چاہئیے کہ مسلم نوجواں کی سوچ کو ناپختہ کر دیا جائے۔ لڑکے اور لڑکیوں کو مساوی بنایا جائے گا اور اسلام کے بارے میں اُن کے اذہان میں شکوک و شبہات پیدا کیئے جائیں اور اُنھیں بذریعہ مشترکہ سکولز، کتب، رسائل، کھیلوں کے کلب، نشرواشاعتِ ٹیلی وژن اور جذباتی فلموں، اُنکے اعلیٰ اخلاق اقدار سے یکسر محروم کر دیا جائے اپنے اہلکاروں کو اس کام کیلیئے خصوصی تربیت دی جائے گی۔ اسکے لیئے اولین شرط یہ ہے کہ ایسے خفیہ ادارے کھولے جائیں جہاں یہودی، عیسائی اور دوسرے غیر مسلم نوجوانوں کو خصوصی تعلیم و تربیت دی جائے اور پھر اُنھیں ایک عیار شکاری کے طور پر استعمال کیا جائے گا تا کہ وہ مسلم نوجوانوں کو پھانس سکیں۔

۱۴:۔ معاشرتی جنگیں اور بغاوت تحاریک پیدا کی جائیں تا کہ مسلمان ہمیشہ، غیر مسلموں کے علاوہ، آپس میں بھی لڑتے رہیں۔ جسکی وجہ سے اُنکے وسائل کا ضیاع ہو اور اتحاد و ترقی کا حصول اُنکے لیئے ناممکن ہو جائے۔ اُنکی ذہنی چستی اور مالیاتی ذرائع تباہ کر دیئے جائینگے۔ جوان اور متحرک مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے گا اور اُنکے نظم و ضبط کو دہشت گردی، لاقانونیت

اور بد حکومتی میں تبدیل کر کے اُنھیں مکمل طور پر تباہ کر دیا جائے گا۔

۱۵:۔ تمام مسلم علاقوں کی معیشت تباہ کر دی جائے گی اور اُنکے زرعی علاقوں اور دوسرے ذرائع آمدن کو بھی تباہ کر دیا جائے گا۔ اسکے لیئے اُنکے ذرائع آبپاشی ندی نالوں اور نہروں کو اجاڑ دیا جائے گا جبکہ دریاؤں کو خشک کر دیا جائے گا۔ لوگوں کو نماز کی ادائیگی اور محنت سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا جائے گا اور جس حد تک ممکن ہو سُستی و کاہلی عام کی جائے گی۔ کاہل افراد کیلیئے کھیلوں کے میدان بنائے جائیں گے۔ منشیات اور شراب کو عام کر دیا جائے گا۔ (اوپر بیان کی گئیں دفعات بہت واضح طور پر نقشوں، تصاویر اور جدولوں کی مدد سے واضح کی گئی تھی۔)

میں نے اس شاندار دستاویز کے بارے میں اطلاعات فراہم کرنے پر سیکرٹری کا شکریہ ادا کیا۔

لندن میں ایک ماہ قیام کے بعد مجھے ایک پیغام موصول ہوا جس میں مجھے وزارت کی جانب سے ایک بار پھر عراق جا کر نجدی محمد سے ملنے کا حکم دیا گیا تھا۔ جب میں اپنے مشن پر روانہ ہونے والا تھا تو سیکرٹری نے کہا «نجدی محمد کی طرف سے کبھی غافل مت ہونا! اب تک ہمارے جاسوسوں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بیوقوفی کا نمونہ ہے اور ہمارے مقاصد کی تکمیل کیلیئے بہت موزوں ہے۔

«نجدی محمد سے دوستانہ ماحول میں بات کرنا۔ ہمارے اہلکاروں نے صفہان میں اُس سے دوستانہ ماحول میں بات کی تھی اور اُس نے ہماری خواہشات چند شرائط پر قبول کر لیں۔ جو شرائط اُس نے پیش کی وہ یہ ہیں: ہمیں جائیداد سے نواز جائے اور اسلحہ بھی فراہم کیا جائے تاکہ میں اُن مسلمان مدبروں اور علماء سے اپنی جان بچا سکوں جو میرے خیالات اور ارادوں کے برملا اظہار کے بعد مجھ پر حملہ کریں گے۔ اسکے علاوہ میرا ایک علیحدہ ملک قائم کیا جائے گا بیشک وہ بہت چھوٹا ہی کیوں نہ ہو وزارت نے اُسکی یہ شرائط قبول کر لیں۔

یہ خوشخبری سننے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میں اڑ رہا ہوں۔ پھر میں نے سیکرٹری سے

پوچھا کہ اس بارے میں مجھے کیا کرنا ہو گا تو اُس نے جواب دیا « وزارت نے نجدی محمد کیلئے ایک حساس منصوبہ تیار کیا ہے جسے تم نے پورا کرنا ہے۔ منصوبہ یہ ہے۔

ا:۔ اُسے اس بات کا اعلان کرنا ہو گا کہ تمام مسلمان کافر ہیں۔ اور یہ کہ ان کا قتل، اُنکی جائیداد پر قبضہ اُنکی عصمت دری کرنا اور اُنکے فردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنانا جائز ہے۔

۲:۔ اُسے یہ فتوٰی دینا ہو گا کہ (نعوذ باللہ) خانہ کعبہ ایک بُت ہے اسلیئے اسے مسمار کر دیا جائے۔[۱] تاکہ حج کی عبادت ختم ہو جائے۔ اُسے مختلف قبائل کو اس بات پر اُکسانا ہو گا کہ وہ حاجیوں کے گروہوں پر حملہ کر کے اُنکا سامان لوٹ کر اُنھیں قتل کر دیں۔

۳:۔ وہ مسلمانوں کو خلیفہ کی اطاعت سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا اور اُنھیں خلیفہ کے خلاف بغاوت پر اُکسائے گا۔ اُسے اس مقصد کیلئے فوج تیار کرنا ہو گی۔ اُسے ہر اُس موقع سے فائدہ اُٹھانا ہو گا جس کے ذریعے یہ جھوٹا یقین پھیلایا جاسکے کہ حجاز کے معتبر لوگوں سے جنگ کی جائے اور اُنھیں شرمند و بدنام کیا جائے۔

۴:۔ اُسے یہ الزام لگانا ہو گا کہ تمام گنبد والی عمارتیں، مقبرے اور مقدس مقامات جو مسلم ممالک میں موجود ہیں وہ بُت ہیں اور مشرکانہ ماحول پیدا کرنے کے ذمہ دار بھی ہیں لہٰذا اُنھیں مسمار کر دیا جائے۔ اُسے بھرپور کوشش کرنا ہو گی کہ (نعوذ باللہ) پیغمبر آخر حضرت محمد ﷺ، اُنکے خلفاء اور ممتاز علمائے دین کی بے عزتی کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا ہوں۔

۵:۔ اُسے مسلم ممالک میں بغاوت، تشدد اور لاقانونیت کی حتی المقدور حوصلہ افزائی کرنا ہو گی۔

۶:۔ وہ کوشش کرے گا کہ قرآن کی ایک نقل چھاپی جائے جسے اندراج واخراج کے

---

(۱) ایسے افراد یا مجسمے جن کی عبادت کی جاتی ہو، اُنھیں سجدہ کیا جاتا ہو یا اُنھیں خواہشات پورا ہونے کا واحد ذریعہ سمجھا جاتا ہو، بُت کہلاتے ہیں۔ مسلم افراد خانہ کعبہ کے سامنے سر نہیں جھکاتے بلکہ کعبہ کی طرف منہ کر کے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں (سجدہ کرتے ہیں)۔ نماز کی ہر کعت میں سجدہ کے بعد سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اس سورۃ کا مفہوم یہ ہے۔ اے اللہ! تمام تعریف تیرے لیئے ہے۔ تو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہر کام کیلئے تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ذریعے سے تحریف شدہ بنادیا گیا ہو۔ جیسا کہ احادیث کے ساتھ کیا گیا ہے۔[۱]

چھ پیراگراف پر مشتمل منصوبے کی وضاحت کے بعد سیکرٹری نے مزید کہا « اس ضخیم منصوبے کے بارے میں خوف زدہ مت ہو۔ کیونکہ ہمارا کام صرف اسلام کی تباہی وبربادی کے بیج بونا ہے۔ آنے والی نسلیں اس کام کو مکمل کریں گی۔ ویسے بھی برطانیہ حکومت کا طرز عمل یہ ہے کہ بیماری کو آہستہ آہستہ مختلف ادوار میں آگے بڑھایا جائے۔ کیا پیغمبر محمدؐ، ایک عظیم اور حیران کن اسلامی انقلاب کے بانی، آخر کار ایک انسان نہیں تھے۔ اور ہمارے نجدی محمد نے بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی طرح ہمارے اسلام مخالف انقلاب کو انجام کار تک پہنچائے گا۔ »

دو دن بعد میں نے وزیر اور سیکرٹری سے اجازت طلب کی اور اپنے دوستوں اور گھر والوں کو اطلاع کردی جب میں گھر سے روانہ ہو رہا تھا تو میرے بیٹے نے کہا « ابو! جلدی واپس آیئے گا » میری آنکھیں بھیگ گئی میں اپنی بیوی سے اپنا غم نہ چھپا سکا۔ تھکا دینے والے سفر کے بعد میں رات کے وقت بصرہ پہنچا۔ میں عبد الرضا کے گھر گیا۔ وہ سو رہا تھا۔ جب وہ جاگا تو مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اُس نے گرمجوشی سے میری مہمان نوازی کی۔ میں نے رات وہیں بسر کی۔ اگلی صبح اُس نے مجھ سے کہا « نجدی محمد مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اُس نے تمھارے لیئے یہ خط دیا اور پھر واپس چلا گیا » میں نے خط پڑھا۔ اُس میں لکھا تھا کہ وہ اپنے ملک نجد جا رہا ہے اور اُس نے اپنا پتہ خط میں لکھ دیا تھا۔ میں بھی فوراً وہاں جانے کیلیئے تیار ہو گیا۔ ایک بہت ہی تکلیف دہ سفر کے بعد میں وہاں پہنچا۔ نجدی محمد مجھے اپنے گھر میں ملا۔ وہ بہت کمزور ہو چکا تھا مگر میں نے اُس سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ شادی کر چکا تھا۔

ہم نے آپس میں فیصلہ کیا کہ وہ میرا تعارف اپنے غلام کی حیثیت سے کروائے گا جو اُس جگہ

---

(۱) یہ دعویٰ کرنا کہ احادیث شریف خصوصاً معروف واعلیٰ کتب میں موجود احادیث شریف میں تحریفات کی گئی ہیں، ایک بدترین بہتان ہو گا۔ ایک ایسا شخص جو یہ جانتا ہو کہ احادیث کے محافظ علماء نے کسطرح سے احادیث کی تدوین وتالیف کی تو وہ نہ تو کبھی ایسا گھناؤنا بہتان باندھے گا اور نہ ہی کبھی ایسے بہتانوں کا یقین کرے گا۔

سے واپس آیا تھا جہاں نجدی محمد نے اُسے ایک کام سے بھیجا تھا۔اُس نے بالکل اِسی طرح میرا تعارف کرایا۔

میں نجدی محمد کے ساتھ دو سال تک رہا۔ ہم نے اپنے پروگرام کے اعلان کیلئے ایک منصوبہ بنایا۔ آخرکار ۱۱۴۳ ہجری (۱۷۳۰ عیسوی) تک میں نے اُس کے عزائم کی مکمل تشہیر کر دی۔ اور پھر اپنے ارد گرد حامی جمع کرنے کے بعد اُس نے اپنے قریبی لوگوں کے سامنے دھمکی آمیز بیانات دے کر انتہائی چالاکی سے اپنے پروگرام کی تکمیل کی اور روز بروز اپنے پروگرام کو وسعت دیتا رہا۔ میں نے اُسے دشمنوں سے بچانے کیلئے اُسکے ارد گرد محافظ تعینات کر دیئے اور جتنی جائیداد اور دولت وہ چاہتے تھے اُنھیں فراہم کی۔ جب کبھی نجدی محمد کے دشمنوں نے اس پر حملہ کرنا چاہا ہم نے ناکام کر دیا۔ بلکہ حملہ آوروں کو زخمی بھی کیا۔ جیسے جیسے نجدی محمد کا پروگرام وسعت اختیار کرتا جا رہا تھا اُسکے مخالفین کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ بعض اوقات اُس نے مایوس ہو کر اپنے پروگرام کو چھوڑ دینے کی کوشش بھی کی خصوصاً اُس وقت جب اُس پر ہونے والے حملوں کی تعداد میں اضافے کی وجہ سے اسکا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ پھر بھی میں نے کبھی اُسے تنہا نہیں چھوڑا اور ہمیشہ اُسکی ہمت بندھائی۔ میں اُسے کہا کرتا تھا « اے محمد! تمھارے پیغمبر نے اس سے کہیں زیادہ تکالیف اٹھائی تھیں جتنی تم نے اب تک اُٹھائی ہیں۔ تم جانتے ہو کہ عزت و مرتبہ پانے کا یہی راستہ ہے۔ بالکل اُسی طرح جسطرح دوسرے انقلابیوں نے تکالیف اُٹھائی تمھیں بھی مشکلات اُٹھانا ہوں گی۔ »

دشمن کا حملہ کسی وقت بھی ہو سکتا تھا اسی لیئے اُسکے دشمنوں میں اپنے دفاع کے اقدامات کر لیتا۔ ایک دفعہ مجھے بتایا گیا کہ دشمن اُسے قتل کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں نے فوراً ضروری حفاظتی اقدامات کیئے تا کہ اس منصوبے کو ناکام بنایا جا سکے۔ جب نجدی محمد کے حامیوں نے اپنے دشمنوں (اسکا اشارہ سچے مسلمانوں کی طرف ہے) کی ان سازشوں کے بارے میں سنا تو انھوں نے اُن سے مزید نفرت کرنا شروع کر دی۔ اور اس طرح اپنے لیئے بچھائے گئے جال میں بُری طرح پھنس گئے۔

نجدی محمد نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ منصوبے کی تمام چھ دفعات کو عملی جامہ پہنائے گا اور کہا «فی الحال میں ان پر صرف جزوی طور پر عمل کر سکتا ہوں» وہ اپنے طور پر ٹھیک کہہ رہا تھا کیونکہ اُس وقت اُس کیلئے ممکن نہ تھا کہ وہ تمام باتوں کو مکمل عملی جامہ پہنا سکے۔

خانہ کعبہ کو مسمار کرنے والی شرط اُس کیلئے بالکل ناممکن تھی۔ اسی وجہ سے اُس نے خانہ کعبہ کو بُت قرار دینے والی بات بالکل مسترد کر دی۔ مزید اُس نے قرآن شریف کی تحریف شدہ نقل کی چھپائی سے بھی معذوری ظاہر کر دی۔ ان معاملات میں اسے سب سے زیادہ خطرہ مکہ شریف اور استنبول کی جانب سے تھا۔ اُس نے مجھے بتایا «اگر ہم نے یہ دو اعلانات کر دیئے تو ہم پر ایک بڑی اور طاقتور فوج کے ساتھ حملہ کر دیا جائے گا» میں نے اسکی معذرت قبول کر لی کیونکہ وہ بالکل صحیح تھا۔ حالات بالکل بھی ساز گار نہ تھے۔

دو سال بعد وزارت دولتِ مشترکہ، دیریژہ کے حاکم محمد بن سعود کی خوشامد کر کے اُسے بھی اپنی ڈگر پر لانے میں کامیاب ہو گئی۔ انھوں نے مجھے یہ بتانے کیلئے ایک پیغام رساں بھیجا اور مجھے کہا گیا کہ دونوں محمدوں (نجدی محمد اور حاکم محمد بن سعود) کے درمیان باہمی محبت واشتراک قائم کیا جائے۔

مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کیلئے ہم نے نجدی محمد کو مذہبی طور پر جبکہ محمد بن سعود کو سیاسی طور پر استعمال کیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مذہبی بنیادوں پر قائم ہونیوالے ممالک زیادہ عرصے تک قائم رہے اور یہی ممالک زیادہ طاقتور اور مرعوب کن بھی ہوتے ہیں۔

آہستہ آہستہ ہم مسلسل طاقتور سے طاقتور ہوتے رہے۔ ہم نے دریژہ شہر کو اپنا دارالحکومت بنایا اور اپنے نئے مسلک وھابی مسلک کا نام دیا۔ وزارت نے خفیہ طریقے سے اندر ہی اندر وھابی حکومت کی مدد کی اور اُسے مضبوط سے مضبوط تر بنایا۔ نئی حکومت نے گیارہ ایسے برطانوی افسروں کو خرید لیا جو عربی زبان اور صحرائی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ اور یہ سب کچھ انھوں نے غلاموں کے بھیس میں رہتے ہوئے سیکھا تھا۔ ہم نے ان افسروں کے اشتراک سے

اپنے منصوبے بنائے۔ دونوں محمدوں نے ہماری پیروی کی۔ جب ہمیں وزارت کی جانب سے احکامات موصول نہیں ہوتے تھے تو ہم اپنے فیصلے خود کر لیا کرتے تھے۔

ہم سب نے قبائلی لڑکیوں سے شادیاں کی اور ہم سب مسلمان بیویوں کی شوہروں پر جان نثاری کی مسرت سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ اسطرح ہم نے قبائل سے مضبوط رشتہ داری قائم کرلی اب ہر چیز صحیح جارہی ہے۔ ہماری مرکزیت بھی روز بروز جاندار ہوتی جارہی ہے۔ اگر کوئی غیر متوقع مصیبت نازل نہ ہو تو ہم وہ ثمر ضرور حاصل کریں گے جسکا ہم نے خود انتظام کیا ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنی جوانی، وقت اور جان اس کام پر لگا کر یہ مقام حاصل کیا ہے۔

تنبیہہ:۔ جو شخص کتاب کو توجہ سے پڑھے گا اُسے یہ علم ہو جائے گا کہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن انگریز ہیں اور وھابی فرقہ، جس کے پیروکار ساری دنیا میں سنُی مسلمانوں پر حملے کر رہے ہیں، برطانیہ کا پیدا کردہ ہے اور اب بھی برطانیہ ہی اُنکی مدد کر رہا ہے۔

یہ کتاب دستاویزات کے ساتھ ثابت کرتی ہے کہ وھابی فرقہ انگریز کفار نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے ارادے سے قائم کیا۔ ہم نے یہاں تک سُنا ہے کہ منافقین (مسلمان کے بھیس میں کافر) ہر ملک میں وھابی عقائد پھیلانے کیلئے بھرپور جدوجہد کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ کچھ لوگ یہ دعٰوی بھی کرتے ہیں۔ کہ «ہیمفر» کے اعترافات خیالی کہانیاں ہیں جو دوسرے لوگوں نے لکھی ہیں مگر یہ لوگ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے کوئی حقیقی ثبوت مہیا نہیں کر سکے ہیں۔

وہ افراد جو وھابی عقائد کی کتب پڑھتے ہیں اور وھابی عقائد کے اندرونی اور ضروری حقائق بھی جانتے ہیں اور افراد کو اس بات کا علم ہے کہ یہ اعترافات سچ ہیں۔ وھابی اسلام کو مسمار کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ تاہم وہ جتنا مرضی ذور لگائیں یا جتنی زیادہ کوشش کریں وہ کبھی بھی اہلسنت افراد کو نیست و نابود نہیں کر سکتے کیونکہ وہ سچے مسلمان ہیں۔ بلکہ ان کوششوں سے وہ خود ہی فنا ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ سورۃ «اسرٰی» کی آیت نمبر ۸۱ میں خوشخبری سناتا ہے کہ جو بھی ملعون لوگ (اسلام مخالفین) پیدا ہونگے اُنھیں صحیح راستے پر چلنے والے لوگوں (مسلمانوں) کے ہاتھوں شکست اُٹھانا پڑے گی اور وہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔

باب دوئم

« انگریزوں کی اسلام دشمنی »

جو لوگ پہلے باب میں دیئے گئے انگریز جاسوس کے اعترافات پڑھیں گے اُنھیں اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ انگریزوں کی مسلمانوں کے بارے میں کیا سوچ ہے۔ ذیل میں لکھی گئی باتیں ان معلومات کا خلاصہ ہیں کہ انگریز جاسوس نے وزارت دولت مشترکہ کی جانب سے ملنے والی ہدایات پر کسطرح عمل کیا اور عیسائی راہب کسی قسم کے منصوبوں پر عمل کرتے رہے ہیں۔

انگریز انتہائی خود پسند اور متکبر افراد ہیں۔ جو اعلیٰ حیثیت وہ اپنے آپ اور اپنے ملک سے منسوب کرتے ہیں اگر وہ حیثیت کسی اور سے منسوب کر دی جائے تو انگریز اُن سے سخت نفرت کرنے لگتے ہیں۔

انگریزوں کے مطابق زمین پر پائے جانے والے لوگوں کے تین گروہ انگریز ہیں جو اپنے بارے میں اس خوش فہمی کا شکار ہیں کہ وہ ایسی مخلوق ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے ممتاز بنایا ہے۔ دوسرا گروہ سفید فام یورپی اور امریکی ہیں۔ یہ لوگ بھی کسی حد تک عزت دار ہیں کیونکہ انکی عزت کا اعتراف بہت مہربانی اور رحم دلی سے کیا جاتا ہے۔ تیسرے گروہ کے افراد کو قابلِ عزت نہیں سمجھا جاتا اور نہ ہی اُنھیں آزادی، خود مختاری اور علیحدہ ملک جیسے بنیادی حقوق کا مستحق سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ دوسروں خصوصاً انگریزوں کی غلامی کیلئے پیدا کیئے گئے ہیں۔

دوسرے لوگوں کیلئے ایسے میلان خاطر رکھنے کی وجہ سے انگریز کبھی بھی اپنی نو آبادیوں کے مکینوں کے درمیان نہیں رہتے بلکہ انکی نو آبادیوں میں خصوصی کلب، رقص گاہیں، حمام، طعام گاہیں حتٰی کہ خصوصی دکانیں ہوتی ہیں جو صرف اور صرف انگریزوں کیلئے مخصوص ہوتی ہیں۔ مقامی افراد ان جگہوں میں داخل نہیں ہو سکتے۔

فرانسیسی مصنف « مارسیلے پرنیو » جو عیسوی صدی میں ہندوستان میں اپنی سر و سیاحت

میں بہت مشہور ہے اپنی کتاب «ہندوستان کے سفر کی یادداشتیں» میں مندرجہ ذیل سرگزشت بیان کرتا ہے۔ «میں نے ایک ہندوستانی عالم سے ملاقات کا وقت طے کیا۔ وہ عالم یورپ میں اتنا زیادہ مشہور تھا کہ اُسے مختلف یونیورسٹیوں کی جانب سے پروفیسری کی پیشکش کی گئی تھی۔ ہم دونوں نے ہندوستان میں موجود ایک برطانوی کلب میں ملنے کا فیصلہ کیا۔ جب وہ ہندوستانی عالم وہاں پہنچا تو انگریز عملے نے اُسکی شہرت سے قطع نظر اُسے اندر داخل ہونے سے منع کر دیا اور اُسے اُس وقت اندر جانے کی اجازت ملی جب میں نے تمام معاملے کو بھانپتے ہوئے یہ اصرار کیا کہ برطانیہ میں اس ہندوستانی کلب میں داخلے کی اجازت حاصل ہے۔» انگریزوں نے تیسرے گروہ کے لوگوں سے جانوروں سے بھی بدترین سلوک کیا۔

سب سے بڑی نو آبادی ہندوستان تھی جہاں انھوں نے سالوں تک جنسی مظالم اور وحشیانہ سلوک کا ارتکاب کیا۔ ہندوستان کے شہر امرتسر میں مذہبی رسم کی ادائیگی کیلئے آئے ہوئے ہندؤں کے ایک گروہ نے برطانوی عیسائی راہبہ کے سامنے سر ناجھکایا جس پر اُس راہبہ نے برطانوی جنرل «ڈائر» سے شکایت کر دی۔ اتنی سی بات پر جنرل نے اپنے سپاہیوں کو عبادت میں مصروف ہندؤوں پر فائرنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ صرف دس منٹ میں سات سو افراد مارے گئے جبکہ ہزار سے زائد زخمی ہوئے تھے۔ جنرل نے صرف اِسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ لوگوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ جانوروں کی طرح ہاتھ اور پاؤں کی مدد سے رینگ کر زمین پر چلیں۔ تین دن تک ایسا کیا گیا۔ ہندوستانیوں نے اس واقعہ پر ایک شکایت تیار کر کے لندن بھیجی جس پر حکومت برطانیہ نے تفتیش کا حکم صادر کیا۔

جب ہندوستان بھیجے گئے تفتیشی افسر نے جنرل سے پوچھا کہ اُس نے کسی وجہ سے نہتے افراد پر فائرنگ کرنے کا حکم دیا تھا تو جنرل ڈائر نے جواب دیا «میں ہندوستان میں انگریز فوج کا کمانڈر ہوں اور یہاں ہونے والے فوجی اپریشنوں کیلئے احکامات دیتا ہوں میں نے اس بات کا حکم

اسلیئے دیا کیونکہ میرے خیال میں یہ بالکل ٹھیک تھا۔ »

جب تفتیشی انسپکٹر نے پوچھا کہ لوگوں کو زمین پر رینگنے کو حکم دینے کا کیا سبب تھا تو جنرل نے جواب دیا « کچھ ہندوستانی اپنا سر خدا کے سامنے جھکاتے ہیں۔ میں اُنھیں بتانا چاہتا تھا کہ ایک انگریز عورت بھی ہندوؤں کے خدا جتنی ہی مقدس ہے۔ اس لیئے اُنھیں اُس عورت کے سامنے بھی سر جھکانا ہو گا۔ صرف خدا کے سامنے سر جھکانا اُس عورت کی بے عزتی ہے۔ » اور جب تفتیشی انسپکٹر نے جنرل کو یاددلایا کہ اُن لوگوں کو خریداری اور دوسرے ضروری کاموں کیلیئے باہر جانے کی ضرورت بھی پیش آسکتی تھی تو جنرل نے جواب دیا « اگر یہ لوگ انسان ہوتے تو گلیوں میں مُنہ کے بل رینگنا کبھی قبول نہ کرتے۔ یہ لوگ متصل شدہ مکانات میں رہتے ہیں جن کی چھتیں سپاٹ اور ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اور اُنھیں اُن سپاٹ چھتوں پر چلنے پھرنے کی اجازت حاصل تھی۔ » جنرل ڈائر کی یہ باتیں برطانوی اخبارات نے شہ سرخیوں میں شائع کی اور اُسے قومی ہیرو قرار دے دیا گیا۔

(ڈائر رینالڈ ایڈورڈ ہیری ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۴ء) میں پیدا ہوا اور لندن میں ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء) میں مرا علی تاریخ اُسے ان شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔ « ایک مشہور انگریز جنرل جسے امرتسر میں برطانوی استبداد کے خلاف ہونے والی بغاوت کو، پورے شہر کو خون کی جھیل میں تبدیل کر کے ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو کچل ڈالا تھا۔ » جب پورے ہندوستان میں انگریز حکومت کے خلاف بڑے پیمانے پر مظاہرے شروع ہو گئے تو اُسے ریٹائر کر دیا گیا۔ تاہم برطانوی دارالامراء نے فیصلہ کیا کہ اُس کے اعمال قابل تحسین ہیں اور اسلیئے اُسکی مدد کی جانی چاہیئے۔ یہ حقیقت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ برطانوی نواب اور عوام دوسرے لوگوں کو کِس نظر سے دیکھتے ہیں۔)

انگریز اپنی اُن نوآبادیوں جہاں کے مکین گورے اور اصلی یورپی ہوں، میں بہ نسبت اُن نوآبادیوں کے ہوں جہاں کے مکین کالے، سانولے یا غیر یورپی ہوں، مختلف انتظامی کلیات اپناتے

ہیں۔ پہلا طبقہ مراعات یافتہ ہے کیونکہ اُنھیں جزوی آزادی حاصل تھی۔ جبکہ دوسرا گروہ ہر وقت اُنکی ظالمانہ کاروائیوں سے چیختا رہتا تھا۔ تو آبادیوں کا پہلا «ڈومینئین» کہلا تا جانے والا گروہ داخلی معاملات میں خود مختار تھا تاہم خارجی معاملات برطانیہ کے ہاتھوں میں تھے ایسی نو آبادیوں کی مثالیں کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ وغیرہ ہیں۔

نو آبادیوں سے متعلق معاملات دو وزارتوں کے سپرد کیئے جاتے تھے۔ یہ وزارتیں وزارتِ ہندوستان اور وزارتِ مشترکہ ہیں۔ وزارتِ دولتِ مشترکہ کا سربراہ وزیرِ مملکت برائے محکمہ نو آبادیات کہلاتا ہے۔ اس وزیر کے دو کونسلر اور چار ماتحت ہوتے ہیں۔ ایک کونسلر دارالعلوام سے منتخب کیا جاتا ہے۔ جبکہ دوسرا کونسلر اور چار ماتحت مستقل طور پر تعینات ہوتے ہیں۔ حکومتی تبدیلی کا ان عہدوں پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چار ماتحتوں میں سے ایک کینیڈا اور آسٹریلیا اور چند دوسرے جزیروں سے متعلق معاملات سنبھالتا ہے، دوسرا جنوبی افریقہ کے معاملات کا ذمہ دار ہوتا ہے، تیسرا مشرقی و مغربی افریقہ پر حکمرانی کرتا ہے جبکہ آخری کو ہندوستان کے معاملات سونپے جاتے ہیں۔

پر تعفن بنیادوں، اسلام دشمنی، مطلق العنانی، دھوکہ بازی اور خباثت پر مبنی برطانوی سلطنت پہلے پہل اپنے آپ کو ایسی ریاست کا نام دیتی تھی جس پر «سورج غروب نہیں ہوتا۔» بعض ممالک مثلاً کینیڈا، جنوبی افریقہ، فجی، جزائر بحر الکاہل، پاپوا، ٹانگہ، آسٹریلیا، برطانوی، بلوچستان، برما، عدن، صومالیہ، بورنیو، برونائی، سارا واک، بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، ملائیشیا، انڈونیشیا، ہانگ کانگ، چین کے بعض حصے، شام، مالٹا (اور ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۲ء) میں) مصر، وسوڈان، نائجیر، کینیا، نائجیریا، یوگنڈا، زمبابوے، زمبیا، ملاوی، حماز، غرناطہ، گیانا، بوست وانہ، گمبیا، گھانا، سائرہ تنزانیہ اور سنگاپور انگریزوں کے زیرِ تسلط آگئے۔ دنیا کے ان ممالک کو اپنے مذاہب، زبان، رسم ورواج اور ثقافت کو چھوڑنا پڑا۔ مزید بر آں اُنکے قدرتی وسائل اور قدرتی ذرائع کو برطانیہ نے ناجائز طور پر استعمال کیا۔

انیسویں صدی میں اپنے حملوں کے اختتام پر انگریزوں نے دنیا کے ایک چوتھائی حصے کو نوآبادی بنانے کے ذریعے، اپنے ذیر تسلط کر لیا تھا۔ انگریز نوآبادیوں میں ہندوستان سب سے شاندار اور سب سے اہم تھا۔ یہ ہندوستان کی کثیر آبادی (جو اُس وقت ۵۰ کروڑ اور اب ۷۰ کروڑ سے زائد ہے)، اور اسکی لازوال قدرتی دولت تھی جس برطانیہ کو عالمگیر حکمرانی حاصل کرنے کی ہمت دی۔ پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ نے ۱۵ لاکھ ہندوستانی عوام کو جنگی سپاہی کے طور پر استعمال کیا اور ہندوستانی خزانوں میں سے دس کھرب نقد بھی استعمال کیئے گئے۔

اُنھوں نے ان اثاثوں کا زیادہ تر استعمال سلطنتِ عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں کیا۔ امن کے زمانے میں بھی ہندوستان ہی تھا جس نے عظیم الشان برطانوی صنعتوں کو سہارا دیا اور اسطرح برطانوی معیشت اور خزانے کو تباہ ہونے سے بچائے رکھا۔ ہندوستان کے بے نظر اہمیت کی حامل نوآبادی ہونے کے دو اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ ہندوستان ایک ایسا ملک تھا جہاں اسلام وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا۔ ہاں وہی اسلام جسے برطانیہ تمام دنیا پر قبضہ کرنے اور ساری دنیا کو اپنے زیر حکمرانی لانے کے منصوبے میں سب سے بڑی رکاوٹ خیال کرتا تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کو طاقت بھی حاصل تھی۔ دوسرا سبب ہندوستان کے قدرتی خزانے تھے۔

ہندوستان کو اپنے زیر تسلط رکھنے کیلیئے برطانیہ نے ان تمام ممالک پر حملہ کر دیا جن کا ہندوستان سے آمدورفت کا رابطہ تھا۔ ان ممالک پر قبضہ جمانے کے بعد انکی قومی دولت اور خزانے مرکزی برطانیہ منتقل کر دیئے گئے۔

برطانوی پالیسی کی فطرت میں شامل جبلی غدارانہ خصائل ثابت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے سلطنت عثمانیہ میں اُٹھنے والی تحریکوں کی بہت باریکی اور خفیہ طریقے سے مدد کی اور سلطنتِ عثمانیہ کو بعض سیاسی چالوں کے ذریعے سے روس کے ساتھ جنگ میں لگا دیا اور اسطرح انھیں ایسے حالات میں پھنسا دیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کرنا انکے لیئے ممکن نہ رہا۔

ہندوستان کے اولین یورپی آباد کار پرتگالی تھے جو ہندوستان کے ساحلی علاقے کے شہر کلکتہ کی بندرگاہ پر ۹۰۴ھ (۱۴۹۸ء) میں لنگرانداز ہوئے۔ پرتگالیوں نے تجارت میں داخل ہو کر ہندوستان کی تجارت پر حکمرانی قائم کر لی مگر کچھ عرصے بعد ہی اُنکی یہ حکمرانی جرمنوں نے ختم کر دی۔ جرمنوں سے ہندوستان کی تجارت کی حکمرانی چھیننے والے فرانسیسی تھے۔ تاہم کچھ عرصے بعد ان سب لوگوں کو برطانیہ کے آگے سر جھکانا پڑا۔

جیسا کہ کتاب السورۃ الہندیہ (بمعنی ہندوستانی انقلاب) میں بیان کیا گیا ہے۔ (یہ کتاب محمد فضل حق خیر آبادی نے لکھی تھی جو برصغیر کے ایک عظیم اسلامی عالم تھے اور اپنے قرب وجوار میں الیواکیت المہریۃ کے نام سے مشہور تھے) یہ ۱۰۰۸ھ (۱۶۰۰ء) کا سال تھا جب برطانیہ، کلکتہ میں تجارتی مرکز کھولنے کیلئے اکبر شاہ کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اُسی سال کلکتہ الزبتھ ٹیلر اول نے ایسٹ انڈ کمپنی کے قواعد وضوابط کی منظوری دی۔ ان قواعد وضوابط کے تحت کمپنی کو اجازت دی گئی کہ وہ برطانیہ میں فوجی بھرتی کریں اور اپنے فوجی بحری بیڑے کے قیام اور ہندوستان میں تجارتی وفوجی مہموں کو منظم کرنے کیلئے اُنھیں مسلح کریں۔

انگریزوں نے شاہِ عالم اول (وفات: ۱۱۲۴ھ (۱۷۱۲)) کے عہد میں کلکتہ میں زمین خریدی اور اپنی زمین کی حفاظت کے بہانے فوجیوں کو وہاں لے آئے۔ اکبر شاہ مذہبی معاملات میں ایک بدعنوان شخص تھا۔ وہ تمام مذاہب کے آمیزے پر مبنی ایک مذہب قائم کرنے کی کوشش کی۔ اُس نئے مذہب کا ایک سرکاری اعلان جاری کیا گیا اور اس نئے مذہب کا نام دین الٰہی رکھا گیا۔ یہ مذہب ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں قائم ہوا۔ اُس وقت سے لیکر بادشاہ کی وفات تک اسلامی علماء کی عزت پورے ہندوستان خصوصاً شاہی محل میں مسلسل کم ہوتی رہی اور جن افراد کا جھکاؤ اکبر شاہ کے نومولود مذہب کی طرف تھا اُنکی خاص عزت کی جانے لگی۔ یہ اُنھی دِنوں کی بات ہے جب برطانیہ برصغیر میں داخل ہوا۔ جب انگریزوں نے ۱۱۲۶ھ (۱۷۱۴ء) میں سلطان فرخ

شیر شاہ کا کامیاب علاج کیا تو بدلے میں اُنھیں یہ استحقاق عطا کیا گیا کہ وہ پورے ہندوستان میں جہاں چاہیں زمین خرید لیں۔ شاہِ عالم دوم کی تخت نشینی (۱۱۲۶ھ ۱۷۱۴ء) کے بعد انھوں نے اپنی حکمرانی بنگال سے لیکر وسطی ہندوستان اور راجستھان تک پھیلا دی اور پورے ہندوستان میں فتنہ وفساد برپا کر دیا۔۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ء) میں آخر کار برطانیہ، شاہِ عالم دوم کو مکمل طور پر اپنے قابو میں لینے میں کامیاب ہو گیا۔ انگریزوں کے صادر کردہ احکامات کا شاہ کے نام سے اعلان کیا جاتا تھا اوراسطرح ہندوستان میں شاہِ عالم دوم اور برطانوی گورنر جنرل کی طاقت واہمیت بالکل برابر ہو گئی۔ انگریزوں نے ہندوستان میں رائج سکول پر سے مسلم ہندوستانی بادشاہوں کے نام مٹا دیئے۔ ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں بہادر شاہ ظفر دوئم بادشاہ بنا۔ مگر وہ برطانوی استبداد کے سامنے زیادہ دیر تک کھڑا نہ رہ سکا اور عوام کے اصرار اور فوج کے ہمت بندھانے پر برطانیہ کے خلاف ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ء) میں ایک عظیم بغاوت کا آغاز کر دیا تاکہ وہ سکول پر دوبارہ اپنا نام کندہ کروا سکے اور خطبہ دوبارہ اُسکا نام لیکر دیا جانے لگے۔ مگر اس بغاوت پر انگریزوں کا ردِ عمل انتہائی شدید اور ظالمانہ تھا۔ برطانوی فوج دہلی میں داخل ہو کر اُسے تباہ وبرباد کر دیا، گھروں اور دکانوں میں لوٹ مار کی اور دولت وجائیداد کی قسم کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ انھوں نے اس بات کی پرواہ کیئے بغیر کہ وہ بوڑھا ہے یا جوان، مرد ہے یا عورت، بالغ ہے یا نابالغ، تمام مسلمانوں پر تلوار کشی کی۔ وہ اتنی وسیع تباہی تھی کہ لوگوں کو پینے کیلیئے پانی تک نہیں ملتا تھا۔

بہادر شاہ (ظفر) دوئم کے ایک سپہ سالار جنرل بخت خان نے سلطان کو آمادہ کر لیا کہ وہ فوج کو ہتھیار پھینک دینے کا حکم دے۔ اسی طرح ایک اور سپہ سالار مرزا الٰہی بخش نے انگریز امرا کے دل میں گھر کرنے کیلیئے، بہادر شاہ ظفر کو دھوکہ دیا اور کہا کہ بادشاہ اگر اپنی فوج چھوڑ دے اور ہار مان لے تو وہ (یعنی مرزا الٰہی بخش) انگریز امرا کو قائل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا کہ تم (یعنی بادشاہ) بالکل بے قصور تھے اور تمھیں بغاوت کی سربراہی پر مجبور کر دیا گیا تھا اور اسطرح تم انگریز حکام

سے معافی پالوگے۔ پس بہادر شاہ ظفر نے اپنی پسپا شدہ فوج کے اہم افراد کو چھوڑ دیا اور ہمایوں شاہ کے مقبرے میں پناہ لے لی۔ یہ مقبرہ دہلی کے « قلعہ معلی » سے ۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

رجب علی شاہ نامی نمک حرام دھوکے سے بادشاہ کو انگریز پادری ہڈسن کے پاس لے گیا۔ ہڈسن اپنی احمقانہ اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کی وجہ سے بدنام تھا اور انگریز فوج میں جاسوسی آفیسر کے طور کام کر رہا تھا۔ اُس شخص نے اپنے خصائل کے مطابق انگریز فوج کے سپہ سالار جنرل ولسن کو خبر دے دی اور اُس سے بادشاہ کو گرفتار کرنے کیلئے مدد مانگی۔ جب ولسن نے جواب دیا کہ اُس کے پاس کوئی اُجرتی سپاہی موجود نہیں تو ہڈسن نے تجویز کیا کہ وہ یہ کام صرف چند افراد کی مدد سے کر سکتا ہے بشرطیکہ بادشاہ کو اس بات کی ضمانت دی جائے کہ ہار مان لینے کی صورت میں اُسے اور اُس کے گھر والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ پہلے پہل ولسن نے یہ تجویز رد کر دی مگر بعد میں راضی ہو گیا۔ اُس کے بعد ہڈسن ۱۹۰ افراد کو اپنے ہمراہ لیکر ہمایوں شاہ کے مقبرے پر پہنچا اور بادشاہ کو یقین دلایا کہ اُسے، اُسکے بیٹوں اور اُسکی بیوی کو کوئی گزند نہیں پہنچائی جائیگی۔ پادری کے وعدے کو سچا جانتے ہوئے بہادر شاہ نے ہار مان لی۔ بہادر شاہ کے دو بیٹے اور ایک پوتا تھا جنھوں نے ہار نہیں مانی اسلیئے ہڈسن نے ان کو گرفتار کرنا چاہا۔ مگر ہڈسن کے پاس اتنی نفری نہ تھی کہ وہ اُنھیں گرفتار کر سکتا۔ اسی لیئے اُس نے ایک بار پھر جنرل ولسن سے اجازت طلب کی کہ بادشاہ کے دو بیٹوں اور پوتے کو بھی ضمانت دی جائے کہ ہتھیار ڈال دینے پر اُنکی بھی جان بخشی کر دی جائے گی۔ اُن لوگوں کے پاس کئی ایک پیغام رساں بھیجنے کے بعد ہڈسن بدمعاش اُنھیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا کہ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ لوگ بھی پادری کے فریب میں آ گئے اور ہتھیار پھینک دیئے۔ جیسے ہی ہڈسن نے بادشاہ کے دو بیٹوں اور پوتے کو گرفتار کیا تو اپنے وعدے کے برخلاف اُنھیں زنجیروں میں جکڑ دیا اور اُنکی جان بخشی کی بجائے اُنھیں قتل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔

جب شاہ کے دو بیٹوں اور پوتے کو بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ دہلی لے جایا جارہا تھا۔ہڈسن بے غیرت نے نو عمر شہزادی کو برہنہ کر کے اُسکے ساتھ زیادتی کی اور پھر بذاتِ خود اُن سب کے سینوں میں گولیاں مار کر اُنھیں شہید کر دیا۔اُس نے اُن کا خون پیااور دوسرے مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کیلیۓ اُن نوعمر شہیدوں کی لاشوں کو قلعہ بند شہر کے دروازے پر لٹکادیا۔اگلے دن اُن کے ۱۴۶سر ۱۴۵ برطانوی گورنر جنرل ہنری برطارڈ کو بھیج دیئے گئے۔بعد میں اُس نے ان شہداء کے گوشت سے بنے ہوئے سوپ (یخنی) کا ایک پیالہ بہادر شاہ ظفر اور اُسکی بیوی کے پاس بھیج دیا۔بہت زیادہ بھوکے ہونے کی وجہ سے انھوں نے فوراً اسکا کچھ حصہ منہ میں انڈیل لیا۔حالانکہ اُنھیں معلوم نہ تھا کہ وہ کس قسم کا گوشت تھا مگر وہ نہ تو اُسے چبا سکتے تھے اور نہ ہی اُسے نگل سکتے تھے۔بجائے اسکے انھوں نے قے کی اور سوپ (یخنی) کے برتن زمین پر دے مارے۔ہڈسن بدمعاش یہ دیکھ کر کہنے لگا «تم اسے کیوں نہیں کھاتے۔یہ انتہائی مزیدار ہے کیونکہ میں نے یہ سوپ تمھارے بیٹے اور پوتے کے گوشت سے بنایا ہے۔»

۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ء) میں بہادر شاہ دوم کو تخت سے معزول کر دیا گیااور یورپیوں کے قتل عام اور حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے جرائم کے الزام میں عدالتی کاروائی کا نشانہ بنایا گیا۔۲۹مارچ کو اُسے عمر قید کی سزا سنادی گئی اور جلاوطن کر کے رنگون بھیج دیا گیا۔نومبر ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ء) کے دوران اسلامی مغل سلطنت کا آخری سلطان بہادر شاہ ظفر اپنے ملک سے دور ایک جگہ رنگون میں ایک اندھیری زیر زمین جیل میں مر گیا۔دوسری طرف علامہ محمد فضلِ حق کو اندمان جزیرے پر ایک اندھیری زیرِ زمین جیل میں انگریز سپاہیوں نے ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۱ء) میں شہید کر دیا۔

سلطنت عثمانیہ اور روس کے مابین ہونے والی جنگ کے دوران ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) میں برطانیہ نے ہندوستان کو اپنا ماتحت ملک قرار دے دیا۔سلطنتِ عثمانیہ کو اس جنگ میں غرق کر کے

مدحت پاشانے اسلامی دنیا پر سب سے بڑی کاری ضرب لگائی۔(مدحت پاشابدنام زمانہ سکاچ میسن انجمن کا باقاعدہ رکن تھا)سلطان عبدالعزیزخان کو شہید کرنابرطانوی حکومت کیلئے اُسکی ایک اوراعلیٰ خدمت تھی۔ حکومتِ برطانیہ نے خصوصی اہلکاروں کی تربیت کرنے کے بعد اُنھیں سلطنتِ عثمانیہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کروادیا۔یہ اعلیٰ عہدیدارنام کے تو عثمانی تھے مگر انکی زبان اورذہن حکومت برطانیہ کے قبضے میں تھے۔مصطفٰی راشد پاشاسب سے بڑار سوائے زمانہ تھا۔جب برطانیہ نے ۱۲۸اکتوبر۱۸۵۷ء کوبر صغیر کے مسلمانوں پر دہلی میں لوٹ مار اور ظلم وجبر کاارتکاب کیاتو حکومتِ برطانیہ کو مبارک باددینے کے صرف ٦دن بعد مصطفٰی راشد پاشاوزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہو گیا۔اُس سے پہلے برطانیہ نے سلطنت عثمانیہ سے اپنے فوجیوں کو مصر کے راستے بھارت بھیجنے کی اجازت طلب کی تاکہ یہ فوجی ان مسلمانوں کو کچل سکیں جنھوں نے برصغیر میں انگریزوں کے مظالم کے خلاف بغاوت کردی تھی اور یہ اجازت انگریز جاسوسوں کی کوششوں کی مددسے برطانیہ کو مل گئی۔

برطانیہ نے ہندوستان میں نئے سکول کھولنے پر پابندی لگادی بلکہ پہلے سے موجود مدارس اوراسکول بھی بند کردیئے۔یہی مدارس اسلامی شریعت کی بنیاد اورامتیاز تھے اسکے علاوہ اُن تمام علماءاور مذہبی ماہرین کو بھی شہید کردیا گیاجو عوام کی رہنمائی کرسکتے تھے۔اِس موقع پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک سچی کہانی بیان کی جائے جو ہمارے دوست نے ہمیں ۱۳۹۱ھ(۱۹۷۱ء) میں بھارت اور پاکستان کے سفر کے واپسی پر سنائی۔

«سرہند شہر میں اولیائے کرام خصوصاًامام ربانی اوردوسرے قدس اللہ سرہ کے مزاروں پر جانے کے بعد میں پہلے پانی پت شہر اور پھر دہلی چلا گیا۔پانی پت کی سب سے بڑی مسجد میں نماز جمعہ اداکرنے کے بعد میں اُس مسجد کے امام کی دعوت پر اُسکے گھر چلا گیا۔راستے میں، میں نے ایک قوی ھیکل دروازہ دیکھا جو موٹی کڑیوں والی زنجیر کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔دروزے پر لگے

ہوئے کتبے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرائمری سکول ہوا کرتا تھا۔ میں نے امام مسجد سے اُس دروازے کے بند ہونے کے بارے میں پوچھا تو امام نے بتایا ۱۴۶ یہ ۱۳۶۷ھ (۱۹۴۷ء) سے بند ہے۔ برطانیہ نے ہندوؤں کو اپنا آلہ بنا کر اس قصبے کے تمام مسلمان مرد، عورت، بوڑھوں اور بچوں کو قتل کروادیا۔ یہ زنجیر اور تالہ ہمیں انگریزوں کی اُس ظلم وسفاکی یاد دلاتا رہتا ہے ہم لوگ تو مہاجرین ہیں تو بعد میں آکر یہاں آباد ہوئے۔»

انگریزوں نے تمام اسلامی علماء، اسلامی کتب، اور اسلامی مدارس کا خاتمہ کر دیا اور یہی وہ رویہ ہے جو اُنھوں نے تمام مسلم ممالک کے ساتھ اپنایا۔ اسطرح، ان چیزوں کے خاتمے سے نوجوان نسل کو تمام دینی اقدار سے ناآشنا اور بیگانہ کر دیا گیا۔

بدنام زمانہ انگریز نواب لارڈ میکالے جیسے ہی ۱۸۳۴ء میں کلکتہ پہنچا، اُس نے تمام اقسام کی عربی اور فارسی اشاعات پر پابندی لگادی اور حکم دیا کہ جو کتب اشاعت کے مرحلے میں ہیں اُنھیں تلف کر دیا جائے اُسکے اس برتاؤ کی اُسکے انگریز رفیق کاروں نے انتہائی پرجو تائید کی۔ یہ استبداد صرف مسلم اکثریت کے علاقوں خصوصاً بنگال میں لاگو کی گئیں۔

ہندوستان میں ایک طرف تو برطانیہ نے اسلامی مدارس بند کر دیئے اور دوسری طرف ۱۶۵ کالج کھولے جن میں سے ۸۰ لڑکیوں کیلئے مخصوص تھے۔ جو طالب علم ان کالجوں میں پڑھتے تھے انکا برین واش (ذہنیت تبدیل) کر کے انھیں اُنکے والدین اور آباواجدا کا مخالف بنا دیا جاتا تھا۔ جس انگریز فوج نے ہندوستان میں مذکورہ مظالم اور وحشیانہ اعمال کا ارتکاب کیا اُس فوج کا دوتہائی اُن مقامی افراد پر مشتمل تھا جن کا برین واش کر کے اُنھیں اپنی قوم کا مخالف بنا کر عیسائی بکاؤ مال بنا دیا گیا تھا۔

۱۲۴۹ھ (۱۸۳۳ء) میں وضع کیلئے جانے والے قانون نے عیسائی سرگرمیوں کے پھیلاؤ اور پروٹسٹنٹ فرقے کے استحکام میں مدد دی۔ ان عیسائی عزائم وحرکات کے پھیلاؤ اور برصغیر

کے مکمل طور پر انگریزوں کی حکمرانی میں آنے سے پہلے برطانیہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد کا احترام کرتا تھا، مسلمانوں کے مقدس ایام منانے کیلئے وہ لوگ توپ کے گولوں کے دھماکے کرتے تھے، مسلمانوں کو مساجد اور دوسری عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت میں مدد کی پیشکش کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ مقدس اداروں اور جگہوں مثلاً مساجد، مدارس اور مزاروں وغیرہ کی تعمیر و مرمت میں بھی حصہ لیا کرتے تھے۔ ۱۸۳۳ء اور پھر ۱۸۳۸ء میں برطانیہ سے آنے والے محکمانہ پیغامات میں انگریزوں کو اس قسم کی چیزوں میں حصہ لینے سے منع کر دیا گیا۔ جیسا کہ یہ حقائق واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ اسلام پر حملوں میں برطانیہ نے جس منصوبے کا اطلاق کیا وہ یہ تھا کہ پہلے پہل مسلمانوں کو دوست اور مددگار بن کر دھوکا دیا جائے اور یہ تاثر دور دور تک پھیلا دیا جائے کہ وہ مسلمانوں سے محبت رکھتے ہیں اور اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ذیلی مقاصد حاصل کرنے کے بعد آہستہ آہستہ خفیہ طور پر تمام اسلامی بنیادوں مثلاً مدارس، علماء اور کتابوں کو تباہ کر دیا جائے۔ اُنکی اس دوہرے پن کی سازش سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ بہر حال انگریز اس سب کے باوجود اسلام کا مکمل قلع قمع کرنے میں ناکام رہے۔ بعد میں اُنھوں نے انگلش کو سرکاری زبان قرار دلوانے اور مقامی افراد کی نئی نسل کو عیسائی بنانے کی کوشش اور تیز کر دی۔ اس مقصد میں کامیابی کیلئے اُنھوں نے ایسے سکول قائم کیئے جو مکمل طور پر عیسائیوں کے زیر اثر تھے۔ در حقیقت برطانوی وزیر اعظم لارڈ پالمرسٹن اور کئی دوسرے برطانوی نواع کہا کرتے تھے « خدا نے ہندوستان، برطانیہ کو اسلیئے عطا کیا ہے تا کہ ہندوستان کے عوام عیسائیت کی نعمتوں کو حاصل کر کے اُن سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ »

لارڈ میکالے نے اپنی تمام تر توانائیاں اور امداد ایک ایسی قوم کی تشکیل کیلئے صرف کر دی جو رنگ و نسل اور خون میں تو ہندوستانی ہو مگر خواہشات، خیالات، سوچ، اخلاق اور ذہنی وسعت میں انگریز ہوں۔ اسی لیئے عیسائیوں کے قائم کردہ سکولوں پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی تھی تا کہ ان

سکولوں کے ذریعے انگریزی زبان انگریزی ادب اور عیسائیت کے پر چامیں ایسے افراد کی بہت بڑی تعداد پیدا کی گئی جنھیں سوائے انگلش زبان اور انگلش ادب کے کچھ اور نہ آتا تھا۔ پھر اُن افراد کو شہری انتظامیہ میں ملازمتیں دی گئی اسلامی قانون ہے کہ جو شخص اپنا دین چھوڑے گا وہ مرتد ہو جائے گا جبکہ ہندو بھی اُن افراد کو غیر مذہب قرار دیتے ہیں جو ہندو رسومات سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان ہی قوانین کے تحت جو مسلمان یا ہندو اپنا مذہب چھوڑ عیسائیت اختیار کر لیتے تھے وہ اپنے والدین کی جائیداد سے محروم ہو جاتے تھے۔ ان قوانین کو غیر موثر کرنے کیلئے انگریزوں نے ایک نیا قانون وضع کیا جو سب سے پہلے بنگال میں ۱۸۳۲ء میں نافذ کیا گیا اور اسکے بعد ۱۸۵۰ء میں پورے ہندوستان میں نافذ کر دیا گیا۔ اس قانون کے تحت اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ مرتدوں اور اداروں کو اُن کے والدین کی جائیداد میں سے حصہ مل سکے۔ اسی وجہ سے ہندوستان میں موجود برطانوی سکولوں کو برصغیر کے لوگ «شیطانی دفتر» کہا کرتے تھے۔ فرانسیسی مصنف مارسیلے پرنیو نے ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) میں ہندوستان کا دورہ کیا اور واپسی پر ایک کتاب شائع کی۔ وہ اپنی اس کتاب میں کہتا ہے «ہندوستان کا سب سے بڑا شہر کلکتہ اتنی گھٹیا حالت میں تھا کہ لندن اور پیرس کے گردونواح میں موجود غربت سے بدحال بستیاں بھی اسکی مثال دینے کیلئے انتہائی ناکافی ہیں۔ جانوروں کی کوٹھڑیوں میں رہتے ہوئے انسان، روتے ہوئے بچے اور تڑپتے ہوئے بیمار لوگ۔ اسکے علاوہ ایسے افراد بھی نظر آتے ہیں جو الکوحل اور منشیات کے مسلسل استعمال کی وجہ سے مکمل طور پر کمزور اور کیف ہو چکے تھے اور ایسے لوگ بھی جو بالکل مُردوں کی طرح زمین پر لیٹے ہوتے تھے۔ اُن بے حد بھوکے مصیب کے مارے، کمزور اور تھکے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر کوئی شخص بھی اپنے آپ سے یہ سوال کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا کہ یہ افراد زمین پر کیا کام کر سکتے ہیں۔

«لوگوں کے جھنڈ کے جھنڈ کارخانوں کی طرف گھسٹتے چلے جاتے تھے یہ جانتے ہوئے کہ

انھیں ان کارخانوں سے کیافائدے حاصل ہوسکتے تھے۔۔۔۔؟ ضروریات، مشکلات، وبائی امراض، الکوحل اور منشیات پہلے سے کمزور، نحیف اور بے بس لوگوں کو تباہ وبرباد کررہے ہیں۔ زمین پر کسی اور جگہ انسانی زندگی کے ساتھ اتنی بے شرمی اور بے اعتنائی والا سلوک نہیں کیاجاتا۔ کوئی کام اور مشقت یہاں سخت، مشکل اور مضرِ صحت نہیں سمجھی جاتی۔ کسی مزدور کی موت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ کوئی دوسرا شخص اسکی جگہ لے لے گا۔ حکومتِ برطانیہ کیلئے اگر کوئی سوچنے کی بات ہے تووہ یہ ہے کہ کسطرح پیداوار قیمتیں بڑھائی جائیں اور کسطرح زیادہ سے زیادہ دولت کمائی جائے۔ »

ہندوستانی عوام کی زندگیوں کو بھلائی اور خوشی سے سرفراز کرنے کا دعوی کرنے والے برطانیہ درحقیقت لاکھوں ہندوستانیوں کو انکی قبروں میں پہنچایا۔ یہ انگریز قوم جو ہر جگہ شیخی بگھارتی پھرتی ہے کہ اس نے منصف عدالتیں اور نظم وضبط قائم کیا درحقیقت اس قوم نے ہندوستان کو سیاسی غبن کے زریعے اسکی بنیادوں تک لوٹ ڈالا ڈاکہ زنی یالوٹ مار شاید کسی حد تک ایک سخت اصطلاح ہو تاہم کوئی دوسرا الفظ انگریزوں کی سفاکی کو اتنی صراحت سے بیان نہ کرسکیں گے۔

عیسائی ہونے کے دعویدار انگریزوں کا ضمیر اس بات پر بھی رضامند نہیں ہوتا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کیلئے پکاری گئی آواز سنیں۔

لہوڈبرٹ کیمبٹن اپنی کتاب ہندوستانیوں کی زندگی میں کہتے ہیں۔

ایک ہندوستانی کو اس کا انگریز آقا اس وقت تک اذیتیں دیتا رہتاہے جب تک وہ کام اور خدمت کرنے کے قابل رہتاہے اور جب تک وہ اپناسب کچھ گنوا نہیں دیتا اور جب تک وہ مر نہیں جاتا۔

ہندوستانی کے وہ مسلمان جنھیں دوسری برطانوی نو آبادیوں میں ملازمت دی گئی تھی وہ اس سے بھی بدتر حالت میں تھے ۱۸۳۴ء میں برطانوی صنعتکاروں نے افریقیوں کی بجائے ہندوستانی مزدوروں کو بھرتی کرنا شروع کیاہزاروں مسلمان برصغیر سے جنوبی افریقی نو آبادی میں منتقل کردیئے

گئے۔ یہ مزدور جنھیں قلی کہا جاتا تھا انکی حال غلاموں سے بھی بدتر تھی۔ انھیں ایک معاہدے کی رو سے بے بس کر دیا جاتا تھا۔ یہ معاہدہ دستاویز مزدور کہلاتا تھا اس معاہدے کے تحت قلی کو پانچ سال کیلئے دستاویزی طور پر محدود کر دیا جاتا تھا۔ اس عرصہ کے دوران وہ نہ تو اپنا کام چھوڑ سکتا تھا اور نہ ہی شادی کر سکتا تھا۔ اسے مسلسل برستے ہوئے کوڑوں کے نیچے سارا دن اور رات کام کرنا ہوگا مزید بر آں اُسے سالانہ تین برطانوی سونے کے سکے ٹیکس کے طور پر دینا ہوں گے۔

یہ حقائق ساری دنیا میں مختلف کتابوں کے ذریعے منظر عام پر لائے گئے ان کتب میں ہندوستان کا مزدور قابل ذکر ہے (یہ کتاب نیویارک یونیورسٹی کے ایک لیکچرار نے لکھی تھی)

شہرت یافتہ ہندوستانی فرمانروا گاندھی نے اپنی کتاب برطانیہ میں حاصل کیا اور واپس ہندوستان آگیا وہ ایک عیسائیت ذرن ہندوستانی کا بیٹا تھا در حقیقت اُسکا باپ بندپور شہر کا لاٹ پادری تھا جب ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) میں گاندھی کو ہندوستان میں موجود ایک برطانوی کمپنی نے جنوبی افریقہ بھیجا تو گاندھی بذات ان کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا اس پر اس نے برطانیہ کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا اگر چہ وہ ایک عیسائیت ذدہ شخص کا بیٹا تھا وہ برطانوی ظلم اور سفاکی کے مناظر برداشت نہ کر سکا۔ یہ اس کا اُس تحریک کی طرف پہلا قدم تھا جو تحریک بعد میں اُسکی شہرت کا باعث بنی برطانیہ نے تمام مسلم دنیا پر جس حکمت عملی کا اخلاق کیا اُس کی بنیادیں اس تین حرفی نعرے پر مشتمل ہیں انکے ایمان کو توڑ دو، تباہ کر دو اور اُس پر حکمرانی کرو

اُنھوں نے اس حکمت عملی کی ضروریات ہر صورت میں پوری کیں وہ ضروریات کچھ بھی کیوں نہ تھی سب سے پہلے بات انھوں نے ہندوستان میں کی وہ ایسے لوگوں کی تلاش تھی جو اُن کے خدمتگار بن سکتے تھے۔ اُن لوگوں کو استعمال کرتے ہوئے انھوں نے آہستہ آہستہ فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی۔ اس مقصد کیلئے سب سے موزوں افراد ہندو تھے جو مسلمانوں کے زیر تسلط رہ رہے تھے۔ لہٰذا انھوں نے ہندئوں کو استعمال کیا ہندو، مسلمانوں کی منصفانہ حکمرانی میں پر امن زندگی

گزار رہے تھے جب انگریزوں نے اُن تک رسائی حاصل کی اور انھیں اس بات پر اُکسایا کہ ہندوستان کے اصل مالک وہ ہیں اور یہ کہ مسلمان مذہبی قربانی کے نام پر اُن کے خدائوں کو قتل کر رہے ہیں (مراد گائے اور بھینس ہیں) اور انھیں اس بات کی ترغیب دی کہ یہ طرز عمل جلد ختم کر دینا چاہیئے تو ہندو انگریزوں کے حلیف بن گئے۔ برطانیہ نے کچھ ہندوئوں کو اجرتی سپاہیوں کے طور پر بھرتی کیا اس طرح اسلام کے خلاف ہندوئوں کی نفرت، انگریزوں کی جارحیت اور دولت کی حرص کو ساتھ ملا کر ملکہ الزبتھ کی ایک نئی فوج کی تشکیل کی نصیحت کو عملی جامعہ پہنایا گیا۔ مسلم حکمرانوں اور ہندو مہاراجائوں کے درمیان اختلافات پیدا کئے گئے اسی دوران ناپختہ ایمان والے مسلمانوں کو بھی خرید لیا گیا۔

انگریز سر لارڈ سڑیکے جس نے کئی مرتبہ مقام بادشاہ کے طور پر کام کیا اور جو ہندوستانی تنظیم کارکن بھی تھا، مسلم ہندو دشمنی کے بارے میں کہتا ہے تسلط قائم کرنے اور اختلافات پیدا کرنے کیلئے جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ ہماری حکومت کی حکمت عملی کے عین مطابق ہو گا اس حکمت عملی کیلئے سب سے مددگار محرک ہندوستان میں دو خود مختاء اور ایک دوسرے کی مخالف اقوام کا رہنا ہے اس جارحیت کو مزید سنگین بناتے ہوئے برطانیہ نے مسلسل ۱۱٦۴ھ (۱۷۵۰ء) سے ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰) تک ہندوئوں کی بھرپور مدد کی انھوں نے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی لوٹ مار اور قتل و غارت میں ہندئوں کا ساتھ دیا۔

۱۸۵۸ء میں شروع ہونے والے ہندو مسلم تضادات بڑھتے ہی چلے گئے انگریزوں، ہندوئوں کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتے اور پھر لڑائی سے لطف اندوز ہوتے حتیٰ کہ کوئی ایک سال بھی اُن خونی واقعات اور فتنہ انگیز فسادات کے بغیر نہیں گزرا جو گائے کو مذہبی قربانی کے طور پر ماننے سے شروع ہوتے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں مسلمانوں کی موت پر ختم ہوتے۔

دونوں اطراف سے فتنہ و فساد کو مزید بھڑکانے کیلئے ایک طرف مسلمانوں میں یہ یقین

پھیلا دیا گیا کہ ایک گائے کی قربانی سات بکروں کی قربانی سے زیادہ متبرک ہو گی جبکہ دوسری طرف ہندوئوں میں یہ افواہ پھیلائی گئی۔

کہ اپنے خدائوں کو موت سے بچانا اُنھیں دوسرے جہاں میں انتہائی زیادہ ثواب دلائے گا۔
ان دو اقوام کے مابین یہ فسادات انگریزوں کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد تک جاری رہے ہم اس حقیقت کی وضاحت ایک واقعہ کی مدد سے کرنا چاہیں جو اطلاعات نامی رسالے میں شائع ہو ا۔ یہ رسالہ ایران سے وزیر اعظم مصدق کے دور میں شائع ہوا تھا۔

ایک دفعہ قربانی کے دن دو باریش مسلمان جنھوں نے پگڑیاں اور چغے پہن رکھے تھے اُنھوں نے ایک گائے خریدی گھر کے راستے میں، واپسی پر، جب وہ ایک ہندوئوں کی آبادی والے علاقے سے گزر رہے تھے تو ایک ہندو نے انھیں روکا اور اُن سے پوچھا کہ انھوں نے گائے کس مقصد کیلئے خریدی تھی مسلمانوں نے جواب دیا کہ وہ اُسکی قربانی کریں گے۔ یہ بات سن کر وہ ہندو چلانے لگا اے لوگو مدد کرو! یہ لوگ ہمارے خدا کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ مسلمان بھی چلائے اے مسلمانوں مدد کرو یہ لوگ ہماری قربانی پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں شور سن کر بہت سے ہندو اور مسلمان اس جگہ جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کے ساتھ لاٹھیوں اور چاقوئوں سے لڑنے لگے۔ سینکڑوں مسلمان مارے گئے بعد میں وہ دو افراد جو ہندوئوں کے علاقہ سے گائے لے جا رہے تھے، برطانوی سفارت خانے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھے گئے۔ اس سے با آسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ برطانوی اہلکاروں نے کرایا تھا۔ وہ مراسلہ نگار جس نے یہ واقعہ بیان کیا مزید کہتا ہے ہم جانتے ہیں تم نے مسلمانوں کو قربانی کے دن کسطرح لوٹا اس قسم کی تراکیب اور دوسرے لاتعداد مظالم سے انھوں نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں جب انگریزوں نے دیکھا کہ ہندو آہستہ آہستہ اُن کے خلاف اُٹھ رہے ہیں تو انھوں نے ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) سے ہندوئوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرنا شروع کر دی۔

پھر ایسے عجیب لوگ نمودار ہوئے جن کے نام تو مسلمانوں والے تھے مگر وہ اہلسنت مسلمانوں کے خلاف تھے اور کہا کرتے تھے کہ تلوار سے جہاد کرنا فرض نہیں ہے اور اُن چیزوں کو حلال قرار دیتے تھے جنھیں اسلام نے حرام قرار دیا تھا اور انھوں نے اسلام میں یقین و ایمان کے رہنماء اصولوں کو تبدیل کرنے کی کوشش بھی کی سر سید احمد خان، غلام احمد قادیانی، عبد اللہ غزنوی، اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن خان بھوپالی، راشد احمد گنگوہی، وحید الزماں آبادی اور محمد اسحاق (شاہ عبد العزیز کا پوتا) اُن افراد میں چند ہیں۔ ان افراد کی امداد کے ذریعے دوسرے نئے فرقے پیدا کئے گئے اور پھر انھوں نے لوگوں کو ان نئے فرقوں کا پیروکار بنانے کیلئے سخت جہد و جہد شروع کر دی۔

ان فرقوں میں سب سے بُرا اور بدنام قادیانی فرقہ تھا جو ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں نمودار ہوا۔ اس فرقے کا بانی غلام احمد کہا کرتا تھا کہ اسلحے سے جہاد کرنا فرض نہیں بلکہ صرف نصیحت کرنے کا یعنی زبانی جہاد فرض ہے بالکل یہی بات انگریز جاسوس ہیمفر نے مجدی محمد سے کہی تھی۔

غلام احمد ایک منافق (کافر) تھا جس کا تعلق اسماعیلی گروہ سے تھا وہ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں مرا۔ برطانیہ نے اُسے خطیر رقم کے عوض خریدا تھا۔ پہلے پہل اُسنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر اُس نے اپنے دعوے کو بڑھاتے ہوئے کہا کہ وہ وعدہ کردہ مہدی ہے اگلے قدم میں اُس نے کہا کہ وہ عیسیٰ مسیح ہے آخر کار اُس نے اعلان کیا کہ وہ ایک نبی ہے جسے ایک نئے مذہب کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے جو لوگ اُسکے دھوکے میں آ گئے وہ انھیں اپنی امت کہا کرتا تھا اور دعوی کرتا تھا کہ قرآنی آیات میں اُسکی آمد کا پہلے سے بتایا گیا ہے اور یہ کہ اُس نے تمام انبیاء سے زیادہ معجزات کا مظاہرہ کیا ہے اُس نے الزام لگایا کہ جو لوگ اُسکی اطاعت نہیں کریں گے وہ کافر ہو جائیں گے۔ اُسکا فرقہ پنجاب اور بمبئی کے جاہل لوگوں میں پھیلتا گیا۔ قادیانی فرقہ ابھی تک احمدیہ کے نام پر یورپ اور امریکہ میں پھیل رہا ہے۔ سنی مسلمانوں کا کہنا تھا کہ اسلحے کی مدد سے جہاد کرنا فرض ہے

اور حکومت برطانیہ کی خدمت انتہائی ظالمانہ سزائیں دی جاتی، اکثریت کو شہید کر دیا جاتا۔ سنی عقیدے کی کتابوں کو جمع کر کے تلف کر دیا کرتے تھے اُنھیں مسلم علاقوں اور مسلم مساکن سے دور کر دیا جاتا اُنکی شہرت کے خوف سے اُنھیں پھانسی نہیں دی جاتی تھی بلکہ اُنھیں اندمان جزیرے کی بدنام ذیر زمین کو ٹھڑیوں میں قید کر دیا جاتا تھا تمام مسلم علماء جنھیں دوران انقلاب باغیوں کے ساتھ تعاون کرنے کے الزام میں گرفتار کیا جاتا تھا انھیں زیر زمیں کو ٹھڑیوں میں ہی قید کیا جاتا تھا (بالکل اسی طرح، جب انھوں نے پہلی جنگ عظیم کے بعد استمبول پر حملہ کیا تو عثمانی بادشائوں اور علماء کو جلاوطن کر کے مالٹا جزیرے پر بھیج دیا گیا)

انگریزوں نے ایسے فتوے جاری کئے جو ہندوستان کو دارالحرب کی بجائے باب الاسلام قرار دیتے تھے اور ان فتووں کو دور دور تک پھیلا دیا۔ مگر یہ ناٹک صرف مسلمانوں کی نظروں میں دھول جھونکنے کیلئے رچایا گیا

برطانیہ نے جن منافقین کی تربیت کی اُنھیں علماء کا بھیس دیا گیا۔ ان منافقین نے اس تاثر کی اشاعت کی کہ عثمانی سلطان خلیفہ نہیں تھے۔ اور خلافت صرف قریشیوں کیلئے ہے جبکہ عثمانی سلطانوں نے طاقت کے ذریعے سے خلافت پر قبضہ کیا اسلیئے ان کی اطاعت نہیں کی جانی چاہیے، وغیرہ وغیرہ۔

حدیث شریف خلیفہ قریشی قبیلے (کی اولاد) سے ہو گا کا مطلب ہے اگر ایسے افراد جو خلیفہ بننے کے مستحق ہوں اور خلیفہ بننے کی تمام شرائط بھی پوری کرتے ہوں کے درمیان قریشی (سید) بھی موجود ہوں تو تمہیں اُس قریشی (سید) کو دوسروں پر اہمیت دینی ہو گی اگر اس قسم کا کوئی شخص نام تو کسی اور کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ اگر ایک ایسا شخص ہے جیسے خلیفہ تو منتخب نہیں کیا گیا اور وہ شخص منتخب شدہ خلیفہ کی اطاعت سے انکار کر دے اور عوام کی حمایت سے طاقت کے ذریعے سے حکومت پر قبضہ کر لے تو اُس شخص کی اطاعت کی جانی چاہیے کیونکہ زمین پر صرف

ایک ہی خلیفہ ہو سکتا ہے تمام مسلمانوں کو اسکی اطاعت کرنا ہو گی۔

مذہبی تعلیمات میں بگاڑ پیدا کرنے اور اسلام کو اندرونی طور پر کمزور کرنے کیلئے انگریزوں نے علیگڑھ میں ایک نام نہاد اسلامی مدرسہ اور یونیورسٹی قائم کی ان اداروں میں ایسے مذہبی افراد تعلیم دیتے تھے جو اسلام سے قطعاًنا آشنا تھے بلکہ اسلام کے مخالف تھے۔ ایسے افراد نے اسلام کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا اس قسم کے لوگوں کے ایک منتخب گروہ کو برطانیہ بھیجا گیا اور انکی تربیت ایسے طریقے سے کی گئی جس سے اسلام کو اندرونی طور پر کمزور اور مکمل تباہ کرنے کیلئے وہ لوگ بہت کارآمد ہو گئے اور اُس کے بعد اُنھیں اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز کر دیا گیا تاکہ وہ مسلمانوں پر حکمرانی کر سکیں محمد علی جناح کی جگہ پاکستان کا صدر بنایا جانے والا شخص ایوب خان انھی افراد میں سے ایک تھا۔

اگرچہ برطانیہ جنگ عظیم دوم کے فاتحین میں شمار کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ یہ جنگ ہار گیا تھا انگریز اپنی سرزمین کیلئے یہ الفاظ استعمال کرتے تھے برطانیہ ایک ایسا عظیم ملک ہے جہاں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا مگر اب برطانیہ ایک ایسا ملک ہے جہاں سورج کبھی طلوع نہیں ہوتا کیونکہ جنگ کے بعد تمام نو آبادیوں سے اسکا قبضہ ختم ہو گیا اور یوں اُسکی مثال اُس مرغی کی سی ہو گئی جس کے تمام پر اُتار لیئے گئے ہوں۔

پاکستان کا صدر (گورنر جنرل) بنایا جانے والا شخص، محمد علی جناح، ایک شعیہ اور برطانوی پٹھو تھا جب (۱۳۶۷ھ) ۱۹۴۸ء میں اُسکا انتقال ہوا تو فری میسن (انگریزوں کے لئے خفیہ طور پر کام کرنے والا شخص) ایوب خان نے انقلاب کا ناٹک کھیلتے ہوئے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ ایوب خان کی جگہ لینے والا یحیٰی خان بھی کٹر شیعہ تھا۔ جب پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہونے والی جنگ میں اُسے شکست ہوئی تو (۱۳۹۲) ۱۹۷۲ء کے آغاز میں اُسے نہ صرف مشرقی پاکستان سے ہاتھ دھونا پڑا بلکہ اُسے قید کر دیا گیا۔ یحیٰی خان ۱۹۷۱ء میں ہی حکومت ذوالفقاء علی بھٹو کے حوالے کر دی تھی جو ایک برطانوی کارندہ تھا اور اُسکی تعلیم و تربیت بھی برطانیہ میں ہی ہوئی تھی۔ ۱۹۷۴ء

میں وہ حکم جو اُس نے اپنے حریفوں کے قتل کیلئے جاری کیا تھا وہی حکم اُسکی اپنی پھانسی کا باعث بنا۔

ذوالفقار علی بھٹو کو باہر کر کے اقتدار حاصل کرنے والا شخص ضیاء الحق، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے منصوبوں کو سمجھنے کیلئے کافی عقلمند تھا۔ اُس نے دشمنوں کی خواہشات اور مقاصد پورے نہیں ہونے دیئے۔ اُس نے سائنس، ٹیکنالوجی اور علوم و فنون میں اپنے ملک کی ترقی کلئے کوشش کی وہ اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ اسلام ہی

کامیابی اور بھلائی کا واحد ذریعہ ہے، تمام خاندانوں کیلئے، تمام افراد کیلئے، معاشرے کیلئے اور پوری قوم کیلئے اسی لیے وہ شریعت کے مطابق قوانین بنانے کا سوچ رہا تھا اُس نے یہ سوال اپنی قوم کے حوالے کر دیا، استصواب رائے کرایا گیا اور عوام نے اسکی تجویز کے حق میں فیصلہ دیا برطانوی پھٹوئوں نے ضیاء الحق اور اُسکے رفیق کاروں کو ایک فضائی حادثے میں مروا کر اپنے آقائوں کیلئے ایک اور بہترین خدمت سر انجام دی کچھ عرصے بعد ذوالفقار علی بھٹو کی بیٹی بے نظیر بھٹو وزیر اعظم بنی جس نے اُن تمام کارندوں کو بری کر دیا جنھیں ملک قوم اور اسلام کے خلاف مختلف قسم کے جرائم کی وجہ سے قید کیا گیا تھا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ انھیں اعلیٰ سرکاری عہدے بھی دیئے گئے جس سے پاکستان میں ہنگاموں اور فسادات کا آغاز ہوا۔ معاملات کی یہی ابتر حالت برطانوی حکومت کی خواہش تھی۔

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد بہت سے ممالک میں برطانیہ نے ایسے لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر متعین کیا جو انگریزوں کے منصبوں کو عملی جامہ پہنا کر برطانیہ کے مفادات کا تحفظ کرتے تھے ایسے ممالک کے اپنے قومی ترانے، قومی پرچم اور حکمران ہوتے ہیں مگر وہ کبھی بھی مذہبی آزادی حاصل نہیں کر سکے۔

پچھلی تین صدیوں میں ترکی اور ملت اسلامیہ کے خلاف جتنی بھی غداریاں اور بغاوتیں ہوئی اُنکی جڑوں میں انگریزونکی سازشیں کارفرما ہوتی ہیں برطانیہ نے سلطنت عثمانیہ کو ٹکڑے

ٹکڑے کرکے اسکی زمین پر ۲۳ چھوٹی بڑی ریاستیں قائم کردی ایسا کرنے سے اُن کا مقصد مسلمانوں کو ایک طاقتور اور عظیم سلطنت کے قیام سے باز رکھنا تھا۔

برطانیہ نے ہمیشہ اسلامی ممالک کو اندرونی بغاوتوں اور بیرونی جنگوں میں الجھائے رکھا مثال کے طور پر اُنھوں نے شام میں قیام پذیر نصرانیوں کو شام کا حکمران بنادیا جنکی آبادی شام کی آبادی کا صرف ۹ فیصد تھی جبکہ سنی مسلمانوں کی اکثریت کو نظر انداز کردیا گیا ۱۹۸۲ء میں مسلح افواج نے دو شہروں (ہما) اور (ہمر) پر حملہ کرکے ان شہروں کو اُجاڑ دیا اور نہتے و بے بس سنی مسلمانوں پر بمباری کی گئی۔

انگریزوں نے سچے سنی علماء کو شہید کر دیا اور قرآن الکریم سمیت بہت سی اسلامی کتب کی جلدیں جلا ڈالی پھر سچے علماء کی جگہ پر مذہبی طور پر جاہل کافر لوگوں کو آگے لایا گیا ان لوگوں کی تربیت برطانیہ نے کی تھی

جمال الدین افغانی افغانستان میں (۱۲۵۴ھ) ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوا۔ اس نے فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ وہ روس کیلئے افغانستان میں جاسوسی بھی کرتا رہا۔ پھر وہ مصر چلا گیا جہاں اسے فری میسن کے طور پر بھرتی کیا گیا۔ بعد میں اسے میسن انجمن کا صدر بنا دیا گیا مصر کا ادیب اسحاق اپنی کتاب الغر میں بیان کرتا ہے کہ جمال الدین قاہرہ کی میسن انجمن کا صدر تھا لیس فرانچو میچنس نامی کتاب، جو فرانس میں ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی کے صفحہ نمبر ۱۲۷ پر بیان کیا گیا ہے جمال الدین افغانی کو مصر میں موجود میسن انجمن کا صدر بنادیا گیا۔ اسے اس عہدے تک پہنچنے کیلئے مفتی عبدہ نے مدد دی تھی۔ برطانیہ نے مسلمانوں میں فری میسن نظام پھیلانے کیلئے اسکی بے انتہا مدد کی۔

علی پاشا، جو سلطان عبد المجید اور سلطان عبد العزیز کے دور حکومت میں پانچ مرتبہ وزیر اعلی کے عہدے پر فائز رہا، در حقیقت ایک فری میسن تھا جو برطانوی فری میسن انجمن سے منسلک تھا اس نے جمال الدین افغانی کو استنبول آنے کی دعوت دی اور پھر اسے چند فرائض سونپے۔ اس

وقت کے استنبول یونیورسٹی کے وائس چانسلر حسن تحسین نے افغانی سے چند تقاریر کروائی۔ حسن تحسین کو منافق قرار دے دیا گیا تھا۔ حسن تحسین نے وزیر اعلی مصطفی راشد پاشا سے تربیت پائی تھی مصطفی راشد پاشا برطانوی میسن انجمن سے منسلک تھا۔ افغانی نے اپنے کافرانہ خیالات و نظریات کی اشاعت کیلئے سخت جدوجہد کی اس وقت کے شیخ الاسلام حسن فہمی آفندی نے افغانی کو غلط قرار دیا اور یہ ثابت کیا کہ وہ ایک جاہل منافق تھا پس علی پاشا افغانی کو استنبول سے نکالنا پڑا اس نے اپنے منافقانہ انقلابی خیالات اور مذہبی اصلاحات کو اب کی بار مصر میں نافذ کرنے کی کوشش کی اس نے برطانیہ کے خلاف اعرابی پاشا کی مدد کرنے کا ناٹک کیا۔ اس نے محمد عبدہ کے ساتھ دوستی کی جو ان دنوں مصر کا مفتی ہوا کرتا تھا اس نے اسلام میں اصلاحات کرنے کے نظریات کے ذریعے سے محمد عبدہ کو بھٹکا دیا۔ میسن انجمن کی مدد سے اُس نے پیرس اور لندن سے ایک رسالہ نکالنا شروع کیا۔ پھر وہ ایران چلا گیا۔ اُس نے وہاں بھی صحیح برتائو نہیں رکھا، نتیجے کے طور پر اُسے زنجیروں میں جکڑ کر عثمانی سرحد کے قریب چھوڑ دیا گیا۔ تاہم وہ کسی بھی طرح وہاں سے بچ کر بغداد چلا گیا اور پھر لندن گیا جہاں اُس نے ایسے مضامین لکھے جن میں ایران پر تنقید کی جاتی تھی۔ پھر وہ واپس استنبول گیا اور ایرانی قوم سے اشتراک کرکے دین کو سیاسی مقصد کیلئے استعمال کرنے لگا۔

جمال الدین افغانی کے جال میں پھنسنے والا سب سے بدنام شخص جس نے مذہب کی آڑ میں اسلام کا اندرونی طور پر خاتمہ کرنا چاہا وہ محمد عبدہ تھا۔ وہ مصر میں ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹ء) میں پیدا ہوا اور مصر ہی میں ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں مرا بیروت میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد وہ پیرس چلا گیا جہاں وہ جمال الدین کے ساتھ جا ملا اور برطانوی میسن انجمن کی جانب سے ملنے والے احکامات کے مطابق کام کرنے لگا۔ اُنھوں نے ایک ـــ "العروت الوثقیٰ" نامی رسالہ نکالنا شروع کیا۔ پھر وہ واپس مصر اور بیروت گیا اور اُن علاقوں میں پیرس انجمن کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرنے لگا۔

برطانیہ کی حمایت کی وجہ سے وہ مصر کا مفتی بن گیا اور اہلسنت کیلئے انتہائی جارحانہ طرز عمل اختیار کیا۔ اس طرز عمل میں جو پہلا قدم اُس نے اٹھایا وہ جامع الاذہر یونیورسٹی کے نصاب کی بے حرمتی اور اسے بگاڑنا تھا تا کہ نوجوان نسل کو قیمتی مذہبی معلومات کے حصول سے روکا جاسکے اس نے یونیورسٹی میں پڑھائے جانے والے مضامین کی تنسیخ کروائی اور یہ مضامین اب پرائمری کی سطح پر پڑھائے جانے والے نصاب میں شامل کر دئے گئے۔ ایک طرف ان سکولوں کو علم گاہوں کالبادہ اوڑھایا گیا جبکہ دوسری طرف ان سکولوں میں اسلامی علماء کو گالیاں دی جاتی تھی اور اُن پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ یہی علماء سائنسی تعلیم کی راہ میں حائل رکاوٹیں ہیں۔ اُس نے یہ دعوٰی کیا کہ اپنے علم کا اضافہ کر کے وہ اسلام کو مزید بہتر بنائے گا۔ اُس نے اسلام اور عیسائیت نامی ایک کتاب لکھی جس میں وہ کہتا ہے « تمام مذاہب دراصل ایک جیسے ہیں۔ وہ صرف اپنی ظاہری شکل میں مختلف ہیں۔ یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے »۔ ایک عیسائی پادری کے نام اپنے خط میں وہ لکھتا ہیں۔

« میری خواہش ہے کہ میں دو عظیم مذاہب اسلام اور عیسائیت کو ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر گلے ملتا ہوا دیکھوں۔ اُس وقت تورات یا انجیل اور قرآن ایک دوسرے کی تائیدی کتابیں بن جائیں گی۔ یہ کتابیں ہر جگہ پڑھی جائینگی اور ہر قوم اُنکا احترام کرے گی »۔ وہ مزید کہتا ہے کہ اُسے امید تھی کہ وہ مسلمانوں کو تورات اور بائبل پڑھتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ قرآن الکریم کی تفسیر میں (یہ تفسیر اُس نے جامعتہ الاذہر کے ڈائریکٹر شالتُت کے اشتراک سے لکھی تھی) فتوی جاری کرتا ہے کہ بینکاری سود جائز ہے۔ بعد میں اِس بات کے ڈر سے کہ اس بات پر اُسے مسلمانوں کے طیش و قہر کا سامنا نا کرنا پڑے اُس نے بہانا بنایا کہ وہ اس سوچ سے اب دستبردار ہو چکا ہے۔

ھنا ابو راشد، بیروت کی میسن انجمن کا صدر اپنی کتاب دائرۃ المعارف الماسونیۃ کے صفحہ نمبر ۱۹۷ پر مندرجہ ذیل اعتراف کرتا ہے [یہ کتاب ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء) میں شائع ہوئی] « جمال

الدین افغانی مصر کی میسن انجمن کا صدر تھا۔ انجمن کے تقریباً اراکین تھے جن کی اکثریت علماء اور مدبرین پر مشتمل تھی۔ افغانی کے بعد ایک امام اور استاد مفتی محمد عبدہ صدر بنا۔ عبدہ ایک بہترین فری میسن تھا۔ کوئی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ عرب ممالک میں میسن نیٹ ورک کو اُسی نے ترقی دی۔

ایک اور رسوا بد نام منافق جسکے بارے میں برطانیہ سارے برصغیر میں واویلا مچایا کرتا تھا کہ وہ ایک عظیم اسلامی عالم ہے، سر سید احمد خان تھا۔ وہ ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۸ء) میں دہلی میں پیدا ہوا۔ اُسکے باپ نے اکبر شاہ کے دور حکومت میں ہندوستان ہجرت کی تھی۔ ۱۸۳۷ء میں اُس نے اپنے تایا کے سیکرٹری کے طور پر کام کرنا شروع کیا جو برطانوی دہلی شرعی عدالت کا جج تھا۔ ۱۸۴۱ء میں سر سید کو جج بنا دیا گیا اور ۱۸۵۵ء میں اعلیٰ جج کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔

ایک اور بدنام، نام نہاد مذہبی شخص جسے برطانیہ نے ہندوستان میں تعلیم و تربیت دی تھی وہ حمید اللہ ہے۔ وہ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں حیدر آباد میں پیدا ہوا جہاں اسماعیلی گروہ کی اکثریت تھی۔ اہلسنت کا متعصبانہ مخالف ہونے کی وجہ سے وہ اسماعیلی گروہ میں شامل ہو گیا۔ وہ پیرس تحقیقی ادارے سی۔ این۔ آر۔ ایس کا رُکن تھا۔ وہ حضرت محمد ﷺ کو صرف مسلمانوں کے پیغمبر کے طور پر متعارف کرانے کی کوشش کرتا رہا۔ انگریزوں نے اسلام کی تباہی کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کیلئے سرگرم اور قابل مسلمانوں کو دھوکے اور جعلسازی کے ذریعے سے مات دی۔ دھوکے کیلئے برطانیہ جو سب سے کار آور ہتھیار استعمال کیا وہ اس بات کا واویلا تھا کہ اسلام کو وقت کے مطابق اپنایا جانا چاہیے، اسے جدید بنایا جانا چاہیے او ساتھ ساتھ اسکے حقیقی معنوں اور روح کو بھی بر قرار رکھا جائے۔ یہ دھوکہ ایک بار پھر ایک غیر مذہبی معاشرے کے قیام کی سازش تھی۔ شیخ الاسلام مصطفی صابر آخندی، جو ایک عظیم علامہ تھے، اُن لوگوں میں سے تھے جو اس سازش کو بہت اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ اُنھوں نے بیان دیا « مختلف مذاہب کو آپس میں ملانے

اور اسلام میں ردوبدل کر کے اُسے جدید بنانے کا مطلب ایسے راستے کی تعمیر ہے جو غیر مذہبیت کی طرف لے جاتا ہے » اور اسطرح انھوں نے واضح کر دیا کہ اُن بدعتیوں کا اصل مقصد کیا تھا۔

برطانیہ سمیت اسلام کے تمام دشمنوں نے تندہی سے جدوجہد کی کہ کسی بھی طرح سے درویشی خانقاہوں اور تصوف کے راستوں کو بگاڑ دیا جائے۔ اُنھوں نے شریعت کے تیسرے جزو اخلاص کے خاتمے کیلئے بھی سخت کوشش کی۔ تصوف کے عظیم ترین رہنماؤں نے ناتو کبھی سیاست سے کوئی لگاؤ رکھا اور نہ ہی کسی شخص سے دنیاوی فوائد حاصل ہونے کی امید رکھی۔ ان عظیم لوگوں کی اکثریت انتہائی مخلص، فاصل اور مجتہد تھی۔ کیونکہ « تصوف » کا مطلب حضرت محمد ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کی پیروی کرنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے « کسی شخص کا اپنے ہر قول اور فعل میں سختی سے شریعت پر کاربند رہنا » تاہم ایک طویل عرصے تک جاہل، گناہگار حتٰی کہ بیرونی جاسوس بھی اپنے شرمناک مقاصد کے حصول کے لیے شریعت میں بگاڑ پیدا کر کے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کرتے رہے۔ مثال کے طور پر ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ ذکر دراصل دل سے کیا جاتا ہے۔ ذکر، انسان کے دل کو محبت اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر محبت مثلاً محبت دنیا اور محبت مخلوق سے صاف کر دیتا ہے۔ اس صفائی سے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں مضبوطی سے قائم ہو جاتی ہے۔

یہ ذکر نہیں ہے کہ لوگوں کے مجمع میں مرد اور عورتیں ذکر کے نام پر مختلف عجیب و غریب آوازیں نکالیں۔ اُن عظیم مذہبی رہنمائوں اور صحابہ کرام کا بتایا ہوا راستہ پہلے ہی بھلایا جا چکا ہے۔ عبادت کے نام پر گناہ کیلئے جا رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ اب کوئی ایسی درویشی خانکاہ باقی نہیں رہی جہاں غلط کام اور گناہ نہ کئے جاتے ہوں یا جہاں شیعوں جیسی منافقانہ حرکات سرائیت نہ کر چکی ہوں۔ درویشی خانکاہوں میں موسیقی بہت عام ہے۔ گانا بجانا اور مرد و زن کا بغیر کسی پردے کے اکٹھا رقص کرنا اور اس قسم کی تمام عجیب حرکات عبادت کہلاتی جاتی

ہیں۔ مختلف تصورات مثلاً "ترکی مذہبی موسیقی" اور موسیقی تصوف اپنے سے گھڑ لئے گئے ہیں۔

در حقیقت آج استنبول میں کوئی حقیقی صوفی نہیں ہے۔ جبکہ ایشیاء، مصر، ایران، عراق، شام، حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک میں صوفیوں کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔ تاہم شرمناک جعلی پیروں اور صوفیوں کی کثیر تعداد ضعیف الاعتقاد لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ترکی میں درویشی خانقاہوں کے خاتمے کا مقصد در حقیقت گناہوں کے ایسے اڈوں کا خاتمہ تھا جہاں مشکوک خاندانوں کے افراد جمع ہو کر حقیقی اور عظیم صوفی افراد پر بہتان درازی کیا کرتے تھے۔ ان چیزوں کی ایک عام مثال آجکل بھی کچھ مواقعوں پر دیکھنے کو ملتی ہے جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی کے عرس پر جہاں کچھ لوگ جو خود گناہ گار شرابی اور سفاک ہوتے ہیں۔ مذہبی گانے گاتے ہیں اور نام نہاد مذہبی وجد میں جھومتے ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے وہ لوگ جو مذہبی معاملات کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اسلام میں یہ سب کچھ جائز ہے۔

جیسا کہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ برطانوی اہلکاروں اور عیسائی راہوں نے پہلے علوم و فنون اعلیٰ خلقی اور فراست کے ان گھروں یعنی صوفی خانقاہوں میں بگاڑ پیدا کیا اور پھر اس بہانے سے کہ یہ فسق و فجور کی جگہیں ہیں نہ صرف انھوں نے بگڑی ہوئی خانقاہوں کو مسمار کیا بلکہ ان خانقاہوں کو بھی جن میں بگاڑ پیدا نہیں کیا جاسکا تھا۔ تمام فرقے مثلاً وہابیت، مذہبی اختیاریت، اصلاحیت اور سلفیہ انگریزوں کے پیدا کردہ ہیں۔ اور یہ سب کچھ تصوف کے خلاف منظم جارحیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلام کے تمام دشمنوں خصوصاً برطانیہ نے مسلمانوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں پیچھے رکھنے کیلئے تمام حربے استعمال کیئے۔ مسلمانوں کو تجارت اور ہنرمندی سے روک دیا گیا۔ الکوحلی نشے، فحاشی اور رنگ رلیاں اور جوئے جیسے اعمالِ بد کو مقبول عام بنایا گیا تا کہ اسلامی ممالک میں موجود اعلیٰ اخلاقی اقدار کو آلودہ کیا جائے اور اسلامی معاشرت کو تباہ کر دیا جائے۔

آرمینیائی، بازنطینی اور دوسری غیر مسلم عورتوں کو مسلمانوں کو بگاڑنے کیلئے اہلکاروں

کے طور پر بھرتی کر لیا گیا۔ نوجوان لڑکیوں کو درخشندہ جالوں کے ذریعے اپنی پاکیزگی کھونے پر ورغلایا گیا۔ ان خوبصورت جالوں کی عام مثالیں فیشن گاہیں، ڈانس کلب اور وہ سکول ہیں جہاں ماڈل اداکارہ بننے کی تربیت دی جاتی تھی۔ مسلم والدین کو تو اب بھی اس سلسلے میں بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ اُنھیں انتہائی چوکس رہنا ہو گا تاکہ اپنے بچوں کو ان ناپاک لوگوں کے بچھائے ہوئے جالوں میں گرنے سے بچا سکیں۔

اپنے زوال کے سالوں سے کچھ عرصہ پہلے، سلطنتِ عثمانیہ اپنے طلباء اور اعلیٰ عہدیداروں کو تربیت کیلئے یورپ بھیجا کرتی تھی جن میں سے چند طلباء اور عہدیداروں کو فری میسن انجمن میں شامل ہونے پر آمادہ کر لیا جاتا تھا۔ اسطرح وہ لوگ جنھیں سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا تھا اُنھیں اسلام اور سلطنت عثمانیہ کو مسمار کرنے کی چالیں سکھائی جانے لگیں۔ ان لوگوں میں سے جس شخص نے سلطنت عثمانیہ اور امتِ مسلمہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا وہ مصطفیٰ راشد پاشا تھا۔ لندن میں اُس کا قیام اُسے اسلام کے ایک مسلمہ اور عیار دشمن کے طور پر منظم کرنے کیلئے انتہائی موزوں تھا۔ اُس نے سکاٹ لینڈ میسن انجمن کے ساتھ اشتراک کر لیا۔ آخرکار سلطان محمود خان نے مصطفیٰ راشد پاشا کے غدارانہ اعمال کی طرف توجہ دی اور اُسے پھانسی پر چڑھانے کا حکم دیا۔ مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی کیونکہ سلطان کی باقی زندگی اتنی کم تھی کہ وہ اپنے حکم کو عملی جامہ نہیں پہنا سکا۔ سلطان کی وفات کے بعد مصطفیٰ راشد پاشا اور اُس کے رفیق کار واپس استنبول چلے گئے اور اسلام و مسلمانوں کو اتنا شدید نقصان پہنچایا جتنا پہلے کبھی نہیں پہنچایا گیا تھا۔

عبدالمجید خان جو ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) میں بادشاہ بنا اُس وقت صرف ۱۸ سال کا تھا۔ وہ بہت کم عمر اور نہ تجربہ کار تھا۔ اُسکے اردگرد کے علماء نے بھی اُسے سمجھایا یہ وہی عرصہ تھا جو عثمانی تاریخ کے سب سے بڑے اور افسوسناک نقطہ زوال کا باعث بنا اور سلطنت کو ایسی زوال پذیری کی جانب لے گیا جہاں سے وہ کبھی بہتری کی جانب واپس نا آسکی۔ سادہ لوح اور معصوم نوجوان بادشاہ برطانیہ کی

چاپلوسی میں آگیا وہی برطانیہ جو اسلام کا انتہائی عیار دشمن ہے۔ اور برطانیہ کے کہنے پر جاہلوں کو اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز کر دیا۔ یہ مطلق جاہل سکاٹ لینڈ میسن انجمن کے تربیت یافتہ تھے۔ جبکہ نوجوان بادشاہ سلطنت کی تباہی کے بارے میں انگریزوں کی حکمت عملی کو سمجھنے کیلئے انتہائی نابالغ تھا اور اُسے محتاط کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ اسلام کی تباہی کے نظریئے کے تحت برطانیہ میں سکاٹ میسن انجمن قائم کی گئی۔ اس تنظیم کے ایک انتہائی سازشی رکن لارڈ راڈنگ کو برطانوی سفیر کے طور پر استنبول بھیجا گیا اور چند خوشامدی بیانات بھی اُسکے ساتھ بھیجے گئے مثلاً اگر تم اس مہذب اور کامیاب وزیر (راشد پاشا) کو اعلیٰ وزیر کے عہدے پر فائز کرو گے تو سلطنت برطانیہ اور آپ کی عظیم سلطنت کے مابین تمام اختلافات حل کر دیئے جائینگے اور عظیم سلطنت عثمانیہ معیشت، معاشرت اور فوج میں ترقی حاصل کرے گی۔ لارڈ راڈنگ خلیفہ کو آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) میں جیسے ہی راشد پاشا نے اعلیٰ وزیر کے اختیارات حاصل کرنے کیلئے اُس نے بڑے بڑے شہروں میں میسن انجمنیں قائم کرنا شروع کر دیں اور اس مقصد کیلئے نام نہاد تنظیمات کے قانون کو بنیادوں کے طور پر استعمال کیا۔ یہ قانون اُس نے لارڈ راڈنگ کی معاونت سے اُس وقت تیار کیا تھا جب وہ ۱۲۵۳ھ میں وزیر خارجہ تھا اور یہ قانون ۱۲۵۵ھ میں قانونی طور پر نافذ کر دیا گیا۔

جاسوسی اور غداری کے اڈوں نے کام کرنا شروع کر دیا۔ نوجوان نسل کو مذہبی تعلیم عاری تعلیم سے تعلیم یافتہ بنایا جانے لگا۔ لندن سے موصول ہونے والے احکامات اور منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے انھوں نے ایک طرف انتظامی، زرعی اور فوجی نظم و ضبط کا خاتمہ کیا اور پھر اپنی حرکات لوگوں کے سامنے اسطرح پیش کیں کہ لوگوں کی مکمل توجہ اُس طرف بٹ گئی جبکہ دوسری طرف انھوں نے اسلامی اخلاقیات، آباؤ اجداد کی محبت اور قومی اتحاد کو پارہ کرنا شروع کر دیا۔ اپنے مقاصد کیلئے موزوں اہلکاروں کو تربیت دینے کے بعد انھیں اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز

کر دیا گیا۔ اُس دور میں یورپ کیمیاء اور طبیعات میں انتہائی تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔ نئی دریافتیں اور اصلاحات کی جا رہی تھیں اور انتہائی شاندار کارخانے اور ٹیکنیکل سکول قائم کیلئے جا رہے تھے۔ مگر عثمانی سلطان یہ تمام ترقیاں نظر انداز کر رہے تھے اور یورپ کے برعکس اہم مضامین مثلاً ریاضی، سائنس، جومیٹری اور فلکیات، جو فاتح محمد (استنبول کے فاتح) کے دور سے مدرسوں کے نصاب میں شامل تھے، ہمیشہ کیلئے نصاب سے خارج کر دیئے گئے۔ اسی طرح سائنسی تعلیم یافتہ علماء کے علم اِس مغالطہ آمیزی سے ضائع کر دیا گیا کہ "مذہبی عالم کو سائنسی تعلیم کی کوئی ضرورت ہیں " پھر بعد میں آنے والے اسلام دشمنوں نے مسلمان بچوں کو یہ کہہ کر اسلام سے بیگانہ کرنا چاہا کہ " مذہبی عالم سائنس نہیں جانتے اس لیئے وہ غیر ترقی یافتہ اور جاہل ہیں" اسلام اور مسلمانوں کیلئے جو کچھ بھی شدید نقصان دہ ہوتا تھا اُسے جدت اور ترقی کا نام دیا جاتا تھا۔ ریاست کیلئے نقصان دہ ہر قانون منظور کروایا جاتا تھا۔ سلطنت عثمانیہ کے اصل مالک یعنی ترکوں کو دوسرے درجے کے شہری کا درجہ دیا جات تھا۔

وہ مسلمان جو اپنے فوجی فرائض سر انجام دینے میں ناکام ہو جاتے اُنھیں دولت کی ایک بڑی مقدار جرمانے کے طور پر ادا کرنا پڑتی تھی جو اُن کی دسترس سے باہر ہوتی تھی جبکہ غیر مسلموں کو اُسی جرم کیلئے انتہائی کم اور غیر اہم جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ افسوس صد افسوس یہ کہ اسی ملک کے حقیقی بچوں کو برطانیہ کی مول لی ہوئی جنگوں میں شہید کیا جا رہا تھا، ملک کی صنعتیں اور تجارت آہستہ آہستہ غیر مسلموں اور فری میسنوں کے ہاتھوں میں منتقل کی جا رہی تھیں۔ یہ سب کچھ راشد پاشا اور اُسکے پٹھوئوں کی سازشوں کا نتیجہ تھا۔

اِس بات کا الزام لگاتے ہوئے کہ روسی شہنشاہ نکولس ائول، یروشلم میں دقیانوسی خیالات کے حامل لوگوں کی آبادی کو کیتھولکس کے خلاف بھڑکا رہا ہے، برطانیہ نے فرانس کے بادشاہ بونا پارٹ سوئم سے ترکی اور روس کے مابین ہونے والی کریملین جنگ میں شامل ہونے کا اصرار کیا۔ بونا

پارٹ سوئم بحیرہ روم کے ارد گرد کے علاقوں میں روسی حکومت کے قیام کے خدشے سے پہلے ہی کافی پریشان تھا۔ یہ اشتراک جو در حقیقت برطانیہ کے فائدے کیلئے کیا گیا تھا، راشد پاشا کی سفارتی ہنر مندی کے نتیجے میں ترکی عوام کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلطان نے بذاتِ خود سب سے پہلے اُن تخریبی کارروائیوں کو محسوس کیا جنھیں دشمن جھوٹی آرائش ذرہ اشتہار بازی اور مصنوعی دوستی کے دکھاوے کے ذریعے چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اتنی اندوہناک شرمندگی محسوس کر رہا تھا کہ اپنے ذاتی محل میں اپنے آپ کو ڈانٹا کرتا تھا اور انتہائی غمگین طریقے سے سسکیاں لیا کرتا تھا۔ وہ بہت کوشش کر رہا تھا کہ کوئی ایسی راہ نکالی جاسکے جس کے ذریعے سے ملک و قوم کو گھن کی طرح کھانے والے دشمنوں سے لڑا یا جاسکے۔ وہ ماتم ذرہ طریقے سے اللہ تعالیٰ سے مدد کیلئے منت سماجت کیا کرتا تھا۔ اسی لئے اُس نے راشد پاشا کو وزیر اعلیٰ کے عہدے سے کئی مرتبہ برخاست کیا تاہم ہر مرتبہ یہ عیار شخص جس نے اپنے لئے عظیم اور بہترین کے خطابات تراش رکھے تھے کسی بھی طرح سے اپنے حریفوں کو شکست دے کر اپنی پوزیشن بحال کر لیتا تھا۔ بد قسمتی سے سلطان کے غم اور شرمندگی کے شدید احساسات تپ دق جیسی خطرناک بیماری کا موجب بنے جس نے سلطان کی زندگی کا جلد ہی خاتمہ کر ڈالا۔ آنے والے سالوں میں مصطفیٰ راشد پاشا کو صرف یہ یقینی بنانا تھا کہ تمام انتظامی عہدوں، یونیورسٹی کی رکنیت اور قانونی عدالتوں کی صدارت کو اُس کے پیروکاروں میں تقسیم کر دیا جائے، اور اُس نے ایسا ہی کیا۔ اسطرح اُس نے عثمانی تاریخ میں ایسے عرصے کیلئے راہ ہموار کی جسے قحط الرجال کہا جاتا ہے (یعنی قابل شخص کی کمی) اور اسطرح سلطنت عثمانیہ کے مرد بیمار کہلانے کا باعث بنا۔ معاشیات کا پروفیسر عمر اقصیٰ ۲۲ جنوری ۱۹۸۹ء کو روزنامہ ترکیہ میں شائع ہونے والے ایک کالم میں لکھتا ہے " ۱۸۳۹ء کا تنظیمات فرمان مغربی بننے کی تحریک کی طرف پہلا قدم قرار دیا جاتا ہے۔ ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا کہ ہم اِس حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں کہ ہمیں مغرب سے صرف سائنس و ٹیکنالوجی حاصل کرنے چاہیں جبکہ اپنی ثقافت اور

قومیت پر قائم رہنا چاہئے۔ ہم مغرب میں شامل ہونے کو واضح ہم مغرب میں شامل ہونے کو واضح طور پر عیسائیت اختیار کرنے سے منسلک گردانتے ہیں۔ مصطفی راشد پاشا نے برطانیہ کے ساتھ جو تجارتی معاہدہ کیا وہ ہماری صنعتکاری کے فروغ کی کوشش پر شدید ترین ضرب تھی۔

سکاٹ میسن انجمنوں نے سلطنت عثمانیہ پر اپنا تسلط قائم رکھا۔ بادشاہ شہید کردیئے جاتے تھے ملک و قوم کیلئے ہر کار آمد عمل پر اعتراضات اُٹھائے جاتے تھے بار بار بغاوتیں اور انقلاب اُٹھ کھڑے ہوتے ان نمک حراموں کے خلاف سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والا سلطان عبدالحمید خان دوم تھا (اللہ اُنھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے) اسی لیے دشمنوں نے اُسے انقلابی سلطان قرار دیا۔

سلطان عبدالحمید خان نے سلطنت کو معاشی طور پر مستحکم کیا وسیع تعداد میں سکول اور یونیورسٹیاں کھولی اور ملک کو ترقی یافتہ بنایا۔ اُس نے شعبہ طب کو ترقی دی۔ اسکے بنائے ہوئے ایک طبی مرکز کا یورپ میں کوئی ثانی نہیں تھا سوائے اُس ایک ادارے کے جو ویانہ میں قائم تھا (۱۲۹۳ھ) ۱۸۷۶ء میں پولیٹیکل سائنسز کا ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ جبکہ (۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ئ) میں شعبہ قانون اور محتسب کا ادارہ قائم کیا گیا۔ اس نے ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں ایک انجینئرنگ کا ادارہ قائم کیا اور اُسی سال لڑکیوں کیلئے ایک اقامتی ہائی سکول قائم کیا گیا۔ اُس نے ترکوس جھیل سے استنبول تک پانی لانے کا بندوبست کرایا۔ اُس نے بُرسہ میں ریشم کے کیڑے کی افزائش کا سکول کھلوایا اور ہالکالا میں ذرعی اور حیوانی ادویات و علاج معالجے کا مرکز کھلوایا۔ حمدیہ میں ایک کاغذ کی فیکٹری قائم کروائی، ششلی میں حمیدیہ اطفال نامی ہسپتال قائم کروایا اور دارالاکیزہ بھی قائم کیا۔ کدیکوئے میں ایک کوئلہ گیس کا کارخانہ قائم کروایا، بیروت بندر گاہ کیلئے ایک مال گودام قائم کیا اور عثمانیہ بیمہ کمپنی قائم کی گئی۔ اریعلی اور ذنگلدک میں کوئلے کی کانیں کھدوائیں۔ پاگلوں کیلئے پناہ گاہ تعمیر کروائی۔ اُس نے اپنے وقت کی دنیا کی سب سے طاقتور فوج تشکیل دی۔ اس نے اپنے بحری

بیڑے میں موجود پرانی اور بوسیدہ کشتیوں اور جہازوں کو نکال باہر کیا اور بحری بیڑے کو اعلیٰ کوالٹی کے تیز رو جنگی جہازوں اور جنگی کشتیوں کے ذریعے سے مزید مضبوط کیا۔ یہ جہاز اور کشتیاں یورپ میں نئی نئی ایجاد ہوئی تھی۔ اس نے استمبول، اسکشحر، انقرہ، اسکشحر، عدن، بغداد اور عدن دمشق اور مدینہ ریلوے لائنز تعمیر کروائی۔ اسطرح دنیا کا سب سے وسیع ترین ریلوے نظام اُس وقت سلطنت عثمانیہ میں تھا عبد الحمید خان نے کارہائے نمایاں کے اثرات آج تک باقی ہیں۔ آج بھی جو لوگ ترکی میں ٹرین سے سفر کریں گے وہ یہ دیکھ کر فخر محسوس کریں گے کہ ترکی میں تمام ریلوے اسٹیشن وہی ہیں جو سلطان عبد الحمید خان کے دور حکومت میں تعمیر کئے گئے تھے۔

برطانیہ کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی سے یہودیوں نے فلسطینی علاقوں میں ایک یہودی ریاست قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ عبد الحمید خان جو اُنکی صیہونی حرکات اور خواہشات کی تہہ تک پہنچنے کیلیئے کافی عقلمند تھا اور اسی لیئے یہودیوں کے خطرے کو بھانپ چکا تھا۔ اُس نے فلسطینیوں کو نصیحت کی کہ وہ فلسطینی زمین یہودیوں کو فروخت نہ کریں۔ عالمی صیہونی تنظیم کا صدر (تھیوڈور ہرتشل) اپنے ہمراہ (ربی مشے لیوی) کو لیکر سلطان عبد الحمید سے ملا اور اس سے درخواست کی کہ یہودیوں کو زمین فروخت کی جائے۔ سلطان کا جواب یہ تھا۔ میں تمھیں زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ دوں گا حتی کہ دنیا کی تمام طاقتیں میرے پاس آئیں اور میرے سامنے دنیا کے تمام خزانوں کا ڈھیر لگا دیں تب بھی نہیں۔ یہ زمین جس پر ہمارے آبائو اجداد نے اپنی جانیں قربان کیں اور اسے آج تک محفوظ رکھا فروخت نہیں کی جاسکتی اس پر یہودیوں نے اتحاد و ترنامی تنظیم کے ساتھ اشتراک کرلیا۔ زمین پر موجود بدی کی تمام طاقتیں سلطان کے خلاف متحد ہو گئیں آخر کار (۱۳۲۷ھ) ۱۹۰۹ء کو سلطان کو تخت سے اتار دیا گیا اور تمام مسلمانوں کو یتیم کر دیا گیا۔ اتحاد و ترقی جماعت کے رہنمائوں نے ریاست کے تمام اعلیٰ عہدوں پر اسلام دشمنوں اور فری مینوں کو بھرتی کر دیا۔ در حقیقت خیر اللہ اور موسیٰ کاظم، جنھیں علی الترتیب شیخ الاسلام متعین کیا گیا تھا۔

فری میسن تھے انھوں نے پوری ریاست میں خون خرابہ کرایا۔ بلقان اور چناکل میں لڑی جانے والی روس، فلسطین جنگیں جو درحقیقت برطانوی پھٹوئوں کی پیدا کردہ تھی، ان جنگوں کے ذریعے سے عبدالحمید خان کی تشکیل کردہ دنیا کی سب سے طاقتور اور مضبوط فوج کو خفیہ منصوبوں اور چال بازی سے تباہ کر دیا گیا۔ انھوں نے لاکھوں معصوم نوجوانوں کو شہید کر دیا اور ملک سے فرار ہو کر اپنی غدارانہ فطرت ثابت کر دی۔ یہ غدار لوگ ملک سے ایسے وقت فرار ہوئے جب ملک کو اتحاد اور حفاظت کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت تھی۔ ہمارے غیر مسلم ہم وطن جنھیں گرجوں اور سلطنت عثمانیہ میں قائم عیسائی سکولوں میں گمراہ کیا جاتا ہے انھیں ورغلایا گیا کہ وہ عثمانی انتظامیہ کے خلاف بغاوت کریں۔ کالی ٹوپیوں والے جاسوس جنھیں سکول کے استاد، گرجوں کے پادری اور نام نہاد اخباری مراسلہ نگاروں کے بھیس میں آگے بھیجا جاتا تھا پہلے دولت، اسلحہ اور تحاریک حاصل کرتے اور پھر جہاں کہیں بھی جاتے وہاں بغاوتیں اور غداریاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی یونانی آرمینیائی اور بلغاریاء افراد کی قتل و غارت گری اب بھی تاریخ کے صفحات پر انسانی ظلم کے نمونے کے دھبوں کی صورت میں موجود ہے یہ بھی برطانیہ ہی تھا جو یونانیوں کو ازمیر ادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ترک قوم پر انتہائی رحم فرمایا جسکی وجہ سے وہ لوگ آزادی کی ایک عظیم تحریک کے آخر میں اس خوبصورت ملک کا دفاع کرنے میں کامیاب ہوئے۔

جب سلطنت عثمانیہ کا زوال ہوا تو پوری دنیا ایک بد نظم ریاست کی شکل اختیار کر گئی سلطنت عثمانیہ مختلف ریاستوں کے درمیان فاصل ریاست کا کام دے رہی تھی وہ مسلمانوں کیلئے ایک محافظ اور غیر مسلموں کیلئے مانع جنگ تھی سلطان عبدالحمید خان کے کسی بھی ملک میں امن و سکون نہ رہا اور نہ ہی یورپ میں قتل عام اور لوٹ مار کا سلسلہ کبھی ختم ہوا یورپ کے ممالک پہلے جنگ عظیم اولر کا ایندھن بنے پھر جنگ عظیم دوم کی تکالیف برداشت کی اور پھر کمیونسٹ حملوں اور جنگ کی چکی میں پستے رہے۔

ایسی اقوام جنھوں نے برطانیہ سے اشتراک کر کے سلطنت عثمانیہ پر پشت سے حملہ کیا اب اتنی دگرگوں حالت میں تھے کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اب کبھی امن کا مزا نہیں پا سکیں گے۔ وہ لوگ اپنے اعمال بد پر اتنا نادم ہوئے کہ انھوں نے دوبارہ عثمانی سلطان کے نام سے خطبہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ جب آخر کار فلسطین میں برطانیہ نے ایک اسرائیلی ریاست قائم کر دی تو یہ بہت واضح ہو گیا کہ سلطنت عثمانیہ کی موجودگی کتنی اہمیت کی حامل تھی۔ اسرائیلی ظلم کی صورت میں موجوز وحیثیت اور بربریت فلسطینی عوام جھیل رہے ہیں وہ تمام اخباروں میں شائع ہوتی ہیں اور باقاعدہ طور پر ٹیلی وژن کی زینت بھی بنتی ہیں۔ مصری وزیر خارجہ احمد عبد المجید نے ۱۹۹۰ء میں یہ بیان دیا مصری تاریخ کے سب سے پر امن اور پر سکون دن عثمانی دور میں گزرے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی مشنریوں کی موجودگی ان علاقوں میں ناگزیر ہوتی تھی جہاں امریکہ اور یورپ کے عیسائی کے مفادات موجود ہوتے تھے یہ مشنری، مفادات کے شکاری اور امن و سکون میں بگاڑ پیدا کرنے والے ہیں جو حضرت عیسی کی عبادت بھی کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کفر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے) ان مشنریوں کی سب سے ایم ڈیوٹی یہ ہے کہ جو ممالک انھیں سونپے گئے ہیں ان ممالک کو عیسائی ممالک کا محتاج بنا دیا جائے۔ مشنریوں کو جن ممالک میں جانا ہوتا تھا وہ ان ممالک کی زبانیں، رسوم اور ثقافت مکمل طور پر سیکھتے تھے۔ جیسے ہی وہ کسی ملک میں کام شروع کرتے تھے وہ اس ملک کی سیاسی حیثیت، فوجی طاقت، جغرافیائی حالت، معاشی سطح اور مذہبی ڈھانچے کا مکمل تفصیل سے مطالعہ کرتے اور پھر اپنی معلومات ان عیسائی حکومتوں کو پہچاتے جن کیلئے وہ کام کر رہے ہوتے تھے۔ وہ جہاں کہیں بھی جاتے اُنھیں مددگار افراد مل جاتے اور وہ اُنھیں رقم کے عوض خرید لیتے تھے۔ ابھی تک مقامی افراد سے ملتے جلتے نام ہونے کی وجہ سے وہ (رقم کے عوض حاصل شدہ) افراد اب یا تو عیسائیت زدہ مطلق جاہل ہیں یا پھر فروخت شدہ نمک حرام۔ امیدوار مشنری کو یا تو اس ملک میں تربیت دی جاتی تھی جس ملک میں

اُسے اپنے مشن کو عملی جامعہ پہنانا ہوتا تھا یا پھر کسی ایسے مشنری کے ذریعے سے جو اُس ملک کا تربیت یافتہ ہو۔

فری میسن راشد پاشا کے تیار کردہ اور سرکاری اعلان کردہ گلہان فرمان کے نتیجے میں مشنری سرگرمیاں مزید بڑھ گئیں۔ اناطولیہ کے خوبصورت ترین علاقوں میں کالج کھولے جانے لگے فرات کالج ہرپت میں (۱۲۷٦ھ) ۱۸۵۹ء میں کھولا گیا۔ اس کالج کے قیام کے سلسلے میں اخراجات کی کسی بھی حد کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ اسی دوران ہرپت کی سرزمین پر مشنریوں نے ٦۲ مراکز اور ۲۱ گرجے تعمیر کیئے گئے

آرمینیا کے ٦٦ دیہاتوں میں ٦۲ مشنری تنظیمیں قائم کی گیں اور ہر تین دیہات کیلئے ایک گرجا تعمیر کیا گیا۔ تمام آرمینیائی افراد کو ان کی عمر کی پرواہ کیلئے بغیر عثمانیوں کا حریف بنا دیا گیا اور مشنری عورتوں نے اس مقصد کیلئے آرمینیائی عورتوں اور لڑکیوں کو ورغلانے کا کوئی موقع ضائع نا کیا۔ بدنام مشنری عورت ماریہ اے ویسٹ کے بعد میں اپنی کتاب شائع کی جس کا نام مشن کا عشق تھا وہ اپنی اس کتاب میں کہتی ہے ہم لوگ آرمینیائی عوام کی روح میں سرائیت کر گئے تھے اور ان کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا تھا یہ طرز عمل آرمینیائی باشندوں کے ساتھ ہر علاقے میں روا رکھا گیا۔ گازیِنتپ کا انتپ کالج، مرزفون کا انادولہ کالج اور استنبول کا رابرٹ کالج اسکی چند مثالیں ہیں مثلاً مردفون کالج میں ایک بھی ترک طالب علم نہیں تھا۔ اسکے ۱۳۵ طالبعلموں میں سے ۱۰۸ آرمینیائی جبکہ ۲۷ بازنطینی نے یہ طلبہ اناطولیہ کے تمام علاقوں سے جمع کئے جاتے اور کالج کے ہاسٹل میں رہا کرتے تھے کالج کا ڈائریکٹر دوسرے اداروں کی طرح ایک پادری تھا۔ اسی دوران اناطولیہ میں ایک انتہائی جوشیلی تحریک شروع ہوئی۔ خفیہ آرمینیائی انجمن کے باغی انتہائی سنگدلی سے مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے اور مسلمانوں کے قصبوں کو آگ لگا دیا کرتے تھے۔ وہ عثمانیوں کے زندہ رہنے کے حق کو تسلیم نہ کرتے تھے اور اس بات کو بھی مد نظر رکھتے تھے کہ یہی لوگ

اس ملک کے اصل مالک و محافظ ہیں بعد میں آرمینیائی لوگوں کی شامت آئی اور ان کا تعاقب کرنے کے بعد انکے خلاف بدلے اور انتقام کا ایک آپریشن (۱۳۱۱ھ)۱۸۹۳ء میں عمل میں لایا گیا۔ اس آپریشن کے نتیجے میں اس راز کی پردہ کشائی ہوئی کہ وہ باغی اُسی کالج کی پیداوار تھے اور اُسی کالج میں انھوں نے اپنی حکومت عملی طے کی تھی اور یہ کہ ان کے سرغنہ کالج دو اُستاد تھے جن کے نام کیایان اور تمایان تھے۔ اس راز کے افشا ہو جانے پر مشنریوں نے ان دو شیطانی آرمینیائی استادوں کو بچانے کیلئے عالمگیر احتجاج شروع کر دیا۔ امریکہ اور برطانیہ میں عظیم عوامی مظاہرے ہوئے۔ یہ کہنا باعث حیرانگی ہو گا کہ یہ واقعہ برطانیہ اور سلطنت عثمانیہ کے مابین اختلافات کا اہم سبب تھا اور جو بات مزید پر حیرت ہے وہ یہ ہے کہ جب برطانوی مشنریوں کی منعقد کردہ احتجاجی ریلیاں ۱۸۹۳ء میں منعقد ہوئیں تو مرزفون کے انادولہ کالج کا سربراہ نا صرف لندن میں موجود تھا بلکہ مظاہرین میں بھی شامل تھا اناطولیہ میں مسلمانوں کا قتل عام جو درحقیقت عیسائیوں نے کیا تھا بعد میں عیسائی مصنفوں نے اپنی تصانیف میں مکمل طور پر اُلٹ لکھا اسی طرح کا ایک جھوٹ عربی لغت المنجد کے میر اش باب میں لکھا گیا ہے۔

۱۸۹۳ء میں انجیل کی ۳۰ لاکھ جبکہ دوسری عیسائی کتب کی چالیس لاکھ جلدیں مشنریوں نے ترکی میں موجود آرمینیائی باشندوں میں تقسیم کی۔ اس حساب سے ہر آرمینیائی حتیٰ کہ نوزائیدہ بچوں تک کو سات کتابیں دی گئیں۔

صرف امریکی مشنری سالانہ جو رقم خرچ کرتے ہیں وہ ۲۸۵,۰۰۰ ڈالرز ہیں۔ اس بات کی وضاحت کیلئے کہ یہ رقم کتنی زیادہ ہے ہم یہ بتانا چاہیں گئے کہ مرزفون کے انادولہ کالج جیسے ۱۷۲۸ شاندار کالج اس رقم سے تعمیر کئے جاسکتے ہیں۔

یہ سوچنا سراسر خوش فہمی ہو گا کہ مذہبی جوش و جذبہ کے باعث مشنریوں نے اتنی عظیم الشان رقم خرچ کی کیونکہ مشنریوں کی نظر میں مذہب صرف ایک کاروبار ہے۔ یہ دولت، جو

مشنریوں نے اسلام کو تباہ کرنے اور عثمانی قوم کا نام و نشان مٹا دینے کیلئے اناطولیہ میں خرچ کی، اس رقم کا ایک انتہائی چھوٹا سا حصہ تھا جو انھوں نے اس بات کا واویلا مچا کر حاصل کی تھی کہ ترک قوم آرمینیائی باشندوں کا قتل عام کر رہی ہے آئو ان کی مدد کریں۔

یہ انھی سالوں کی بات ہے کہ ہمارے یونانی ہم وطنوں نے ایتھنز اور ینشحر میں گرجوں اور کالجوں کے مشنریوں کے اکسانے پر اور برطانیہ کی انتہائی بڑی اور مسلح فوج کی حمایت و مدد کی وجہ سے، بغاوت کر دی اور لاکھوں مسلمان مرد، عورتیں اور بچوں کا یکساں طور پر قتل عام کیا، یہ بغاوت (۱۳۱۳ھ) ۱۸۹۵ء میں ادہم پاشا کی سرکردگی میں لڑنے والی فوج نے کچل ڈالی۔ یہ انتہائی اہم فتح تھی جو نہ صرف یونانی فوج کے خلاف حاصل کی گئی بلکہ بغاوت کے اصل محرک برطانیہ کے خلاف بھی۔

برطانیہ پر تین حاکموں کو حکمرانی حاصل ہے۔ شہنشاہ، پارلیمنٹ اور گرجا (گرجے سے مراد ویسٹ منسٹر ہے) ۱۵۱۲ء (۹۱۸ھ) تک پارلیمنٹ اور شہنشاہ کا محل ویسٹ منسٹر کے اندر ہی تھا ۱۵۱۲ء میں ہونے والی آتشزدگی کے بعد شہنشاہ بکنگھم پیلس منتقل ہو گیا جبکہ پارلیمنٹ اور گرجا وہیں رہا۔ برطانیہ میں گرجا (ویسٹ منسٹر) اور حکومت ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور بادشاہ اور ملکہ کو گرجے میں لاٹ پادری کے ذریعے تاج پہنایا جاتا ہے۔

معاشرتی رجحانات نامی ایک رپورٹ جو برطانوی وفاقی محکمہ شماریات نے شائع کی اس رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں پیدا ہونے والے ہر ۱۰۰ بچوں میں سے ۲۳ ناجائز تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ برطانوی میٹروپولیٹن پولیس سکاٹ لینڈ یارڈ کی اعلان کردہ شماریاتی رپورٹ جو ۷ مئی ۱۹۹۰ء کو استنبول کے ایک روزنامہ میں شائع ہوئی، کے مطابق لندن میں انسانی زندگی بالکل بھی محفوظ نہیں۔ لندن ایک انتہائی پر خطر شہر بن چکا ہے خصوصاً عورتوں کیلئے برطانوی پولیس کی رپورٹ کے مطابق پچھلے ۱۲ سالوں میں تمام جرائم کی شرح میں اضافہ ہوا ہے خصوصاً ذاکہ زنی اور

عصمت دری میں تمام ممالک اور مذاہب میں خاندان سے مراد ایسا گھوارہ ہے جیسے جائز تعلقات والے ایک مرد اور عورت باہمی طور پر مل کر تعمیر کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف قوانین نے ہم جنس پرستی کو جائز اور قانونی قرار دے کر ہم جنس پرستوں کو قانون حفاظت بھی دے رکھی ہے۔

۱۲ نومبر ۱۹۸۷ء کو ترکی کے ایک روزنامے میں چھپنے والی برطانوی فوج میں سکینڈل نامی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ملکہ الزبتھ روم سے تعلق رکھنے والی گارڈ رجمنٹ میں نئے بھرتی ہونے والے لانس نائیکوں کو جنسی طور پر ستایا گیا اور اُن پر سادیانہ (جنسی) تشدد بھی کیا گیا۔

۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء کے روزنامہ ترکیہ میں شائع ہونے والے ایک تحقیقی مضمون میں کہا گیا ہے کہ برطانوی گرجوں میں ہم جنس پرستوں کی تعداد ۱۵ فیصد ہے جبکہ نواب گاہوں اور عام لوگوں میں یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ فحاشی پارلیمنٹ تک پھیل چکی ہے اور کئی سکینڈل بھی سامنے آچکے ہیں برطانیہ یورپ کا واحد ملک ہے جہاں ہم جنس پرستوں نے ایک تنظیم قائم کی۔ افسوسناک ترین بات تو یہ ہے کہ برطانوی اسلام دشمنی اُن جگہوں پر بھی واضح نظر آتی ہے جہاں یہ فحش حرکات کی جاتی ہیں۔ لندن کی پشتی گلیاں جہاں زنا، لواطت اور دوسری فحاشی عام ہے، ان گلیوں پر بھی سبز رنگ کیا گیا ہے کیونکہ اسلام اس رنگ کو متبرک اور مقدس قرار دیتا ہے۔ اسکے علاوہ ان بے غیرتی کے اڈوں کے دروازوں پر مکہ کے نقشے والی تختیاں لٹکائی جاتی ہیں۔ برطانویں روزنامے گارڈین میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ۲ لاکھ لڑکیوں نے عدالت سے رجوع کرکے اپنے باپوں کی طرف سے حفاظت کی درخواست کی انھوں نے مدعا بیان کیا کہ ان کے باپ اُس وقت سے اُنھیں جنسی طور پر ہراساں کر رہے ہیں جب سے وہ سن بلوغت کو پہنچی ہیں۔ بی بی سی کے مطابق دوسری طرف وہ لڑکیاں جنھوں نے اس قسم کی حرکات کا نشانہ بننے کے باوجود عدالت سے رجوس نہیں کیا اُنکی تعداد ۵۰ لاکھ ہے۔

زمینی حصہ داری کا سب سے غیر منصفانہ نظام برطانیہ میں ہے نوابوں کے خلاف کاشتکاروں

کی چلائی جانے والی مہمات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حتیٰ کہ آج بھی برطانوی زمین کے ۸۰ فیصد حصے پر مراعات یافتہ اقلیت کا قبضہ ہے

روزنامہ ترکیہ کے ۳۱ مئی ۱۹۹۲ء کو شائع ہونے والے اتوار کے ایڈیشن میں لکھا ہے کہ معاشی دبائو کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیروزگاری اور غربت کی وجہ سے برطانیہ میں خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ برطانوی میڈیکل رسالے میں اطلاع دی گئی ہے کہ آکسفورڈ ہسپتال کے دو ڈاکٹروں نے ایک سروے کیا جسکے مطابق برطانیہ میں ہر

سال ایک لاکھ افراد خودکشی کی کوشش کرتے ہیں جن میں ۴۵۰۰ موت واقع ہو جاتی ہے۔ ان میں ۶۲ فیصد جوان لڑکیاں ہوتی ہیں کوئی دوسری ریاست برطانیہ جتنی دھوکے باز، جارح اور وحشی نہیں ہے جس نے پہلے لاکھوں مسلمانوں کو ہر سال قتل کیا اور اب اپنی ہی قوم کے لاکھوں افراد کو خودکشی پر مجبور کر رہی ہے۔

دوسری طرف آئرلینڈ برطانیہ کیلئے دردسر بن چکا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہم سب ان شاندار دنوں کو دیکھنے کیلئے زندہ رہیں گئے جب انگریز خود ہی ان جالوں میں پھنس جائیں گے جو انھوں نے ہمارے لئے بچھائے تھے۔ سید عبدالحکیم ارواسی کے مقدس نام سے اپنے آپ پر رحمت کے حصول کیلئے ہم اپنی کتاب کے دوسرے باب کا اختتام اُنکے مندرجہ ذیل بیان سے کرنا چاہیں گئے جس میں انھوں نے تمام اہم نقاط کا احاطہ کرتے ہوئے برطانیہ کی اصلیت بتائی ہے۔

انگریز اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اگر اسلام کو ایک درخت تصور کیا جائے تو عام کفار جب بھی موقع پائیں گے اس درخت کے تنے کو آخری حصے تک کاٹ کر اس درخت کو کاٹ گرانے کی کوشش کریں گے۔ نتیجے کے طور پر مسلمان ان کیلئے جارحانہ رویہ اپنائیں گے۔ اسی لئے یہ درخت کبھی نا کبھی اپنے جڑیں دوبارہ پھیلا سکتا ہے۔ جبکہ برطانوی پالیسی مختلف ہے۔ وہ اس درخت کی خدمت کریں گے۔ اس درخت کو پانی دیں گے تا کہ مسلمان اُن کو اپنا دوست خیال

کریں۔ تاہم ایک رات جب تمام مسلمان گہری نیند سو رہے ہونگے تو وہ اسلام کے درخت کی جڑوں میں سب سے نظر بچا کر ذہر ڈال دیں گے۔ درخت ہمیشہ کیلئے خشک ہو جائے گا اور پھر کبھی سبز نہ ہو گا۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے اتحاد کا مظاہرہ کرنے کے ذریعے انھیں دھوکہ دیتے رہیں گے۔ ذہر دینے کی یہ مثال ان برطانوی چالوں کو ظاہر کرتی ہیں جو انگریزوں نے اسلامی علماء، اسلامی ادب اور تعلیم کو نیست و نابود کرنے کیلئے چلیں۔ یہ چالیں انھوں نے منافق اور بے غیرت مقامی باشندوں کی مدد سے چلیں۔ ان بے غیرت لوگوں کو انگریزوں نے جنسیاتی خواہشات کی تسکین کے ذرائع مثلاً دولت، نوکری، زمین اور عورتوں کے بدلے خرید اتھا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو تمام اقسام کی بدی سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ تمام مدبروں، سیاستدانوں، علماء اور تمام مسلمانوں کو برطانیہ اور مشنریوں کے مکر و فریب اور چالوں میں پھنسے اور ان لوگوں کی خدمت کرنے سے محفوظ رکھے آمین۔

خلاصۃ الکلام

مندرجہ ذیل باب ایک کتابچے خلاصۃ الکلام کا ترجمہ ہے

یہ کتابچہ عربی زبان میں ہے۔ اسکا مصنف یوسف نبہانی بیروت میں (۱۳۵۰ھ) ۱۹۳۲ء میں وفات پا گیا حمد و ثناء صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت کی نعمت سے سر فراز کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے ہدایت اور گمراہ چھوڑ دیتا ہے (اللہ تعالیٰ مکمل عدل و انصاف کے ساتھ ان لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو گناہوں سے بچنے اور ابدی خوشی کے حصول کی دعا مانگتے ہیں) ہم اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں جو تمام انبیاء اور اولیاء میں بزرگ ترین ہیں اور آپؐ کی آل (اولاد) پر بھی درود و سلام بھیجتے ہیں اور آپؐ کے تمام صحابہ کرام پر بھی جو اپنے اعمال صالح کی وجہ سے دنیا میں اسطرح چمکتے ہیں جسطرح آسمان پر ستارے چمکتے ہیں۔

اس کتابچے کے صرف چند صفحات ہیں مگر اس میں موجود معلومات کے لحاظ سے یہ بہت قیمتی ہے صاحب علم و فہم اگر اس کتاب کو سوجھ بوجھ سے پڑھیں تو وہ اس بات سے اتفاق کریں گے اور وہ اصحاب جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور سیدھے راستے پر چلنے کی نعمت سے نوازا ہے اس کتاب پر مکمل یقین کر لیں گے۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے اعلیٰ نعمت صراط مستقیم اور کفار پر اللہ تعالیٰ کے عذاب یعنی دلالت کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتی ہے۔ میں نے اس کتابچے کو خلاصتہ الکلام فی ترجیح دین الاسلام کا نام دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے دین اسلام قبول کرنے میں مدد دینے والے بیانات کا خلاصہ

اے انسان اگر تم ابدی عذاب سے بچنے اور لا محدود نعمتوں کے حصول کی خواہش رکھتے ہو اگر تم سارا وقت اس اہم اور عظیم سچ پر غور کرنے میں گزار دو گے، اگر تم اپنی ذات کو ابدی عذاب سے بچانے کے ذریعے کی تلاش میں تمام توانائیاں صرف کر لو گے، جب تم تنہا تھے اور ہر قسم کی صورتحال میں اگر تم دوسرے تمام افراد سے اشتراک کیا اور بحیثیت انسان اپنی تمام تر

قابلیتوں کو بروئے کار لاکر اس مقصد کے حصول کیلئے جدوجہد کی یہ تمام جدوجہد بالکل غیر اہم نظر آئے گی اگر اس کا موازنہ اس جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نتائج سے کیا جائے۔ درحقیقت یہ تمام کام پوری دنیا کے خزانوں کے بدلے صرف ایک مٹی کا ذرہ حاصل کرنے کے مترادف ہو گا۔ اس سچ کی اہمیت ہمارے اس مضمون سے واضح نہیں جاسکتی۔

یہ سب کچھ لکھنے سے ہمارا مقصد دانشمندی کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ عقلمند شخص کیلئے مفہوم سمجھنے کیلئے اشارہ ہی کافی ہو گا۔ اسی لیئے میں چند اشاریہ بیانات دوں گا تاکہ اس بات کو مکمل طور پر سمجھنے کیلئے مشین سٹارٹ کی جائے (یعنی ذہن کو تیار کیا جاسکے) انسان اپنے طے شدہ رجحانات سے پسندیدگی وابستہ کرلیتا ہے۔ وہ ان پر عمل پیرا ہونے سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھنا چاہتا۔ مثال کے طور پر جب وہ پیدا ہوتا ہے تو وہ دودھ چوسنے کا عادی ہو جاتا ہے اور دودھ چھڑانے سے نفرت کرنے لگتا ہے جب وہ نشوونما پاتا ہے تو اپنے گھر سے، اپنے علاقے سے اور اس شہر یا گائوں سے جس میں اس کا گھر ہوتا ہے، مانوس ہو جاتا ہے اور ان سے جدا ہونا اس کیلئے انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔

بڑا ہونے پر وہ اپنے پیشے، اپنے گھربار اور بچوں، اپنے خاندان، اپنے مذہب اور اپنی زبان کا عادی ہو جاتا ہے اور ان سے جدا ہونے سے نفرت کرتا ہے۔ اسطرح سے مختلف مسکن، قبیلے اور اقوام وجود میں آتی ہیں۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ کسی قوم کی اپنے مذہب سے محبت، مختلف مشاہدات اور تجربات کی بناء پر اپنے مذہب کو سچا اور حق پانے کی وجہ سے نہیں ہوا کرتی بلکہ اپنے مذہب کے عادی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک عقلمند شخص کو اپنے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اسکا دوسرے مذاہب سے موازنہ کرنا چاہیے اور یہ معلوم کرنا

چاہیے کہ کونسا مذہب سچا ہے اور پھر اس سچے مذہب کی مضبوطی سے پیروی کرنی چاہیئے کیونکہ ایک غلط مذہب سے وابستگی انسان کو ابدی تباہی اور ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا کرنے کا باعث بنتی ہے اسے انسان غفلت کی نیند سے جاگو اگر تم یہ سوال کرو میں کسطرح معلوم کروں کہ کونسا مذہب

سچا ہے مجھے یقین ہے کہ جس مذہب کا میں پیروکار ہوں وہ سچا ہے مجھے اپنے مذہب سے محبت ہے تب تمہیں معلوم ہونا چاہیئے مذہب کا مطلب ان احکامات و ممانعات کی اطاعت کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے نازل فرمائے یہ فرمانات انسان کیلیئے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں۔

تمام موجودہ مذاہب میں کونسا مذہب رب کی صفات، عبادات اور مخلوقات کے باہمی تعلقات کے بارے میں سب سے بہترین اور راہنما وضاحات فراہم کرتا ہے، عقلمندی ایک ایسی

حس ہے جو اچھے اور بڑے میں تمیز پیدا کرتی ہے جو بُرا ہے اسے ترک کر دینا چاہیئے اور اچھے کا مطالعہ کرنا چاہیئے کسی مذہب کے مطالعے کیلیئے ضروری ہے کہ اس مذہب کی ابتدا اس کے پیغمبر، پیغمبر کے ساتھیوں اور اس پیغمبر کی امت خصوصا امت کے نمایاں افراد کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی جائیں۔ اگر تمہیں وہ سب کچھ صحیح معلوم ہوا اور تمہیں اچھا لگے تو اس مذہب پر قائم ہو جائو مگر تمہیں اس سلسلے میں نفس کی بجائے ذہن کی پیروی کرنا ہوگی تمہارا نفس اپنے خاندان، دوستوں اور رسوا و خبیث مذہبی اشخاص سے جدا ہونے بارے میں شرمندگی اور خوف کے احساسات تمہارے دل میں انڈیل کر تمہیں بھٹکا دے گا۔ وہ نقصانات اور تکالیف جو یہ لوگ شاید تمہیں پہنچائیں، ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کے مقابلے میں تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ ایسا شخص جو ان حقائق کو مکمل طور پر سمجھ جائے گا وہ صرف دین اسلام ہی منتخب کریگا اور پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے گا۔ اسکے علاوہ اسلام پہلے آنے والے تمام انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اسلام تعلیم دیتا ہے کہ سابق پیغمبر کے مذاہب اور شرعی قوانین سچ تھے اور یہ کہ ہر نئے پیغمبر اپنے سے پہلے آنے والے پیغمبر کی شریعات کو کالعدم قرار دیا۔ کسی شخص کا یہ جان لینا کہ جس مذہب کی وہ پیروی کرتا رہا ہے وہ مذہب حق نہیں اور اس مذہب کو چھوڑ کر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا کر اسلام قبول کرنا اس شخص کے نفس کیلیئے برداشت سے باہر ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نفس کی فطرت میں اپنی (یعنی اللہ تعالیٰ کی) حضرت محمد ﷺ اور آپؐ کی شریعت کے ساتھ دشمنی پیدا

فرمائی اور پھر نفس کو پیدا کیا نفس کی یہ فطرتی دشمنی حمیت الجاهلیة کہلاتی ہے (بمعنی غلط جوش جذبہ، حسد، تعصب)غلط مذہب میں والدین اساتذہ، عیار ساتھ (ریڈیو، ٹیلی وژن، فلم) عام دوست اور مدبر اس تعصبانہ احساس کی حمایت کریں گے۔ اسکے علاوہ یہ کہاوت بھی درست ہے بچپن میں بچے کو ملنے والی تعلیم پتھر پر لکیر ہوتی ہے اس تعصب کو ختم کرنے کیلئے ضروری ہے نفس کے خلاف جدوجہد کی جائے اور نفس کو دلائل اور اسباب کے ذریعے قائل کیا جائے اگر آپ ذیل میں لکھی ہوئی باتیں غور سے پڑھیں گے تو یہ آپکو نفس کے خلاف جدوجہد میں مدد دیں گی

اپنے آپ کو ایک حق وسچ مذہب پر قائم رکھنا ابدی خوشی کے حصول اور ہمیشہ کے عذاب سے حفاظت کا باعث ہوتا ہے اور یہ لازم نہیں کہ جو مذہب انسان اپنے والدین سے حاصل کرے وہی حق وسچ ہو۔ ہر نبی ایک انسان ہوتا ہے جو نبوت کی اہلیت اور قابلیت کا حامل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات اللہ کے پیدا کردہ بندوں تک پہنچاتا ہے ہر شخص کو ایسے ہی پیغمبر کی پیروی کرنی چاہیئے جو ان تمام اہلیتوں پر پورا اترتا ہو اور اس پیغمبر کے مذہب میں داخل ہو جانا چاہیئے ایسے لوگ جو مجسموں اور بتوں کی پوجا کرتے ہوں وسانی کہلاتے ہیں جبکہ ایسے افراد جو نا تو کسی مذہب کو مانتے ہیں اور نا ہی خدا کی موجودگی کو وہ ڈہری (کمیونسٹ فری میسن) کہلاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل لوگ وحشی جانوروں سے بھی بدتر ہیں اسی طرح عیسائی اور یہودی بھی مندرجہ ذیل اسباب کی وجہ سے غیر مروجہ ہو چکے ہیں

۱۔ دین اسلام میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں کوئی نقص نہیں اور یہ کامل ہیں عبادات کی ادائیگی آسان ہے معاشرتی تعلقات پر مبنی بر انصاف ہیں دوسرے مذاہب میں بتائی جانے والی عبادات اور معاشرتی تعلقات وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو چکے ہیں اسلیئے اب وہ معقول اور قابل عمل نہیں ہیں۔

۲۔ حضرت محمدؐ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کی زندگی کا موازنی مطالعہ کرے گا کہ

حضرت محمدؐ ہر لحاظ سے اعلیٰ ترین ہیں۔ آپؐ کا شجرہ نصب سب سے اعلیٰ ہے۔ آپؐ سب سے زیادہ عظیم الشان سب سے زیادہ بہادر، رحم دل، ذہین، عقلمند، عظیم ترین اور علم و دانش میں اس جہاں اور اگلے جہاں میں سب سے زیادہ ذیرک ہیں۔ جبکہ دوسری طرف آپؐ امی تھے۔ یعنی آپؐ نے نہ تو کبھی کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہی کسی سے کوئی علم حاصل کیا۔

۳۔ حضرت محمدؐ کے پیش کردہ معجزات کی تعداد دوسرے انبیاء کے معجزات سے کہیں زیادہ اور لاتعداد ہے۔ دوسروں کے معجزات اب ناپید ہو چکے ہیں تاہم حضرت محمدؐ کے معجزات کی ایک بڑی تعداد اب بھی جاری ہے اور یہ معجزات قیامت تک جاری رہیں گے خصوصاً اولیاء کی جانب سے ظاہر کردہ کرامات، مسلسل ہر جگہ ظاہر ہو رہی ہیں۔

۴۔ ان تینوں مذاہب سے حاصل ہونے والی معلومات اور خبروں میں سے وہ جو قرآن الکریم اور احادیث شریفہ سے حاصل ہوتی ہیں تعداد میں انتہائی زیادہ اور قابل بھروسہ ہیں۔ اسلامی معلو مات کتابوں میں لکھی گئی اور پوری دنیا میں پھیل گئیں۔ جب حضرت محمدؐ کو نبوت عطا ہوئی تو آپؐ کی عمر ۴۰ برس تھی اور جب آپؐ کا انتقال ہوا تو آپؐ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ اسطرح نبوت کا دورانیہ ۲۳ سال ہوا۔ آپؐ کے انتقال کے وقت تمام جزیرۃ العرب آپؐ کا مطیع بن چکا تھا۔ دین اسلام دنیا کے ہر کونے میں پہنچ چکا تھا، آپؐ کی پکار (یعنی اللہ کی جانب بلانا) مغرب و مشرق میں سنی جا چکی تھی اور آپؐ کے اصحاب کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ چکی تھی۔ آپؐ نے حجۃ الوداع ایک لاکھ بیس ہزار اصحاب کے ساتھ ادا کیا اور اسکے ۸۰ دن بعد وفات پائی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳ جس کا مفہوم ہے (اور) آج ہم نے تمہارے لیئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا

اسی حج کے دوران نازل ہوئی۔ وہ تمام صحابہ کرام وفادار اور سچے تھے۔ ان کی اکثریت اسلام کو گہرائی تک سیکھ چکی تھی اور ان میں سے اکثر ولی تھے انھوں نے رسولؐ کا مذہب اور آپؐ

کے معجزات تمام دنیا میں پھیلا دیئے کیونکہ انھوں نے جہاد کیلئے دوسرے ممالک کا سفر کیا۔ وہ جہاں کہیں بھی گئے انھوں نے اس جگہ کے علماء کو مذہبی تعلیم اور معجزات پہنچائے اور اپنی باری آنے پر ان لوگوں نے آگے دوسرے لوگوں کو یہ علم سکھایا اسی طرح ہر صدی کے علماء نے اگلی نسل کے کئی علماء کو تعلیم دی اور پھر ان علماء نے ان تعلیمات کو ہزاروں کتابوں کی شکل میں لکھا اور ساتھ ساتھ ان لوگوں کے نام بھی لکھے جنھوں نے یہ علم ان تک پہنچایا۔ جو احادیث شریف انھوں نے سیکھی تھی ان کی حمایت بندی کر کے انھیں مختلف درجوں میں تقسیم کیا گیا اور ان کی مختلف اصلاحات مثلاً صحیح، حسن، بخاری وغیرہ رکھی انھوں نے منافقوں اور یہودیوں کے من گھڑٹ اور جھوٹے بیانات ان کتابوں میں داخل نہ ہونے دیئے۔ وہ اس معاملے میں انتہائی سخت اور حساس تھے۔ ان کیا انھی سخت کوششوں کے باعث دین اسلام انتہائی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا اور بغیر کسی تبدیلی کے پھیلتا چلا گیا کوئی دوسرا مذہب اتنے صحت مند طریقے سے نہیں پھیلا۔ ہمارے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کے معجزات واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ آپؐ سچے نبی ہیں اسلام کی بنیادی اور لازمی تعلیمات اللہ تعالیٰ کی موجودگی اور وحدت اور صفات کا ملات، حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور یہ کہ آپؐ وفادار، قابل بھروسہ اور تمام انبیاء میں اعلی ہیں اور یہ کہ آپؐ کی وفات کے بعد لوگ بغاوت کریں گئے اور پھر ان کا محاسبہ ہو گا۔ پل صراط، جنت کی نعمتیں، جہنم کے عذاب، اور یہ کہ دن میں پانچ نمازیں ادا کرنا فرض ہیں اور یہ کہ دوپہر، سہ پہر، اور رات کی نماز کی فرض رکعتیں چار ہیں جبکہ صبح کی نماز کی فرض رکعتیں دو اور شام کی نماز کی فرض رکعتیں تین ہیں اور یہ بھی فرض ہے کہ جب آسمان پر رمضان کے مہینے کا نیا چاند دیکھو تو روزے رکھنا شروع کر دو اور جب شوال کے مہینے کا نیا چاند دیکھو تو عید الفطر مناؤ اور یہ بھی فرض ہے کہ جو استطاعت رکھتا ہو وہ زندگی میں ایک مرتبہ ضرور حج کرے اور یہ حرام ہے (عورتوں اور لڑکیوں کا بغیر منہ اور سر ڈھانپے باہر جانا اور مرد و عورت دونوں کا یکساں طور پر بدکاری کرنا) زنا کرنا،

شراب پینا (یا کوئی اور ایسی چیز جو انسان کو ارگرد کے ماحول سے بیگانہ کردے) بے غسل شخص (جس کو کسی بھی وجہ سے غسل کی حاجت ہو) یا پھر حیض دار عورت کا نماز ادا کرنا بھی حرام ہے۔ بغیر وضو نماز ادا کرنا بھی حرام ہے مندرجہ ذیل معلومات اور اس قسم کی بہت سی دوسری معلومات اور تعلیمات مسلمانوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچائی گئیں۔ اس حقیقت کو معقول اور غیر جانبدار یہودی اور عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ وہ ذرائع جن سے انھوں نے خود اپنے مذہب سے متعلق معلومات حاصل کی وہ اتنے مستند اور قابل بھروسہ نہیں ہیں کیونکہ حضرت محمدؐ کا وقت انکے انبیاء کے وقت کے لحاظ سے قریب ہے اور اسلامی مذہب کو اس وقت تک منتقل کرنے والے علماء کی تعداد بھی انتہائی زیادہ اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اسلام میں توہم پرستی کو داخل کیا جاسکے جبکہ عیسائیت اور یہودیت کو یہ دو نعمتیں حاصل نہیں ہیں۔ مورخین کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے ظہور کے درمیان ٦ سو سال کا وقفہ ہے۔ کیونکہ ان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے درمیان ٦٢١ سال کا فرق ہے (اسلامی علماء کے مطابق وقت کا یہ وقفہ ایک ہزار سال ہے) اس عرصے کے دوران پوری دنیا میں جہالت کا دور دورہ تھا اسی لئے صحیح اور غلط خبروں اور معلومات کے درمیان فرق کرنا انتہائی مشکل ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی پکار (اللہ کی طرف دعوت) زیادہ عرصے تک موجود نہ رہی۔ جب انکی عمر ٣٣ سال تھی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اوپر جنت میں اٹھالیا اس مختصر عرصے کے دوران وہ کفار کے مقابلے میں کافی کمزور رہے ان کیلئے حالات اتنے سازگار نا تھے کہ وہ اس فریضے کو کامیابی سے عملی جامعہ پہنا سکتے جو فریضہ ان کے رب نے انھیں سونپا تھا اس وقت کی یہودی آبادی اور حکومت ایک مزید رکاوٹ تھی نہ ہی ان کے حمایت طاقتور تھے سوائے ان چند حواریوں کے ان کے ماننے والے ١٢ حواری غریب اور جاہل شکاری تھے عیسیٰؑ کو جنت میں اٹھائے جانے کے بعد مختلف خبریں اور کہاوتیں چار کتابوں میں تالیف کی گئیں جنھیں گوسپلز کا نام دیا گیا یہ کتابیں مختلف نااہل ہاتھوں

میں منتقل ہونے اوران کتابوں کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہونے کے باعث اس کتاب میں کئی تحریفات کی گئیں جسکی وجہ سے اب یہ کتابیں صرف تحریف شدہ حالت میں ہی دستیاب ہیں اسی لیے ان گوسپلز میں موجود معلومات ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور اسی لیئے غیر منطقی بھی ہیں حتی کہ ان میں سے ایک میں دی جانے والی معلومات دوسری کتابوں کی معلومات کو جھٹلا کر ان کی تغلیط کرتی ہیں اس طرح ایک ہی گوسپل (انجیل) کے مختلف ترجموں میں بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے ان اختلافات اور تغالیط کو ختم کرنے کیلیئے پادریوں نے ہر صدی میں اجلاس منعقد کر کے اس وقت کی موجودہ انجیل کی تصیح کی۔ اسطرح مختلف باتوں کے اندراج واخراج سے کتب میں تحریف شامل ہوگی اور ان میں مذہب کے برعکس لغویات شامل کر دی گئیں۔ اُنھوں نے لوگوں کو ان کتب پر ایمان لانے پر مجبور کیا ان کتب میں درج بیانات میں سے اکثر بیانات حضرت عیسیٰؑ یا ان کے حواریوں سے تعلق نہیں رکھتے اسی وجہ سے وہ لوگ مختلف گروہوں

میں بٹ گئے ہر صدی میں نئے فرقے نمودار ہوئے ان کی اکثریت پہلے کے فرقوں سے اختلاف رکھتی تھی اور وہ سب جانتے ہیں کہ ان کے پاس موجود انجیل حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہونے والی مذہبی تعلیم دینے والی سچی اور مقدس کتاب نہیں ہے۔

یہودی مذہب کی تفصیل اور حضرت موسیٰؑ کے معجزات بیان کرنے والی یہودی کتابیں بھی بالکل اسی طرح (تحریف شدہ) ہیں یہاں وقت کا وقفہ مزید زیادہ ہے۔ موسیٰؑ کی وفات حضرت محمد ﷺ کی ہجرت سے دو ہزار تین سو اڑتالیس (۲۳۴۸) سال پہلے واقع ہوئی۔ جہالت کے اس طویل دور میں یہودی مذہب کا صحیح صحیح منتقل ہونا ممکن نہیں تھا۔ مزید برآں یہودی مذہبی علماء کو ظالم اور سفاک حکمران قتل کرادیا کرتے تھے۔ جن میں سے بادشاہ (نبوچند نظر مشہور ہے) قتل نہ ہونے والے علماء کو قیدی بنا کر بیت المقدس سے بابیلون منتقل کر دیا جاتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بعض وقت ایسے گزرے ہیں کہ یروشلم میں کوئی ایک شخص بھی اتنا تعلیم یافتہ نہ تھا کہ وہ تورات

پڑھ سکتا۔ دانیالؑ نے تورات حفظ کر رکھی تھی اس لیئے وہ اسکی تلاوت کرتے اور اسکی املا کرا کر تورات کی مختلف نقول بنواتے۔ اس خدمت نے مبارک نبی کی وفات تک کتاب کو تحریفات سے بچائے رکھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان کے بعد بنائی جانے والی نقول میں درج باتیں اتنی واھیات ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ یا کسی نبی سے منسوب نہیں کی جاسکتی۔

یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ مندرجہ ذیل بالا قسم کی جہالت حضرت محمدؐ کے زمانے کے بعد مقبول عام نہ ہوئی بلکہ مسلمانوں میں علم و دانش کا نفوذ ہوا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا یہ مسلمانوں کی ایک صفت تھی ایسی عظیم ریاستیں قائم ہوئیں جنھوں نے پوری دنیا میں علم، سائنس، انصاف اور انسانی حقوق کی آواز بلند کی اب اگر ایک معقول اور دانشمند شخص ان تین مذاہب کا معائنہ کرے گا تو وہ یقینا دین اسلام پر ہی قائمیت اختیار کرنے گا کیونکہ مقصد سچے دین کا انتخاب ہے۔ اسلام میں جھوٹ بولنا اور بہتان درازی کرنا حرام ہے آیات کریمہ اور احادیث شریف ان دو گناہوں سے انتہائی شدت سے منع کرتی ہیں۔ جب ایک عام شخص پر بہتان لگانا کبیرہ گناہ ہے تو اللہ کے پیغمبر پر بہتان لگانا تو مزید بڑا اور حرام ہے اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ حضرت محمدؐ اور آپؐ کے معجزات کا بیان کرنے والی کتابوں میں کسی قسم کا جھوٹ یا نقص نہیں ہو سکتا۔ ایک عقلمند شخص کو اپنی مستقل مزاجی پر قابو پانا چاہیئے، دوزخ کی طرف لے جانے والے مذہب سے کنارہ کش ہو جانا چاہے اور اپنے آپ کو اس سچے دین پر قائم کرنا چاہیئے جو ابدی خوشی کی طرف لے جاتا ہو۔ اس دنیا کی زندگی انتہائی مختصر ہے۔ اس زندگی کے دن گزرتے جارہے ہیں اور ایک ایک کر کے گزرتے جارہے ہیں اور ایک ایک کر کے گزر رہے ہوئے خواب میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں ہر انسان کا خاتمہ موت پر ہو گا جس کے بعد یا تو ازلی عذاب ہے یا پھر ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں والی زندگی اور ہر شخص کا وقت آخر تیز رفتاری سے اسکی جانب بڑھ رہا ہے۔ اے انسان اپنے اوپر رحم کرو اپنے دماغ سے تغافل کا پردہ ہٹا دو غور کرو کیا غلط ہے اور چونکہ وہ غلط ہے اسلیئے اس سے نجات

حاصل کرو غور کرو کیا صحیح ہے اور چونکہ وہ صحیح ہے اس لیئے اس پر قائم ہو جائو اور اُسے مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ جو فیصلہ تم کروگے وہ بہت ضروری اور اہم ہے وقت بہت مختصر ہے تمہیں یقینا مرنا ہے اس وقت کا سوچو جب تم مروگے اس چیز کیلیئے اپنے آپ کو تیار کرو جسکا تم کو تجربہ ہونیوالا ہے تم ازلی عذاب سے چھٹکارا نہیں پاسکتے جب تک تم اپنے آپکو حق پر قائم نہ کرلو اس وقت پچھتانا بیکار ہوگا جب بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ آخری سانس کے وقت سچ کی تصدیق قبول نہ کی جائے گی۔ موت کے بعد کی توبہ کار آمد نہ ہوگی۔ اُس (قیامت) دن اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے میں نے تجھے ذہن کی روشی عطا کی میں نے تمہیں حکم دیا کہ اس روشنی کو مجھے جاننے، مجھ پر ایمان لانے اور میرے پیغمبر محمدؐ اور اس کے ذریعے نازل ہونے والے مذہب اسلام پر ایمان لانے کیلیئے بروئے کار لائو۔ میں نے اس پیغمبر کی بعثت کے بارے میں تمہیں تورات اور انجیل میں مطلع کر دیا تھا میں نے اسکا نام اور اسکا مذہب ہر ملک میں پھیلا دیا تھا۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم نے اسکے بارے میں نہیں سنا۔ تم نے دنیاوی خوشی اور کمائی کیلیئے دن رات کام کیا۔ تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ آخرت میں تمہیں کس تجربے سے گزرنا ہوگا۔ اور اسی بے خیالی کے عالم میں تم موت کے چنگل میں گر گئے۔ تو تم کیا جواب دوگے

اے انسان مستقبل میں اپنے ساتھ ہونیوالے سلوک کے بارے میں سوچو اپنی زندگی کے اختتام سے پہلے ہی ہوش و حواص میں آئو۔ وہ افراد جنھیں تم اپنے ارد گرد دیکھا کرتے تھے، جن سے تم گفتگو کیا کرتے تھے، جن سے تم ہمدردی کرتے تھے۔ جن سے تم ڈر محسوس کرتے تھے وہ سب ایک ایک کرکے مرتے گئے وہ اب موجود نہیں ہیں۔ وہ آئے اور چلے گئے بالکل تصورات کی طرح۔ اچھی طرح سوچو ذلی آگ میں جلنے کا تصور ہی کتنا بھیانک ہے اور ابدی نعمتوں میں رہنے کی سعادت کتنی عظیم ہے۔ انتخاب آپ نے کرنا ہے۔ ہر شخص کا اختتام ان دو شدید (اچھے یا بُرے) راستوں پر ہوگا۔ کوئی اور صورت ہے ہی نہیں اس بارے میں خیال نہ کرنا اور اسکے مطابق

احتیاطی تدابیر اختیار نہ کرنا نری جہالت اور دیوانگی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل سبب سے ہم پر اپنی رحمت و نعمت نازل فرمائے آمین

القول الثبت فی الرّدّ علی دعاوی البروتستنت: نامی کتاب میں لکھا ہے علامہ رحمۃ اللہ ہندی (وفات۔ مکہ ۱۳۰٦ھ ۱۸۸۹ء) اپنی کتاب اظہار الحق میں بیان کرتے ہیں۔ اسلام کے آغاز سے قبل کسی بھی جگہ تورات اور انجیل کی اصل اور صحیح نقول موجود نہ تھی آجکی موجودہ کتابیں تاریخ کی وہ کتابیں ہیں جو سچی اور جھوٹی اطلاعات پر مبنی ہیں قرآن الکریم میں مذکورہ تورات اور انجیل وہ کتابیں نہیں جو آجکل ان ہی کتابوں کے نام پر دستیاب ہیں ان کتب میں درج معلومات میں سے جن کا باضابطہ اعلان قرآن الکریم میں کیا گیا ہے وہ سچ ہیں جبکہ جن معلومات کو قرآن مسترد کرتا ہے وہ جھوٹی ہیں ہم ان معلومات کے سچا یا جھوٹا ہونے کا دعوی نہیں کرسکتے جن کا ذکر قرآن الکریم میں نہیں کیا گیا اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کہ چار گوسپلز (انجیلیں) اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں کوئی دستاویزی ثبوت موجود نہیں ہے ایک انگریز پادری، جس سے میں نے ہندوستان میں گفتگو کی، نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اس سلسلے سے متعلق تمام دستاویزات دنیا میں ۳۱۳ء تک پیدا ہونے والے فتنہ و فسادات میں ضائع ہو گئے تھے۔ ہیرون کی انجیل کی تشریح کی جلد نمبر ۲ (۱۳۳۲ھ) ۱۹۱۳ء میں شائع ہونے والی مورخ مصہم کی کتاب کے صفحہ ٦۵ پر اور لارڈز کی انجیل کی تشریح کی جلد نمبر ۵ کے صفحہ نمبر ۱۲۴ پر بیان کیا گیا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ گوسپلز (انجیل) نئے عہد نامے کی چار کتابیں میں تحریفات شامل کی گئی ہیں جیروم کہتا ہے جب میں نے انجیل کا ترجمہ کیا تو میں نے دیکھا کہ مختلف نقول ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں۔ ایڈم کلارک اپنی تشریح کی جلد نمبر ۱ کہتا ہے انجیل کا لاطینی میں ترجمہ کرنے کے دوران اس میں کئی تحریفات کی گئیں اور ایک دوسرے کی تردیدی نقول بنائی گئیں وارڈ کیتھولک اپنی ۱۸۴۱ء میں چھپنے والی تشریح کے صفحہ نمبر ۱۸ پر کہتا ہے مشرقی کفار نے انجیل کے کئی حصوں کو تبدیل کر دیا تھا۔ پروٹسٹنٹ

پادریوں نے جیمزاول کو ایک رپورٹ پیش کی اور کہا ہماری دعائوں کی کتابوں میں موجود حمد وثنا، عبرانی زبان کی کتابوں سے مختلف ہیں۔ ان میں تقریباًدوسو تبدیلیاں ہیں دوسری طرف پروٹسٹنٹ پادریوں نے ان میں مزید تحریفات کر دیں ان تحریفات کی ان گنت مثالیں کتاب اظہارالحق میں دگ گئی ہیں گوسپلز کے مختلف ایڈیشنوں میں ہونے والے ملحقات و تحریفات کی وضاحت اذد دین محمدی کی کتاب الفصیل بین الحق و الباطل اور عبد اللہ ترجمان کی کتاب تحفۃ الاریب میں کی گئی ہے۔

تمام پادری اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ عیسیٰؑ نے اپنی زندگی میں کبھی کچھ نہیں لکھاناتو انھوں نے کوئی لکھی ہوئی دستاویز پیچھے چھوڑی اور ناہی کسی اور کو کچھ لکھنے کیلئے پیچھے چھوڑا۔ انھوں نے اپنی شریعت کی تعلیم لکھی ہوئی حالت میں نہیں دی تھی۔ ان کو جنت میں اُٹھائے جانے بعد عیسائیوں میں اختلافات پیدا ہوگئے اور انھیں اپنی شریعت کے علم کو یکجا کرنے کا موقع نہی مل سکا نتیجاً ۵۰ سے ذائد گو سپلز لکھے گئے جن میں سے ۴ منتجب کیے گئے۔ حضرت عیسیٰکے آٹھ سال بعد فلسطین میں شامی زبان میں میتھیو کی گو سپل لکھی گئی اس گو سپل کی اصل کاپی آج موجود نہیں البتہ ایک کتاب موجود ہے جسے اس کتاب کا یونانی ترجمہ کیا جاتا ہے مارک کی گو سپل انکے ۱۳ سال بعد روم میں لکھی گئی لیوک کی گو سپل انکے ۲۸ سال بعد یونان میں اسکندریہ میں لکھی گئی جبکہ جان کی گو سپل ۳۸سال بعد افسس میں لکھی گئی۔ یہ تمام سپلز توضیحات، کہانیوں اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد رونما ہونے والے واقعات پر مشتمل ہیں۔ لیوک اور مارک حواریوں میں سے نہ تھے انھوں نے دوسروں سے سنی ہوئی باتیں لکھی ان گو سپلز کے مصنفین ان کتابوں کو انجیل نہیں کہا کرتے تھے بلکہ وہ انھیں تاریخ کی کتابیں قرار دیتے تھے۔ ان کتابوں کا بعد میں ترجمہ کرنے والے لوگوں نے انھیں انجیل کا نام دیا۔

کتاب قول الثبت (۱۳۴۱ھ) ۱۹۲۳ء میں سید عبد القادر اسکندرانی نے لکھی۔ یہ کتاب

اقوال القرآنیہ نامی کتاب کے جواب میں لکھی گئی تھی جو مصر میں عربی زبان میں ایک پروٹسٹنٹ پادری نے لکھی تھی۔ ۱۹۹۰ء میں حقیقت کتابوی نے اس کتاب کو دو کتابوں الصراط المستقیم اور خلاصۃ الکلام کے ساتھ دوبارہ شائع کیا۔

اصلی انجیل عبرانی زبان میں تھی اور اُسے یہودیوں نے اُس وقت تباہ کر دیا تھا جب اُنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے کیلئے گرفتار کیا تھا۔ تین سال کے عرصے میں اصلی مقدس کتاب کی ایک جلد بھی نہیں لکھی گئی تھی۔ یہ تین سال کا عرصہ حضرت عیسیٰؑ کی پکار (نبوت) کا ہے عیسائی اصلی انجیل کی تردید کرتے ہیں۔ چار گوسپلز جنھیں وہ انجیل کہتے ہیں، عبادت کا کوئی نظام نہیں بتاتی جو کچھ ان گوسپلز میں ہے وہ صرف حضرت عیسیٰؑ اور یہودیوں کے مابین ہونے والی بحث ہے۔ جو کچھ بھی ہو ایک مذہبی کتاب کو لازماً عبادات کی اقسام و اطوار کا بتانا چاہیئے۔ اگر وہ اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنی عبادات تورات کے مطابق کر رہے ہیں تو وہ تورات کے احکامات سے روگردانی کیوں کرتے ہیں مثلاً ہفتہ کے دن سبت کرنا، ختنے نا کروانا اور سور کا گوشت کھانے سے پرہیز کرنا، انکی گوسپلز میں اس قسم کا کوئی حکم نہیں ملتا کہ ان احکامات کی پرواہ نہیں جانی چاہیئے۔ جبکہ قرآن الکریم ہر قسم کی عبادات اخلاقیات، قوانیں، تجارت، ذراعت اور سائنس سے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔ بلکہ ان شعبوں (سائنس، ذراعت وغیرہ) کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے قرآن الکریم تمام اقسام کے روحانی و جسمانی مسائل کا حل بیان کرتا ہے۔

چودہ سو سال کے عرصے میں کوئی شاعر کوئی ادیب یا کوئی بھی ضدی کافر اس قابل نہیں ہو سکا کہ قرآن الکریم کی کسی بھی آیت کے ہو بہو کوئی کہاوت یا جملہ بنا سکے، بیشک جتنی بھی کوشش کی ہو اور نا ہی اسکی کسی ایک آیت کی صحت سے متعلق کچھ کہا جا سکا ہے، اسکے باوجود کہ اس میں استعمال ہونے والے ذخیرہ الفاظ عام استعمال ہونے والے سادہ الفاظ پر مشتمل ہیں۔ مندرجہ بالا حقائق واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن الکریم ایک معجزہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے

دوسرے معجزات ماضی کے واقعات ہیں جن کے آج صرف نام موجود ہیں۔ جہاں تک قرآن الکریم کا تعلق ہے تو یہ سورج کی مانند چمکتا رہے گا، ہمیشہ اور ہر جگہ، یہ ہر دکھ کا مرہم اور ہر بیماری کا علاج ہے۔ رحمن ورحیم اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو عطا کیا اور اسے آپؐ پر نازل فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندے مسرور ہو جائیں اور اپنی لا محدود مہربانی اور حمد دلی سے قرآن الکریم کو تبدیلیوں، ملحقات اور تحریفات سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالی حفاظت کا یہ وعدہ دوسری آسمانی کتابوں کے بارے میں نہیں فرمایا۔

تمام انبیاء کی شریعات قدرتی طور پر ایک دوسرے سے مختلف تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ شریعات ان اوقات کی ضروریات کے مطابق بنائی تھیں جن اوقات میں مختلف نبی مبعوث ہوئے تاہم ایمان کے اصول ان سب میں یکساں تھے۔ ان سب نے پہلی تعلیم دی کہ اللہ ایک ہے اور یہ کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا

تورات کی کتب خمسہ سے پانچویں کی آیت ۳۹ میں کہا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ خدا تو وہی ہے خدا جو اوپر جنت میں ہے اور زمین کے نیچے تک اور کوئی دوسرا نہیں ہے (ڈیوٹ ۴-۱۹) اور چھٹے باب میں ہے سنو اے نبی اسرائیل حاکم یعنی ہمارا خدا صرف ایک ہے وقائع تاریخ دوم میں سلیمانؑ سے اقتباس ہے اے شہنشاہ اے نبی اسرائیل کے خدا آپکی طرح کا عظیم نا تو کوئی آسمانوں میں ہے اور ناہی زمین میں (دوسر باب) مشاہدہ کرو جنت اور جنتوں کی جنت بھی آپ کو نہیں رکھ سکتی (یعنی ان کا وجود اللہ کی ذات کے مقابلے میں انتہائی چھوٹا ہے) تو کسی طرح یہ میرا بنایا ہوا گھر رکھے گا (ابد ٦-١٨) حضرت سلیمانؑ نے مندرجہ ذیل بالا بات یروشلم میں بیت المقدس یعنی مسجد اقصی تعمیر کرنے کے بعد کہی۔ سیموئیل اور باب ۱۵ میں لکھا ہے سیموئیل پیغمبر نے کہا۔۔۔۔بنی اسرائیل کا خدا (عذاب کے معاملے میں) نا تو جھوٹ بولیگا اور ناہی (عذاب دینے کے بعد) پچھتائے گا۔ کیونکہ وہ انسان نہیں ہے کے اپنے کیئے پر پچھتائے (سم ۱۵-۲۹) پیغمبر عیسیٰؑ سے

منسوب کتاب میں لکھا ہے میں ہی خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں ہے (عکس ۴۵-۵) میں ہی روشنی تشکیل دیتا ہوں اور اندھیرا پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی امن لاتا ہوں اور میں ہی بدی پیدا کرتا ہوں (ابد ۴۵-۷) میتھیو کی گوسپل کے باب ۱۹ میں لکھا ہے اور مشاہدہ کرو ایک آیا اور ان سے پوچھا اچھے آقا ایسا کونسا عمل کروں کہ ابدی زندگی پائوں اور انھوں نے اس سے کیا تم نے مجھے اچھا (اعلیٰ) کیوں کہا۔ اعلی صرف ایک ہے اور وہ خدا ہے۔ اگر تم کسی طریقے سے ابدی زندگی حاصل کرسکتے ہو تو وہ صرف احکامات بجالانے کا طریقہ ہے (میتھ ۱۹-۱۷:۱۶) مارک کی کتاب کے بار ہویں باب میں درج ہے اور ایک منشی آیا اور۔۔۔ ان سے پوچھا سب سے پہلا حکم کونسا ہے اور عیسیٰؑ نے جواب دیا تمام احکامات میں سے سب سے پہلا حکم سنو اے بنی اسرائیل، شہنشاہ یعنی ہمارا خدا صرف ایک ہے اور تمھیں شہنشاہ یعنی اپنے خدا سے اپنے دل، اپنی پوری روح سے اور اپنے پورے ذہن سے اور اپنی پوری قوت سے محبت کرنی چاہیے (مارک ۱۲-۳۰:۲۹:۲۸) پیغمبر حضرت محمدؐ نے بھی یہی تعلیمات اور فرمانات دیئے ہیں۔

ایسا شخص جو حضرت محمدؐ پر ایمان نہیں لاتا وہ تمام پیغمبروں پر ایمان لاتا۔ تثلیث (تین خدائوں کی موجودگی) کے عقیدے پر ایمان لانا تمام پیغمبروں کی تردید کے مترادف ہے تثلیث کا عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کے جنت اٹھائے جانے کے بہت عرصے بعد نمودار ہوا۔ اس سے پہلے تمام عیسائی اللہ کو ایک ماننے توحید پر یقین رکھتے تھے اور تورات کے کئ اصولوں پر عمل کیا کرتے تھے۔ مگر جب بت پرست اور یونانی فلسفیوں کی ایک بڑی تعداد عیسائیوں سے آکر مل گئ تو انھوں اپنا پرانا ایمان یعنی تثلیث عیسائیوں کے مذہب میں بھی شامل کر دیا۔ ایک فرانسیسی کتاب جس کا ترجمہ قرآت النفس کے نام سے عربی میں کیا گیا، میں لکھا ہے کہ وہ شخص جس نے سب سے پہلے ۲۰۰ سن عیسوی میں تثلیث کا عقیدہ عیسائی مذہب سے ملحق کیا تھا وہ ایک پادری تھا جس کا نام سبلیکس تھا اور یہ کہ اس الحاق کی وجہ سے بہت قتل و غارت ہوئی۔ اس وقت بہت سے علماء نے توحید کے

عقیدے کا دفاع کیا اور کہا کہ حضرت عیسیٰؑ ایک انسان اور نبی تھے۔ یہ ۳۰۰ عیسوی کے گرد و پیش کی بات ہیجب اسکندریہ کے آئرس نے توحید کے عقیدے کو سرکاری طور پر نافذ کیا اور یہ اعلان کیا کہ تثلیث کا عقیدہ غلط اور کھو کھلا ہے نائسن کونسل کا پہلا اجلاس جو عظیم کونسٹنٹائن نے منعقد کیا تھا اس اجلاس میں عقیدہ توحید مسترد کر دیا گیا اور آئرس کو اس ذات سے باہر کر دیا گیا۔ وہ بذات خود یہ بات نہیں جانتے تھے کہ مقدس روح جسے وہ تثلیث کے تیسرے خدا سے موسوم کرتے ہیں دراصل کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ وہ مقدس روح تھی جس کے ذریعے عیسیٰؑ اپنی والدہ مریم کے رحم میں پیدا ہوئے جبکہ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ روح القدس (مقدس روح) فرشتہ عظیم ہے جسکا نام مریم جبرائیل ہے

شمس الدین سامی اپنی کتاب قاموس الاعلام کے (۱۳۱۶ھ)۱۸۹۸ء کے ایڈیشن میں لکھتے ہیں اسلامی پیغمبر حضرت محمدؐ ہیں۔ آپؐ کے والد عبد اللہ اور دادا عبد المطلب بن حشام بن عبد المناف بن قوسے بن کلاب ہیں۔ مورخین کے مطابق آپؐ سوموار کی صبح کو پیدا ہوئے۔ مورخین متفق ہیں کہ وہ ربیع الاول کی ۱۲ جبکہ اپریل ۵۷۱ء کی ۲۰ تاریخ تھی۔ آپؐ کی والدہ آمنہ، وہاب کی بیٹی تھی۔ آپؐ کی والدہ کے دادا عبد المناف بن ذہرہ بن کلاب تھے۔ کلاب عبد اللہ کے پر دادا تھے عبد اللہ نے ایک جگہ دارالنبیغا میں دمشق کے تجارتی سفر سے واپسی پر وفات پائی۔ یہ جگہ مدینہ کے مضافات میں واقع ہے انکی عمر ۲۵ سال تھی۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو نہیں دیکھا تھا۔ حضرت محمدؐ اپنی آیا حلیمہ سعدیہ کے ساتھ انکے قبیلے کے درمیان ۵ سال رہے۔ یہ قبیلہ جس کا نام بنی سعید تھا، عرب کا سب سے فصیح قبیلہ تھا۔ اسی وجہ سے آپؐ بہت فصاحت سے گفتگو فرماتے تھے۔ جب آپؐ کی عمر ۶ سال ہو گی۔ آپؐ کی آیا ام ایمن آپؐ کو واپس مکہ لے گئیں اور آپؐ کے دادا عبد المطلب کے حوالے کر دیا۔ آپؐ کی عمر ۸ سال تھی جب عبد المطلب وفات پا گئے اور آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ انکے گھر پر رہنا شروع کیا۔ جب آپؐ کی عمر ۱۲ سال تھی

تو آپؐ کے چچا آپؐ کو اپنے ساتھ دمشق کی طرف ایک تجارتی سفر پر لے گئے۔ جب آپؐ کی عمر ۱۷ سال تھی تو آپؐ کے چچا ذبیر آپؐ کو یمن لے گئے۔ ۲۵ سال کی عمر میں آپؐ خدیجہ نامی عورت کا روان تجارت کے رہنما کے طور پر تجارتی مہم پر دمشق گئے۔ آپؐ اپنے اعلیٰ اطوار، خوبصوت اخلاق وسیرت اور محنتی عادات کی وجہ سے مشہو ہوگئے دوماہ بعد آپؐ کی خدیجہؓ سے شادی ہوگئی۔ جب آپؐ کی عمر ۴۰ سال ہوئی تو جبرائیل نامی فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ کو آپؐ کی نبوت کے بارے میں مطلع فرمایا۔ خدیجہؓ آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لائیں انکے بعد ابو بکرؓ، علیؓ (جو اس وقت بچے تھے) اور اسکے بعد ذید بن حارث آپؐ پر ایمان لائے۔ جب آپؐ کی عمر ۴۳ سال تھی تو آپؐ کو دعوت عام دینے کا حکم ملا۔ دعوت عام دینے پر کفار نے آپؐ کو بہت سخت اذیتیں پہنچائی۔ جب آپؐ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو آپؐ کی عمر ۵۳ سال تھی۔ آپؐ سوموار کے دن ۸ ربیع الاول جو ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کے موافق بنتا ہے، مدینہ کے گائوں قبہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران یہ سال (یعنی ۶۲۲ ء) مسلم صدی یعنی ہجری کی ابتدا مانا گیا اور محرم کے مہینے کا پہلا دن اسلامی سال یعنی ہجری قمری کیئے سال کا پہلا دن مانا گیا۔ یہ دن جولائی کے مہینے کی ۱۶ تاریخ تھی اور جمعہ تھا۔ ستمبر کی ۲۰ تاریخ ہجری شمسی کا پہلا دن مانا گیا۔ ۶۲۳ عیسوی صدی کا پہلا دن پہلے اسلامی شمسی و قمری سال کے دوران طلوع ہوا جب کفار کے خلاف غزوہ اور جہاد کرنے کا پہلا حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے موصول ہوا تو ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر لڑا گیا۔ ۹۵۰ کفار پر مشتمل طاقتور فوج میں سے ۷۰ مارے گئے اور ۷۲ کو قیدی بنالیا گیا۔ تیسرے سال میں غزوہ احد لڑا گیا کفار کی تعداد ۳۰۰۰ تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰ تھی اس جنگ میں ۷۵ مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ چوتھے سال غزوہ خندق جبکہ پانچویں سال غزوہ بنی مسقلاق لڑی گی۔ اسی سال مسلم عورتوں کو اپنا جسم ڈھانپنے کا حکم دیا گیا۔ غزوہ خیبر اور حدیبیہ کے مقام پر ہونے والی بیت الرضوان کے واقعات چھٹے سال کے ہیں۔ ساتویں سال قیصر و کسری کو اسلام قبول کرنے کی

دعوت کے خطوط بھیجے گئے۔ آٹھویں سال غزوہ موطی، ہر کویس کی سرکردگی میں لڑنے والی باز نسطینی فوج سے لڑا گیا مکہ فتح کیا گیا اور غزوہ حنین میں کامیابی حاصل کی نویں سال غزوہ تبوک کیلئے ایک مہم چلائی گئی۔

دسویں سال حجۃ الوداع ادا کی گیا۔ گیارہویں سال ۱۳ دن کی بیماری کے بعد مقدس و محترم نبی حضرت محمدؐ مسجد سے متصل کمرے میں سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاول کو وفات پا گئے۔ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

رسول اللہ حضرت محمدؐ ہمیشہ خوش اخلاق اور نرم گفتار رہتے۔ آپؐ کی مقدس چہرے پر ہمیشہ نور چمکتا رہتا تھا۔ جو بھی آپؐ کو دیکھتا اسے آپؐ سے محبت ہو جاتی۔ آپؐ کی شرافت صبر اور اعلی خلقی اور بہترین عادات ہزاروں کتابوں کی زینت بنی۔ خدیجہؓ سے آپؐ کی چار بیٹیاں اور چار بیٹے تھے۔ اور مصر کی ماریہ سے ایک بیٹا تھا۔ آپؐ کی تمام اولاد سوائے فاطمہؓ، آپؐ کی زندگی ہی میں وفات پا گئی۔ کاموس الاعلام سے ہمارے اقتباس کا یہ اختتام ہے۔

امام غزالی نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے پاس پیغمبر بھیجے۔ ان عظیم لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خوشی کی رہنمائی کرنے والے اور تباہی کی طرف لے جانے والے راستوں کے بارے میں مطلع فرمایا سب سے عظیم، اعلیٰ مرتبت اور تمام انبیاء سے آخری حضرت محمدؐ ہیں۔ آپؐ تمام اقوام اور قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کیلئے نبی ہیں۔ تمام دنیا کے تمام لوگوں کو مقدس نبی حضرت محمدؐ پر ایمان لانا ہو گا۔ ایسا شخص جو آپؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کے نقش قدم پر چلے وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی رحمتیں اور نعمتیں پائے گا دوسری طرف وہ جو آپؐ پر ایمان نہیں رکھتا وہ آخرت میں کبھی ختم نا ہونے والے عذاب جھیلتا رہے گا۔

اختتام

مختصراً دین (مذہب) سے مراد ضوابط کا وہ نظام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر نازل فرمایا تا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ایمان، برتائو، الفاظ اور رویوں، عبادات کی ادائیگی اور اس دنیا میں اور آخرت میں ابدی خوشی کے حصول کے طریقوں کے بارے میں تعلیم دی جائے۔

ادھورے انسانوں کی من گھڑت وہمی اور تصوراتی کہانیوں کو دین قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مذہبی احکامات سیکھنے اور انکی اطاعت کیلئے ذہن کا استعمال بہت کار آمد ہوتا ہے۔ تاہم ذہن ان احکامات و ممانعات میں پوشیدہ پر اسرار اور بنیادی خدائی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہے اور نا ہی ذہن ان کا کوئی منطقی نتیجہ نکال سکتا ہے۔ ایسے پر اسرار حقائق تب ہی سمجھے جاسکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں انبیاء کو مطلع فرمائے یا پھر مخفی انداز سے اولیاء پر نازل فرمائے یعنی انھیں الہام ہو۔ اور یہ در حقیقت ایک نعمت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی عطا ہوتی ہے۔ انسان اسکے حصول کیلئے کچھ نہیں کر سکتا۔

اب بات یہ ہے کہ اس دنیا میں اور اگلے جہان میں ابدی خوشی کے حصول اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کے مستحق ہونے کیلئے مسلمان ہونا لازمی ہے۔ غیر مسلم کافر کہلاتا ہے۔ اور مسلمان ہونے کیلئے در حقیقت ایمان کا ہونا اور عبادات ادا کرنا لازمی ہے۔ عبادات کا مطلب یہ ہے کہ اپنے قول و فعل سے حضرت محمدؐ کی شریعت کی پیروی کی جائے۔ حکم کردہ عبادات صرف اسی لیئے ادا کرنی چاہئیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے ہیں اور ان کے ادا کرنے سے کسی قسم کا دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کی خواہش نہیں رکھنی چاہئے۔ شریعت سے مراد وہ اصول و ضوابط (احکامات و ممانعات) ہیں جن کی تعلیم قرآن الکریم میں دی گئی ہے اور جن کی وضاحت احادیث شریفہ میں کی گئی ہے اور جو فقہ اور الحال جیسی کتابوں سے سیکھے جاسکتے ہیں ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض عین ہے کہ وہ شریعت سیکھے۔ یہ اصول (احکامات) ہر قسم کی جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج ہیں۔ طب، فنون، تجارت یا

قانون سیکھنے کیلیے کئی سال کا مطالعہ درکار ہوتا ہے۔ اسی طرح فقہ، المحال اور عربی زبان سیکھنے کیلئے بھی کئی سال لگانے پڑتے ہیں جو لوگ یہ علوم حاصل نہیں کرتے وہ ان جھوٹی باتوں اور بہتانات میں با آسانی پھنس جاتے ہیں جو انگریز جاسوس، اجرتی سپاہیوں، منافقوں، نام نہاد مذہبی علماء اور انگریز جاسوسوں کے بھٹکائے ہوئے غدار مدبروں نے اپنے سے گھڑے ہیں۔ اور آخر کار ان کا انجام ایک قہر زدہ اور تباہ شدہ منزل پر ہوگا اور وہ اس دنیامیں اور آخرت میں عذاب جھیلتے رہیں گے۔

کلمہ شہادت پڑھنا اور اس کے معانی پر یقین کرنا ایمان کہلاتا ہے جو شخص کلہ شہادت ادا کرتا ہے اور اس کے مفہوم کے حقائق پر یقین رکھتا ہے وہ مومن کہلاتا ہے۔ کلمہ شہادت یہ ہے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گوائی دیتا ہوں کے حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ کتاب مراق الفلاح میں قضا نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں مضمون کے آخر میں لکھا گیا ہے اسلام سے مراد صرف اس بات کا یقین کرلینا نہیں کہ اللہ کا وجود ہے۔ وہ کفار جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک منسوب کرتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی موجودگی کو مانتے ہیں مومن بننے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایمان لایا جائے کہ اللہ کا وجود ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ صفات کاملہ کا حامل ہے وہ یکتا ہے اور ہمیشہ سے زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔ سب کچھ اسی کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ سب کو دیکھتا ہے اور سب کی باتیں (دعائیں) سنتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے یہ ایمان لانا کہ حضرت محمدؐ نبی (پیغمبر، رسول) ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایمان لایا جائے کہ آپؐ نے جن جن باتوں کی تعلیم فرمائی ان سب کا حکم آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا یا ان تعلیمات کے سلسلے میں آپؐ کی رہنمائی اللہ تعالیٰ نے فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور شریعت کی تعلیمات پر مشتمل اسلام قرآن الکر

یم کے ذریعے حضرت محمدؐ پر نازل فرمایا۔ وہ احکامات جن پر فرض کرنا لازمی ہے وہ فرض کہلاتے ہیں۔ جن چیزوں اور باتوں سے منع کیا گیا ہے وہ حرام کہلاتی ہیں ان سب کا مجموعہ شریعت کہلاتا ہے جیسے ہی کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ (دن میں پانچ مرتبہ) نماز ادا کرے اور عام وبنیادی اسلامی تعلیمات کو سیکھے اگر وہ ان علوم کے سیکھنے کی اہانت کرے مثلاً اگر وہ کہے کہ ان کا سیکھنا غیر ضروری ہے تو وہ اپنا ایمان کھو دیتا ہے اور کافر بن جاتا ہے ہماری ترک کتاب مجد یجی مکتیپلر کے صفحہ نمبر ٢٦٦ پر لکھا ہے کہ وہ لوگ جو کفر کی حالت میں مریں انھیں معافی نہیں ملے گی اور وہ جہنم میں ابدی عذاب جھلیں گے۔ جو شخص اپنا ایمان کھو بیٹھے وہ مرتد کہلاتا ہے۔ جو لوگ قرآن الکریم اور احادیث شریف کے تعلیم کردہ حقائق پر کامل یقین رکھتے ہیں وہ اہلسنت (سنی مسلمان) کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان وکرم ہے کہ چیز کا کھلم کھلا اعلان نہیں کیا۔ کچھ حقائق مخفی زبان میں ظاہر کئے۔

جو لوگ قرآن الکریم اور احادیث شریفہ پر تو ایمان رکھتے ہیں مگر ان کے بعض حصوں کی تشریح میں اہلسنت علماء سے اتفاق نہیں کرتے اس قسم کے افراد بغیر مذہب لوگ کہلاتے ہیں ان لوگوں میں سے جو لوگ صرف منفی طور پر ظاہر کردہ ایمان کی تعلیمات کی غلط وضاحت کرتے ہیں وہ بدعتی کہلاتے ہیں اور جو لوگ ظاہری اعلان کردہ احکامات کی غلط وضاحت کرتے ہے وہ ملحد کہلاتے ہیں۔ ملحد کافر ہوتا ہے بیشک وہ اپنے آپکو مسلمان خیال کرے۔ تاہم بدعتی کافر نہیں ہوتا لیکن اسے دوزخ میں اذیتناک عذاب ضرور ملے گا۔ اس کتاب جیسی کتابیں اس بات سے مطلع کرتی ہیں کہ اہلسنت علماء عظیم اور راست راہ پر ہیں۔ ان کتابوں میں سے ایک نیک سوڈانی محمد سلیمان آفندی کی کتاب مخزن الفقہ الکبرہ بہت اہمیت کی حامل ہے دوسری طرف وہ کافر جو مسلمان ہونے کا ناٹک کرتے ہیں اور قرآن الکریم کی منفی تعلیمات کی، اپنی ذہنی استطاعت اور تجرباتی معلومات کے مطابق غلط وضاحت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بھٹکاتے ہیں وہ زندقی کہلاتے

ہیں۔ اہلسنت کے مختلف علماء نے شریعت کے منفی طور پر ظاہر کردہ حصوں سے مختلف نتائج اخذ کئے ہیں۔ اسطرح مذہبی دستور کے بارے میں معاملات یعنی شریعت کے بارے میں چار مسالک نمودار ہوئے۔ یہ مسالک حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے ناموں سے مشہور ہیں چار مسالک ایمان کے معاملات میں ایک دوسرے سے متفق ہیں۔ یہ صرف عبادات کے طریقوں میں معمولی فرق رکھتے ہیں۔ ان چاروں مسالک سے تعلق رکھنے والے افراد ایک دوسرے کو اسلامی بھائی تصور کرتے ہیں۔ ہر مسلمان کو آزادی حاصل ہے کہ وہ ان چار مسالک میں سے کسی کو بھی منتخب کرے۔ اسکی پیروی کرے اور تمام اعمال اس مسلک کے مطابق ادا کرے۔ مسلمانوں کا چار مسالک میں تقسیم ہونا اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں پر مہربانی کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی مسلمان کو اپنے مسلک سے ہم آہنگ ہو کر عبادات کی ادائیگی میں کسی قسم کی دقت محسوس ہوتی ہے تو وہ دوسرے مسلک کی پیروی اختیار کر کے اپنی عبادات با آسانی ادا کر سکتا ہے دوسرے مسلک کی پیروی اختیار کرنے کیلئے ضروری شرائط ہماری انگلش کتاب Endless Blics (اینڈ لیس بلس) میں دی گئی ہیں۔

سب سے اہم عبادت نماز ہے جو شخص نماز ادا کرتا ہے اسے مسلمان سمجھ لیا جائے گا اور جو شخص نماز ادا نہیں کرتا اس کے مسلمان ہونے کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص نماز کی اہمیت سے آگاہ ہے مگر کاہلی اور سستی کی وجہ سے نماز کو نظر انداز کر دیتا ہے اور نماز ادا نا کرنے کا اس کے پاس کوئی قابل قبول عذر بھی نہیں ہے تو مالکی، شافعی اور حنبلی شرعی عدالتیں اسے سزائے موت دیں گی (اگر وہ ان میں سے کسی مسلک سے تعلق رکھتا ہے) اگر وہ حنفی مسلک میں ہے تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ باقاعدگی سے نماز کی ادائیگی شروع نہیں کر دیتا۔ اور اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام قضا نمازیں بھی ادا کرے۔ ترکی میں حقیقت کتابوں کے ذیر اہتمام شائع کردہ کتب درالمنتقی، ابن عابدین اور کتاب الصلاۃ میں بیان کیا گیا ہے دن کی پانچ نمازوں کو قضا کرنا یا پھر بغیر کسی قابل قبول عذر کے ان نمازوں کو مقررہ اوقات پر ادا

کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے۔ اس گناہ کی معافی حج یا توبہ کرنے سے ہی مل سکتی ہے اور یہ توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہو سکتی جب تک وہ شخص قضا نمازیں ادا نہ کر لے۔ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو گناہ کی اس حالت سے نکالنے کیلیئے روزانہ کی نمازوں کی سنعت رکعتوں (رواتب) کی بجائے قضا نمازوں کی فرض رکعتیں ہیں تو اس کی کوئی بھی سنت اور نفل نمازیں قبول نا ہوں گی۔ مستند معتبر مذہبی کتب میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے ذمے نمازوں کی فرض رکعتیں ہیں تو اس کی کوئی بھی سنت اور نفل نمازیں قبول نا ہوں گی بیشک وہ بالکل درست ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی وہ اس ثواب اور فائدے کا حقدار نہ ہو گا جس کا وعدہ اللہ تعالی نے (سنت اور نفل نمازوں کی ادائیگی پر فرمایا ہے اس بارے میں اقتباسات ہماری کتاب اینڈیس بلس میں دیئے گئے ہیں۔ اسلام کی جانب سے مقررہ کردہ عذر اور اسباب کی وجہ سے نماز کا چھوڑ دینا باعث گناہ نہیں تاہم چار مسالک اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کو جتنی جلدی ہو سکے وہ نمازیں ادا کرنا ہونگی جو اسنے قضاء کر دی یا چھوڑ دی، بیشک وہ نماز قابل قبول عذر کی وجہ سے ہی کیوں نہ چھوڑی ہو۔ صرف حنفی مسلک میں یہ جائز ہے کہ قضاء نمازوں کو اس وقت تک ملتوی کر دیا جائے جب تک کوئی شخص اپنی روزی کمانے میں مصرف ہو یا پھر سنت (روابط) رکعتوں یا پھر حدیث میں نصیحت کردہ نفل نمازوں کی ادائیگی میں مصروف ہو۔ یعنی یہ جائز ہے کہ ان اسباب سے قضا نمازوں کو ملتوی کر دیا جائے۔ تاہم باقی تین مسالک کے مطابق ایسے شخص کیلیئے یہ جائز نہیں جو نا قابل قبول عذر کے تحت نماز چھوڑ دی ہو، کہ وہ سنت یا نفل نمازیں ادا کرے۔ یہ حقیقت ہے کہ نماز کی وہ رکعتیں جو قابل قبول عذر کی وجہ سے چھوڑ دی گیں ہوں ان رکعتوں کے برابر (باعث گناہ) نہیں جو بغیر کسی قابل قبول عذر کی وجہ سے نظر انداز کر دی گئی ہوں درالمختار، ابن عابدین، درالمنتقی، مراقی الفلاح کی طحطاوی وضاحت اور جوہرہ نامی کتابوں میں اس حقیقت کے بارے میں بہت وضاحت و تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

فہرست الکتاب

دُعَاءُ التَّوْحِيدِ

يَا اَللهُ يَا اَللهُ لاَ اِلَهَ اِلاَّ اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ يَا عَفُوُّ يَا كَرِيمُ فَاعْفُ عَنِي وَارْحَمْنِي يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلآبَائِي وَأُمَّهَاتِي وَلآبَاءِ وَاُمَّهَاتِ زَوْجَتِي وَلأَجْدَادِي وَجَدَّاتِي وَلأَبْنَائِي وَبَنَاتِي وَلإِخْوَتِي وَأَخَوَاتِي وَلأَعْمَامِي وَعَمَّاتِي وَلأَخْوَالِي وَخَالاَتِي وَلأُسْتَاذِي عَبْدِ اْلحَكِيمِ اْلآرْوَاسِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَلاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَاْلاَمْوَاتِ «رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ» بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَاْلحَمْدُ للهِ رَبِّ اْلعَالَمِينَ

دُعَاءُ اْلاِسْتِغْفَارِ

اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لاَ اِلَهَ إِلاَّ هُوَ اْلحَيَّ الْقَيُّومَ وأَتوُبُ إِلَيْهِ

إن ناشر كتب - **دار الحقيقة للنشر والطباعة** - هو المرحوم حسين حلمي ايشيق عليه الرحمة والرضوان المتولد عام ١٣٢٩ هـ [١٩١١ م] بمنطقة -**أيوب سلطان إستانبول**- وأعداد الكتب التي نشرها ثلاث وستون مصنفا من العربية وأربع وعشرون مصنفا من الفارسية وثلاث مصنفات أوردية وأربع عشرة من التركية ومقدار الكتب التي أمر بترجمتها من هذه الكتب إلى لغات فرنسية وألمانية وإنجليزية وروسية وإلى لغات أخر بلغت مائة وتسعة وأربعين كتابا وجميع هذه الكتب طبعت في -**دار الحقيقة للنشر والطباعة**- وكان المرحوم عالما طاهرا تقيا صالحا وتابعا لمشيئة الله وقد تتلمذ للعلاّمة الحبر البحر الفهامة الولي الكامل المكمل ذي المعارف والخوارق والكرامات عالي النسب السيد عبد الحكيم الارواسي عليه رحمة الباري وأخذ منه وظهر كعالم إسلامي فاضل وكامل مكمل وقد لبى نداء ربه المتعال وتوفي ليلة ٢٥ على ٢٦/١٠/٢٠٠١ (الثامن على التاسع من شهر شعبان المعظم سنة إثنتين وعشرين وأربعمائة وألف من الهجرة النبوية) ودفن في محل ولادته بمقبرة أيوب سلطان تغمده الله برحمته الواسعة واسكنه فسيح جناته آمين

اسماء الكتب العربية التي نشرها مكتبة الحقيقة

اسماء الكتب	عدد صفحاتها
١ - جزء عم من القرآن الكريم	٣٢
٢ - حاشية شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (الجزء الاول)	٦٠٤
٣ - حاشية شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (الجزء الثانى)	٤٦٢
٤ - حاشية شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (الجزء الثالث)	٦٢٤
٥ - حاشية شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (الجزء الرابع)	٦٢٤
٦ - الايمان والاسلام ويليه السلفيون	١٢٨
٧ - نخبة اللآلي لشرح بدء الامالي	١٩٢
٨ - الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية (الجزء الاول)	٦٠٨
٩ - علماء المسلمين وجهلة الوهابيين ويليه شواهد الحق ويليهما العقائد النسفية ويليها تحقيق الرابطة	٢٢٤
١٠ - فتاوى الحرمين برجف ندوة المين ويليه الدرة المضيئة	١٢٨
١١ - هدية المهديين ويليه المتنبئ القادياني ويليهما الجماعة التبليغية	١٩٢
١٢ - المنقذ عن الضلال ويليه الجام العوام عن علم الكلام ويليهما تحفة الاريب ويليها نبذة من تفسير روح البيان	٢٥٦
١٣ - المنتخبات من المكتوبات للامام الرباني	٤٨٠
١٤ - مختصر (التحفة الاثنى عشرية)	٣٥٢
١٥ - الناهية عن طعن امير المؤمنين معاوية ويليه الذب عن الصحابة ويليهما الاساليب البديعة ويليها الحجج القطعية ورسالة رد روافض	٢٨٨
١٦ - خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق ويليه الحديقة الندية	٥١٢
١٧ - المنحة الوهبية في رد الوهابية ويليه اشد الجهاد ويليهما الرد على محمود الآلوسي ويليها كشف النور	١٩٢
١٨ - البصائر لمنكري التوسل باهل المقابر ويليه غوث العباد	٤١٦
١٩ - فتنة الوهابية والصواعق الالهية وسيف الجبار والرد على سيد قطب	٢٥٦
٢٠ - تطهير الفؤاد ويليه شفاء السقام	٢٥٦
٢١ - الفجر الصادق في الرد على منكري التوسل والكرامات والخوارق ويليه ضياء الصدور ويليهما الرد على الوهابية	١٢٨

اسماء الكتب | **عدد صفحاتها**

اسماء الكتب الفارسية التي نشرها مكتبة الحقيقة

الكتب العربية مع الاردوية والفارسية مع الاردوية والاردية